تحقیق و تخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

ریاض الاخلاق

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹیؒ

تخریج وتحقیق

الشیخ عبد المحسن حفظہ اللہ

نعمانی کتب خانہ


www.KitaboSunnat.com
ریاض الاخلاق

نام کتاب
ریاض الأخلاق

مؤلف
حضرۃ مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

تخریج وتحقیق
الشیخ عبد المحسن حفظہ اللہ

سرورق
ضیغم لاہور

تاریخ اشاعت
اگست ۲۰۰۴ء

مطبوعہ
علی آصف پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ
نعمانی کتب خانہ
لاہور

NOMANI

تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

ریاض الاخلاق

تخریج وتحقیق
الشیخ عبد المحسن حفظہ اللہ

مؤلف
حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

حضرت عائشہ پر بہتان

تجسس اور بدظنی

صلح وصفائی

حیوانوں پر رحم

آدابِ محفل

بوستانِ اخلاق میں دعاؤں کی باد بہاری

اِنتساب

مہر عالمتاب کو تاجِ زر پہنانے والے
ماہتاب کو سہانا نور بخشنے والے
زمیں سے تا بہ ثریا ہر چیز کے خالق وپروردگار!

رَبِّ عَرشِ عَظِیم!

میں خلوص بھرے دِل سے اِس کتاب کے
گلہائے رنگا رنگ کو
تیرے ازلی ابدی حسن کی نذر کرتا ہوں!
فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

تیرا عاجز بندہ
محمد صادق

سخن ناشر

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے سے اُجالے کو پیدا کیا مخصوص فرشتوں اور انسانوں کو اپنا قاصد اور پیغامبر بنا کر ان پر عظیم تر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تا کہ اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک پہنچے۔ اور انہیں دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں سے صرف اسی کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر مرنے کے بعد جینے کا آرام اور سچی خوشی ملے۔

❀ ہر آن اور ہر گھڑی تا بہ ابد' درود و سلام ہو' رحمت عالم ﷺ ' سرورِ دو عالم ﷺ پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ازل سے اپنا محبوب اور آخری نبی اور رسول ہونے کا شرف بخشا اور ان کے اُسوہ حسنہ کی پیروی کرنے والوں کو داورِ محشر روز حشر ''لواء حمد'' ''مقامِ محمود'' اور ''حوضِ کوثر'' پر آپ ﷺ کی سپردگی عطاء فرمائی۔

❀ رحمت حق کا سایہ ہو آپ ﷺ کی پاک اور برگزیدہ آل اولاد پر اور آپ ﷺ کے تمام جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر' اور تا قیامت آنے والے ان تمام اللہ کے بندوں پر جنہوں نے راستی اور اخلاص کے ساتھ آپ ﷺ کی کامل پیروی میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ حد سے زیادہ مخلص اور بے لوث ثابت ہوئے' اپنی نیکوکاری' پرہیزگاری' علمی قابلیت کا دنیا والوں سے لوہا منوالیا۔

❀ ایسے ہی بندوں میں ایک نام برصغیر پاک و ہند میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ سیالکوٹ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب آسان سلیس اردو زبان میں کتاب وسُنت کی روشنی میں عام فہم لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق دینی مسائل معاملات پر لٹریچر کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے اس خلاء کو محسوس کرتے ہوئے ان تمام دینی مسائل پر اپنا قلم اُٹھانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ان کی طباعت ونشر واشاعت کی خدمت مکمل طور پر والد گرامی (بشیر احمد نعمانی رحمہ اللہ مدیرِ اعلیٰ نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان) کے سپرد کر دی۔ یہ ان بزرگوں کے اخلاص نیت کا صلہ تھا کہ انتہائی محدود مالی وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود قرآن حکیم' حدیث' نماز' حج' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر اہم ترین موضوعات پر یہ علمی تصانیف ایک ایک کر کے ہمارے ادارے نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان سے پوری آب وتاب سے شائع ہونے لگیں۔ آسان سلیس اردو زبان میں عام فہم انداز لیے دلائل وشواہد کے ساتھ جابجا قرآن پاک اور احادیث مقدسہ کی قندیلوں اور ان کے جلو میں عقل وقیاس اور روزمرہ کی مثالوں' مشاہدوں پر مشتمل یہ کتب عوام الناس کے ضمیر کو جلاء بخشتی ہوئی راست دلوں میں اترتی چلی گئیں آج یہی وجہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کی

تصانیف نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ برطانیہ یورپ کے دیگر ممالک اور سعودی عرب کی لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انقلاب برپا کر رہی ہیں۔

الحمدللہ ہم اب مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے ادارے کی جانب سے شائع شدہ کم وبیش بتیس (۳۲) کتب کو از سر نو حوالہ جات میں احادیث کی تحقیق وتخریج اور تعلیق کے ساتھ جدید کمپیوٹرائزڈ کتابت کرا کے نعمانی کتب خانہ کے مخصوص طباعتی معیار کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ''صلوٰۃ الرسول ﷺ''، ''سبیل الرسول ﷺ'' اور ''اصلاح معاشرہ'' کے بعد اب ریاض الاخلاق بھی جدید انداز میں قرآنی آیات اور احادیث کی تخریج وتحقیق کے ساتھ آپ کے مشتاق ہاتھوں میں ہے۔

اس اہم کتاب پر یہ تحقیقی کام جناب شیخ عبدالمحسن صاحب نے کیا ہے جو کہ علامہ عبدالعزیز بن باز لائبریری کراچی میں شعبہ تحقیق وتخریج کے انچارج ہیں اور اپنے کام میں نہایت اعلیٰ علمی ذوق رکھتے ہیں۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کاوش کو سراہتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ اور اس کتاب میں کسی قسم کی لغزش پائیں تو اس کی نشاندہی فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

طالب دُعا

ضیاء الحق نعمانی

تبصرے

ماہنامہ ''فاران'' کراچی

جناب مولانا مُحمد صادق سیالکوٹی نے اَحادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اِسلامی زندگی کے اَخلاق واَطوار اور معاشرت کے آداب مرتب اور مدون کیے ہیں۔ یہ کتاب بڑے اِخلاص اور دَردمندی کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور کوئی شک نہیں کہ اِس موضوع پر بڑے کام کی کتاب ہے۔ اِسلامی معاشرت' اور دینی زندگی کی تعلیم کے ساتھ فاضل مؤلف نے شرک وبدعت کا بھی جگہ جگہ رد کر کے خالص توحید کو اُجاگر کر دیا ہے۔

''**ریاض الاخلاق**'' کو پڑھ کر خوفِ باری تعالیٰ' خوف آخرت اور دِین سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جتنی دیر تک یہ کتاب مطالعہ میں رہتی ہے۔ ذہن وفکر اور دِل ودماغ پر پاکیزہ تاثرات قائم رہتے ہیں۔ دو چار حدیثوں کے علاوہ تمام احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔ فاضل مصنف کو اللہ تعالیٰ اِس محنت کا اَجر عطا فرمائے۔ کہ اِس زمانہ میں جبکہ بداَخلاقی اور بدکاری کی نجاستیں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہیں۔ موصوف نے اَخلاق کے پھولوں سے مشامِ جاں کو معطر کر دیا ہے۔ (فاران کراچی۔ مارچ ۱۹۵۳ء)

''نوائے وقت'' لاہور

اَخبار بین طبقہ مولانا مُحمد صادق صاحب کے نام سے اَچھی طرح واقف ہے۔ مولانا مُحمد صادق کئی سالوں سے مختلف اِسلامی موضوعات پر کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب میں اُنہوں نے رسولِ مقبول حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے متعلق حدیثیں یکجا کردی ہیں۔ اِس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو اِسلامی طرزِ معاشرت سے پوری طرح شناسا کر سکتا ہے۔ اور وہ اِس کی بدولت بہترین شہری بن سکتا ہے۔

(نوائے وقت۔ ۴ نومبر ۱۹۲۵ء)

ہفت روزہ ''قندیل'' لاہور

یہ کتاب مجموعہ ہے حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے اِرشادات کا اور حکیم صاحب نے مختلف ابواب کے تحت اَحادیث نبوی ﷺ کو جمع کر دیا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں جو فہرست میں موجود نہ ہو۔ ایک عام مسلمان کے لئے یہ

کتاب انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ اپنی ہدایت کے لئے یہاں سے اِرشاد نبوی ﷺ کی تلاش کر سکتا ہے۔ حکیم صاحب کی یہ کوشش قابل ستائش و مبارک باد ہے۔

("قندیل" ۲۱۔ دسمبر ۱۹۵۲ء)

"زمیندار" لاہور

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کو اِسلامی تعلیمات کی نشر و اِشاعت اور دِینی مسائل و اَحکام کی تبلیغ و تشہیر سے جو والہانہ عشق ہے اِس کا ثبوت آپ رسائل و جرائد میں مضامین لکھ کر بھی دیتے ہیں اور مستقبل کی تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اِس کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

اِنسانی سیرت و اَخلاق کی اِصلاح و تدوین کے لئے اِسلام نے جو اُصول و قواعد پیش کئے ہیں۔ ان کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی اور اس باب میں دِین فطرت کو بالکل منفرد اور لاثانی حیثیت حاصل ہے کہ اَخلاقیات کے متعلق اس کے وضع کردہ ضابطے اِنسان کو اس حد تک پاکیزہ سیرت اور بلند کردار بنا دیتے ہیں۔ جن کا عشر عشیر بھی دوسرے ادیان و مذاہب کی تعلیمات سے ممکن نہیں۔ لیکن بایں ہمہ یہ حقیقت کتنی دِل خراش ہے کہ الحاد و دہریت اور فیشن پرستی کا موجودہ دَور اپنے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو اِسلام کے پیروکار ہوتے ہوئے بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہا۔ اور وہ اَخلاق و سیرت کے اِس معیار سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ جو اِسلام نے ان کے لئے قائم کیا ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں اِسلام کی اَخلاقی تعلیمات کی نشر و اشاعت کرکے، اور ان کا ایک ایک نکتہ سمجھا کر انہیں اپنے اَخلاق کی اِصلاح و ترمیم کی طرف مائل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا محمد صادق صاحب نے، جن کا دِل و دماغ خدمت دِین کے جذبہ سے ہمیشہ لبریز و سرشار رہتا ہے، اس اَہم ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے اور اِسلامی تعلیمات اَخلاق کو تفصیل و تشریح کے ساتھ پیش کر کے مسلمانوں کے لئے ایک چمکتی ہوئی راہ کھول دی ہے۔

فاضل مصنف کی یہ محنت و عرق ریزی حد درجہ قابل تحسین ہے کہ اُنہوں نے "ریاض الاخلاق" میں حضرت رسول کریم ﷺ کی وہ تمام اَخلاقی اَحادیث جمع کر دی ہیں۔ جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اَخلاق و سیرت کے متعلق مختلف وقتوں پر اِرشاد فرمائیں۔ ہر ایک حدیث نقل کرنے کے بعد مولانا نے اس کی وضاحت بڑے دلنشیں اور اچھوتے پیرایہ میں کی ہے۔ زبان اتنی سادہ و سلیس اور انداز بیان ایسا دِل کش اور سلجھا ہوا ہے کہ زبان سے بے ساختہ مرحبا۔ سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔ غرض کہ یہ کتاب جو فی الحقیقت اِسلامی اخلاقیات کا ایک چمن زار، اور اَسباق و نصائح کا ایک مرقع ہے۔ مولانا محمد صادق صاحب کی وہ قابل قدر تصنیف ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو استفادہ کرنا چاہئے۔

اور ہر اسلامی گھر میں اِس کا موجود ہونا لازمی ہے۔

("زمیندار" لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۵۲ء)

"آفاق" لاہور

یہ کتاب دراصل احادیث رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے مختلف موقعوں پر جو اِرشادات فرمائے ہیں ان کی افادیت اور حقیقت مسلم ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کس نہج پر ڈالنی چاہئے۔ اس کے متعلق بصیرت افروز اِرشادات ان حدیثوں میں ملیں گے۔ اسلامی زندگی کا اصل دستور تو قرآن حکیم ہے۔ لیکن احادیث نبوی ﷺ بھی اپنی جگہ مسلم ہیں۔ اور قرآن حکیم ہی کی تشریح وتفسیر ہیں یوں تو یہ احادیث موٹی موٹی کتابوں میں بند ہیں۔ جو کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ عام آدمی کی رسائی ان تک بالعموم نہیں ہوتی۔ زیر نظر کتاب کی اہمیت یہی ہے کہ اِرشادات نبوی کو عام آدمی تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مختلف حدیثوں کو باقاعدہ تقسیم کے ساتھ ایک مختصری کتاب میں پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے مؤلف حکیم مولانا مُحمد صادق سیالکوٹی ہیں۔

(آفاق۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۳)

"ماہِ نَو" کراچی

اخلاقیات کی صحیح تعلیم ہر پختہ سیرت اور بلند کردار کا سنگ بنیاد ہے اور بانی اسلام حضرت مُحمد ﷺ نے جس خوش اسلوبی سے اس کا اہتمام کیا۔ وہ نوع انسان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ تعلیمات قرآنی تو رشد وہدایت کا ایک مستقل ذریعہ ہیں ہی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور ارشادات ہمیں ان فضائل تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ جو انسانی فطرت کی اِنتہائی ترقی کے ضامن ہیں۔

زیر نظر کتاب ان احادیث نبوی ﷺ کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہے۔ جو اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ان کی اہمیت ظاہر ہے۔

(ماہ نو کراچی۔ جنوری ۱۹۵۴ء)

"نوائے ملت" مردان

مشہور مبلغ اِسلام مولانا مُحمد ﷺ صادق سیالکوٹی نے حال ہی میں "ریاض الاخلاق" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کی ان عبرت آموز احادیث کو یکجا کیا گیا ہے۔ جن میں حسن اخلاق پر زور دیا گیا ہے۔ اور تہذیب واخلاق ہی کو مدار عظمت وشرافت قرار دیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی کمال کاوش اور محنت کی وجہ سے مقدور بھر کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی ہے۔ جو اخلاقیات سے متعلق ہو۔ اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب واقعی اسم بامسمّٰی ہے۔ اور اس کے ذریعہ اخلاق کے

باغیچوں کی سیر باحسن وجہ کی جاسکتی ہے۔

غرض یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی بے مثال اخلاقی حدیثوں کا بہترین مجموعہ ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے ضروری اور مفید ہے۔

(نوائے ملت مردان۔ ۱۴ نومبر ۱۹۵۲ء)

''اہل حدیث'' سوہدرہ

مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کے نام نامی واسم گرامی سے ناظرین ''اہلحدیث'' اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کی چند کتابوں پر تبصرہ پہلے بھی ان کالموں میں آچکا ہے۔ یہ زیر نظر کتاب بھی آپ ہی کی تصنیف ہے اور حق یہ ہے کہ یہ بہت ہی اچھی تصنیف ہے۔ علم اخلاق سے متعلق آج تک بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ فی زمانہ ایسی کتابوں کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں ۴۹۰ عنوانات باندھ کر ایسے واقعات اور ایسی حدیثیں جن کا تعلق براہ راست اخلاق انسانی پر پڑتا ہے اس انداز سے قلمبند فرمائی ہیں کہ انسان ان سے بیسیوں سبق حاصل کرسکتا ہے۔

(دفتر ''اہلحدیث'' سوہدرہ)

اخبار ''اہلحدیث'' دہلی

کتاب ''**ریاض الاخلاق**'' کے مصنف اخبار ''اہلحدیث'' کے مشہور مقالہ نگار مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی ہیں۔ کتاب واقعی اسم بامسمّٰی ہے علم اخلاق پر بے شمار کتابیں نئے اور پرانے زمانہ میں لکھی جاچکی ہیں۔ جن میں سے بعض نے اچھی شہرت پائی ہے۔ مگر اس کتاب میں جو خوبی ہم دیکھتے ہیں۔ وہ دوسری کتابوں میں بہت کم نظر آتی ہے۔ مصنف نے اخلاق کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ اخلاق فاضلہ کی جو تشریح کی گئی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے' پھر اخلاقی مضامین کے علاوہ اسلامی آداب اور تہذیب کو ایسے شگفتہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ کتاب کو خود بخود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کئی سو عنوانوں پر مشتمل ہے۔ جس میں احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب واعظوں اور خطیبوں کی جان ہے' ہر مسجد و مجلس میں سنائے جانے کے قابل ہے۔ کتنا ہی سنگ دل سے سنگ دِل انسان ہو۔ وہ بھی اس کتاب کو پڑھ کر متاثر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے' کہ انہوں نے عوام وخواص کی تہذیب اسلامی' اور آداب شریعت' اور اخلاق فاضلہ کو اپنانے کے لئے شستہ زبان میں' خطیبانہ رنگ میں' ایک ایسے زمانہ میں یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ جبکہ انسانی اخلاق پامال ہو رہے ہیں۔ انسانیت گر رہی ہے' اس کتاب کا مطالعہ' انسان کو سنجیدہ اور با اخلاق بننے کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

(اخبار اہلحدیث دہلی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء)

’’الاعتصام‘‘ لاہور

’’**ریاض الاخلاق**‘‘ میں وہ حدیثیں لائق مصنف نے سلیقے اور خاص ترتیب سے جمع کر دی ہیں۔ جن کا تعلق اخلاقیات سے ہے‘ مکارم اخلاق شریعت کا ایک اہم باب ہے۔ اور اس سے صرف نظر‘ اسلام کی ایک بہت بڑی شق سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔ اس کتاب میں حسن اخلاق کے ضمن میں دروغ گوئی‘ بہتان طرازی‘ جھوٹی شہادت وغیرہ امور شنیعہ پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے کتاب اس قابل ہے کہ ہر طبقہ وخیال کے لوگ اس سے مستفید ہوں۔

(الاعتصام‘ لاہور۔ ۱۳/ اگست ۱۹۵۴ء)

’’تنظیم اہل حدیث‘‘ لاہور

یہ ضخیم کتاب ۳۹۰ عنوان پر مشتمل ہے‘ اس میں آنحضرت ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی بہترین تشریح‘ اور اخلاقی مسائل پر مشتمل احادیث نبوی ﷺ کی عمدہ اور شگفتہ دلنشیں انداز میں تفصیل کی گئی ہے۔ یہ کتاب پاکستان اور ہندوستان کے جید علماء اور اسلامی پریس سے زبردست خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

فاران‘ نوائے وقت‘ قندیل‘ زمیندار‘ آفاق‘ ماہ نو‘ نوائے ملت‘ اہل حدیث سوہدرہ‘ اہل حدیث دہلی جیسے اخبار و رسائل کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی‘ جناب مفتی محمد شفیع صاحب‘ مولانا احمد علی‘ مولانا غلام مرشد‘ مولانا داؤد غزنوی جیسے اکابر اس کتاب اور اس کے مصنف کو خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔

ہمارے خیال میں اُردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے‘ جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اِسلامی اخلاق سے روشناس کرانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس شعر کی تفصیل وتفسیر ہے۔

ہزار نقش برآید ز کلک صنع و یکے
بہ دلپذیری نقش نگار مانرسد

(تنظیم اہل حدیث لاہور۔ ۲۱/ ستمبر ۱۹۵۹ء)

روزنامہ ’’احسان‘‘ لاہور

’’فاضل مؤلف حکیم مولانا محمد صادق سیالکوٹی اخبار بین طبقے کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ مولانا نے سرکار دو عالم ﷺ کی لامثال اخلاقی حدیثوں سے جو گلزار رسالت کے الگ الگ رنگ مہک کے سدا بہار پھول ہیں۔ جن کی رُوح پرور عطر بیزیاں اور جاں نواز عنبر فشانیاں انسانیت کی جان‘ اور طائر لاہوتی کی رُوح رواں ہیں۔ ’’ریاض الاخلاق‘‘ کو سجایا ہے جیسا کہ فاضل مولف نے لکھا ہے۔

’’رسول اللہ ﷺ نبوت کے شرف لامثال کے ساتھ خلق عظیم کی دولت سے بھی مالا مال تھے‘ آپ کی عادت و

سیرت' مزاج اور طبیعت میں پورا پورا اعتدال پایا جاتا تھا۔ ایسا کامل اعتدال کہ اولادِ آدم میں کوئی بھی اس نقطہ کمال کو نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم آپ ہی کی شان میں فرمایا ہے۔ اگر آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل نہ ہوتے تو خوش خلقی کا شیریں چشمہ نہ رکھتے۔ قندیل سیرت جلوہ بار نہ ہوتی تو عرب کی سنگلاخ زمین کے اجڈ اور اکھڑ' غیر مہذب' اور وحشی انسان کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے' ہدایت قبول نہ کرتے' اور اسلام کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے تیار نہ ہوتے۔

سیرت نبوی اور اخلاق حسنہ ہی کی برکت تھی کہ اسلام نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ چین جیسے دُور دراز ملک میں محض مسلمان تاجروں کے کردار اور دیانت کی وجہ سے اسلام پھیلا۔ جب تک مسلمانوں نے ہادی برحق کی تعلیمات اور سیرت کو اپنی زندگی کے لئے عملی نمونہ بنایا۔ وہ جہاں گیری اور جہاں بانی کرتے رہے اور جب سے انہوں نے یہ راستہ چھوڑا۔ وہ گمراہی اور ضلالت کے عمیق غار میں گر گئے۔ اور آج اکثریت ہونے کے باوجود ذلیل وخوار ہیں۔

سرورِ کائنات نے اُٹھنے بیٹھنے' سلام' بات چیت' مصافحہ' معانقہ' بزرگوں کا ادب' ایفائے عہد' غرض روزمرہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اپنی اُمت کی راہ نمائی فرمائی ہے''۔

مولانا مُحمد صادق سیالکوٹی نے ''**رياض الاخلاق**'' میں بالتفصیل بتایا ہے کہ سلام' مصافحہ' معانقہ' ایفائے عہد' صدق اور کذب کا امتیاز' تکفیر ولعنت اور بدزبانی' غیبت' بہتان' امانت کی ذمہ داریاں' صبروتوکل' حرص' خوشامد' لجاجت' والدین' قرابت' ہمسایہ کے حقوق' عیادت' کھانے پینے کے احکام' مہمان نوازی' سخاوت' پردہ پوشی' تجسس اور بدظنی' صلح وصفائی۔ آدابِ محفل' دعوت طعام' شعروشاعری کے متعلق کیا اِرشادات ہیں۔ ہر جگہ قرآن کی آیات اور حدیث کے ضروری حوالے دیئے گئے ہیں۔ کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

(''احسان'' لاہور ۲۸ر نومبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کا تبصرہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ! آپ کی کتاب ''**رياض الاخلاق**'' آج ملی۔ مَیں نے جابجا سے پڑھی۔ دِل بہت خوش ہوا۔ کہ آپ نے بحکم الدین النصیحۃ مسلمانوں کی خیرخواہی کا بفضل باری تعالیٰ بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیں اور مسلمانوں کو اس سے متمتع فرمائیں۔ مضمون بھی اچھا ہے' طرز تحریر بھی بہتر ہے' قرآن اور حدیث سے باہر کوئی بات نہیں۔

(سید سلیمان ندویؒ۔ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دار العلوم دیوبند کا تبصرہ

مکرم بندہ!...... السلام علیکم ورحمتہ اللہ!...... افسوس ہے کہ آپ کی متبرک کتاب کے مطالعہ کے لئے کافی وقت نہ نکال سکا۔ تاہم اس کے اجمالی مطالعہ ہی سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمات میں مشغول رکھیں۔ چند کلمات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"ریاض الاخلاق" مولفہ مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی میری نظر سے گزری۔ افسوس ہے کہ ہجوم مشاغل کے سبب میں اسکا پورا مطالعہ نہ کر سکا۔ تاہم جستہ جستہ متفرق مقامات سے دیکھا۔ کتاب کا موضوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس وقت جب کہ اسلامی اخلاق ہماری غفلتوں اور غیروں کی چیرہ دستیوں کے سبب نظروں سے اوجھل ہوئے جاتے ہیں۔ بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو ان سے آگاہ کی جائے۔ مولانا موصوف کی یہ خدمت انشاء اللہ اس فرض کی ادائیگی میں مفید و معین ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو حسن قبول عطا فرمائیں۔ آمین!

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ کراچی نمبر ۱۔ ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء)

حضرت مولانا احمد علی صاحب شیرانوالہ دروازہ لاہور کا تبصرہ

محترم المقام مولانا محمد صادق دامت معالیکم' از احقر الانام

احمد علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

"ریاض الاخلاق" کو متفرق مقامات سے بغور دیکھا۔ الحمد للہ بے حد مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ سے اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

(۲۱ /اکتوبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد لاہور کا تبصرہ

هُوَ الرَّحْمٰنُ! محترمی! السلام علیکم!

"ریاض الاخلاق" کا مطالعہ کیا ہے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء خداوندان اقتدار' طالبان تمسکین' مدعیان اصلاح اور متلاشیان امن کو آج جس چیز کی زیادہ ضرورت ہے۔ وہ اس کتاب نے پوری کر دی ہے۔ مولف کا اسلوب بیان حکیمانہ ہے۔ والسلام!

دُعا گو

(غلام مرشد بھاٹی دروازہ لاہور۔ ۶۲ نومبر ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا محمدؒ داؤد غزنوی صاحب صدر جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کا تبصرہ

باسمہٖ عزوجل!

محترم مولانا محمد صادق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی!...... آپ کی طرف سے کتاب "ریاض الاخلاق" وصول ہوئی۔ جستہ جستہ مقامات سے مَیں نے کتاب مذکور کو دیکھا۔ آپ کی محنت قابل قدر ہے۔ مضامین کی وسعت کی وجہ سے کتاب "ریاض الاخلاق" اسم بامسمّٰی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت کو بہتر بنائے' اور آپ کو اس دینی وعلمی اور اخلاقی خدمت کیلئے اجر عظیم عطا فرمائے۔

(داؤد غزنوی یکم جنوری ۱۹۵۲ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کا تبصرہ

گوجرانوالہ

۱۱۲ کتوبر ۱۹۵۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

محترم حکیم صاحب!...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"ریاض الاخلاق" مل گئی۔ آپ نے ایک ایسے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ جو اسلام کی تبلیغی مساعی میں رکن اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ مواد جمع کرنے میں جناب کی کوشش قابل صد تحسین ہے۔ آپ ایسے حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جو ملت پر کوئی بوجھ ڈالے بغیر اس کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

کثر اللّٰہ امثالکم

(محمد اسماعیل۔ گوجرانوالہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مدظلہ مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا تبصرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

جناب محترم حکیم محمد صادق صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جناب کی کتاب "ریاض الاخلاق" ملی۔ آپ نے بہت محنت سے احادیث کو فصیح اُردو میں منتقل کرکے اُمت کے شوقین افراد کے مطالعہ کا بہترین ذخیرہ مہیا فرمایا۔ آج وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ جمہور کی اصلاح کی جائے۔ آپ نے وقت کی آواز کو محسوس کیا۔ اور اس کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مذہب وملت کی صحیح ترجمانی

فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے۔ اور اخلاق کی اصلاح میں اس کو بہترین ذریعہ قرار دے۔ والسلام خیر الختام.

العبد محمد گوندلوی

۲ صفر ۱۳۷۲ ہجری

اگرچہ حسن فروشاں بجلوہ آمدہ اند
کسے بحسن و لطافت بیار ما نرسد
ہزار نقد ببازار کائنات آرند
یکے بسکّہ صاحب عیار ما نرسد

(حافظؒ)

ہزار نقش برآیدز کلک صنع ویکے
بدلپذیری نقش نگار ما نرسد

(حافظؒ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ رحمۃ للعالمین

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ[۱] نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ[۲] اَمَّا بَعۡدُ: فَاِنَّ خَیۡرَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیۡرَ الۡھَدۡیِ ھَدۡیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الۡاُمُوۡرِ مُحۡدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحۡدَثَۃٍ بِدۡعَۃٌ وَکُلُّ بِدۡعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ○

ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ (اس لئے) ہم اسی کی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں' ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے' اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اپنے اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ حدیث :۸٦۸۔
سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب خطبۃ النکاح حدیث ۱۸۹۳۔ الفاظ اسی کے ہیں۔ سنن نسائی کتاب النکاح باب ما یستحب من الکلام عند النکاح حدیث ۳۲۸۰/۳۲۸۹۔ و کتاب الجمعۃ باب کیفیۃ الخطبۃ حدیث ۱۴۰۵۔ سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الخطبۃ النکاح حدیث ۲۱۱۸۔ سنن ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی خطبۃ النکاح حدیث ۱۱۰۵۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ و الخطبۃ حدیث ۸٦۷۔ سنن نسائی کتاب الصلاۃ العیدین باب کیف الخطبۃ حدیث : ۱۵۷۹۔ صحیح ابن خزیمہ حدیث : ۱۷۸۵۔
صحیح مسلم' سنن نسائی' اور مسند احمد۔ میں ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خطبہ کا آغاز (اِنَّ الۡحَمۡدَلِلّٰہ) سے ہے۔ لہٰذا (اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ) کی بجائے (اِنَّ الۡحَمۡدَلِلّٰہ) کہنا چاہیے۔ اس خطبہ میں (نومن بہ و نتوکل علیہ) کے الفاظ صحیح حدیث میں نہیں ہیں۔

اللہ راہ دکھائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے۔ اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہوسکتا۔ اور ہم (تہ دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی طرح (اعماق دل سے) ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ محمد ﷺ اس کے (خاص) بندے اور (آخری) رسول ہیں۔ حمد وصلوۃ کے بعد (یقینا) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں۔ جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں۔ (یاد رکھو) دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔"(۱)

---

(۱) سرور عالم ﷺ کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو آپ اپنے ہر وعظ اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے یہ خطبہ بہ الفاظ مختلف مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔ (ترمذی)

پیش آہنگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اخلاقیات (ETHICS) کو اسلام میں جو بلند مقام حاصل ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اور اسلام کے آنے کا بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے اخلاق کی اصلاح کی جائے۔ لوگوں کی طبیعتیں سنوریں' کردار نکھریں' لیلائے سیرت کے حسن کو چار چاند لگیں۔ مزاج کی دلہن فضائل کے زیور سے' اور نیکیوں کے پھولوں سے آراستہ ہو۔ اور نقوش اندرون کی تمام دوشیزائیں رباب زندگی کے لاہوتی نغموں سے کیف ایمان پائیں۔

یاد رہے کہ خَلق کے معنی ظاہری شکل وصورت کے ہیں۔ اور خُلق باطنی شکل وشبیہہ کو کہتے ہیں اور باطنی شکل و شبیہہ سے مُراد سبھاؤ۔ برتاؤ' خو' خصلت' عادت' سیرت' طبیعت' مزاج' وصف' سلیقہ' تمیز' شعور' وقوف اور لیاقت ہے۔ جب تک انسان کے یہ باطنی اوصاف درست' صحیح' اور اعتدال پر نہ ہوں۔ انسان کو انسانیت زیب نہیں دیتی۔ اور اس کی شرافت کے تاج میں آدمیت کے موتیوں کی مینا کاری جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔

ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملتا ہے۔ سہیلی جب دوسری سہیلی سے ملاقات کرتی ہے۔ شرفا جب ایک دوسرے کی دوستی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ خواتین کے درمیان جب محبت کا ساغر گردش کرنے لگتا ہے' تو سب سے پہلے ایک دوسرے کے سبھاؤ اور برتاؤ ہی کی جانچ ہوتی ہے خود خصلت اور مزاج معلّٰی ہی تجربہ کی سان پر چڑھتے ہیں۔ جو عورت' مرد' لڑکی' لڑکا' دریائے اَخلاق کا پیراک بن کر سیرت زیبا کی موجوں کے سہارے کنارے جا لگتا ہے۔ انسانی معاشرے میں محبت وعزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ معتمد علیہ' باوقار' معزز اور محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر حق وصداقت کو قبول کرنے' اور کذب وباطل کو ٹھکرانے کی استعداد انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ اس کے برعکس بداخلاقی کا زہرابہ پینے والے مرد اور عورت متحرک نعشیں ہوتی ہیں۔ جن کے تعفن اور بدبو سے خلقت بیزار ہوتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دُنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی عزت' بزرگی' مرتبہ اور دولت نہیں ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک بہت بڑا عالم ہے اس کے علم کا سمندر حدود فراموش' اور ناپیدا کنار ہے۔ لیکن اگر اس عالم کی طبیعت کے جوالا مکھی سے بداخلاقی کا لاوا بہتا ہو تو اس لاوے سے نہ صرف اس کے علم کا سمندر ہی خشک ہو کر کھائیوں' کھڈوں اور غاروں میں

تبدیل ہو جائے گا۔ بلکہ عامتہ الناس اور اس عالم کے درمیان نفرت و نفرین کا ایک تپتا ہوا ریگ زار ظہور پذیر ہو گا۔ جس کے نتیجہ میں نہ لوگ اسکے علم سے مستفید ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی وہ علم کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو گا۔ اسی طرح سوءِ خلق کی برائیوں اور خرابیوں کے پیش نظر آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے لئے نیک خلق کس قدر لابدی اور ناگزیر ہے۔ آدمیت اپنے عروج و ارتقا اور فلاح و بقا کے لئے کس درجہ اخلاق حسنہ کی محتاج ہے۔

انسانی معاشرے کو بد خلقی سے بچانے کے لئے اور اس میں اچھے اخلاق کی ترویج کی خاطر رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَ خُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ. (مشکوۃ)(۱)

''جس شخص کی دینداری و خوش اخلاقی (لڑکے کا انتخاب کرتے وقت) تم کو پسند آئے۔ اس سے لڑکی کی شادی کر دو''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا مرد کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرتے وقت صرف یہی نہ دیکھو۔ کہ لڑکا بڑا دیندار اور پرہیز گار ہے۔ صوم و صلوۃ کا پابند اور نیک ہے۔ بلکہ ان بنیادی خوبیوں کے ساتھ اس کی خوش اخلاقی نیک کرداری' اچھی خو و خصلت' اور عمدہ سبھاؤ برتاؤ کا ہونا بھی لازمی ہے۔ تاکہ دینداری اور خوش اخلاقی کے حسین امتزاج سے جو اولاد پیدا ہو' وہ بھی اچھے اخلاق پر مجبول ہو کر نوعِ انسانی کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ ایجاب و قبول کی دُنیا میں قدم رکھنے سے پہلے دولہا دلہن کی دین نوازی کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کے سنہری پیوند نے مسئلہ کی اہمیت کو' اور اجاگر کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے شرف لامثال کے ساتھ خلق عظیم کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ آپ کی عادت' سیرت' مزاج اور طبیعت' میں پورا پورا اعتدال پایا جاتا تھا۔ ایسا کامل اعتدال کہ اولاد آدم میں کوئی بھی اس نقطہ کمال کو نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. آپ ہی کی شان میں فرمایا ہے۔ اگر آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل نہ ہوتے۔ خوش خلقی کا شیریں چشمہ نہ رکھتے۔ قندیل سیرت جلوہ بار نہ ہوتی۔ تو عرب کی سنگلاخ زمین کے اجڈ اور اکھڑ لوگ غیر مہذب اور وحشی انسان کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے' ہدایت قبول نہ کرتے' اور اسلام کی خاطر اپنی جانیں دینے کے لئے تیار نہ ہوتے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۝﴾ (آل عمران : ۱۵۹)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر تو تیز خو سخت دل ہوتا۔ تو لوگ تیرے آس پاس سے بکھر جاتے''۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح حدیث : ۳۰۹۰۔ بحوالہ سنن ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فیمن ترضون دینہ فزوجوہ حدیث : ۱۰۸۴۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۵۱/۱ حدیث ۱۰۸۴ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۲۲/۳ حدیث : ۱۰۲۲۔

یعنی اگر تیرے اخلاق اچھے نہ ہوتے۔ تو تیری تبلیغ' وعظ' اور نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ اور ترش روئی کی وجہ سے کوئی تیرے نزدیک تک نہ پھٹکتا۔ زمانہ نبوت کے تئیس سالہ عرصہ میں سوا لاکھ شمع رسالت کے پروانوں کے ہجوم نے ثابت کر دیا کہ رحمت دو عالم ﷺ فی الواقع بہت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ اور آپ کے خلق عظیم ہی کی بدولت اسلام کو کہکشاں گیر ترقی کا شرف حاصل ہوا۔

اپنی اُمت کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہوئے رحمت دو عالم ﷺ حقیقت بیان فرماتے ہیں۔

((اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا)) (بخاری)[(۱)]

''تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں۔ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

((اِنَّ مَنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَوْ اَقْرَبِکُمْ مِنِّی مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا)) (ترمذی)[(۲)]

حضور انور ﷺ فرماتے ہیں:

''تم میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک' اور قیامت کے روز سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

((مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلَ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ)) (ابوداؤد)[(۳)]

حضور ﷺ نے فرمایا:

''میزانِ عمل کے اندر خوش خلقی سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہیں ہے''۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

((مَا اَکْثَرَ مَا یُدْخِلُ الْجَنَّةَ))

''حضور ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جو سب سے بڑھ کر بہشت میں داخل ہونے کا موجب ہو سکتی ہے؟''

((قَالَ التَّقْوٰی وَ حُسْنُ الْخُلُقِ)) (ابن ماجه)[(۴)]

---

(۱) صحیح بخاری۔ کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۵۹ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کثرة حیائه ﷺ حدیث ۲۳۲۱۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی معالی الاخلاق حدیث : ۲۰۱۸ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۴۔۳۸۵ حدیث : ۲۰۱۸۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۴۱۸۔ حدیث ۷۹۱۔

(۳) سنن ابوداؤد۔ کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۴۷۹۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ۳/۱۷۹ حدیث : ۴۷۹۹۔

(۴) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی حسن الخلق حدیث : ۲۰۰۴۔ سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب ذکر الذنوب حدیث : ۴۲۴۶۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۹۔ حدیث : ۲۰۰۴۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۳۸۲۔ حدیث ۳۴۴۳۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۶۹ حدیث ۹۷۷۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔ ''اللہ رب العزت کا خوف اور خوش خلقی۔''

((اِنَّ الْمُؤمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِه دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَ صَائِمِ النَّهَارِ))(ابو داؤد)(۱)

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''مومن خوش اخلاقی کی بدولت تمام رات کے عبادت گزاروں اور دن کے روزہ دار کے برابر ثواب پاتا ہے''۔

((لَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ)) (ابن ماجه)(۲)

ارشاد نبوی ہوتا ہے:

''کوئی شرافت اور بزرگی اخلاق حسنہ سے بڑھ کر نہیں ہے''۔

مسلمان کے لئے خوش اخلاقی اتنی اچھی اور ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود اخلاق کے اِنتہائی عروج پر ہوتے ہوئے پھر بھی اللہ رب العزت سے دُعا کرتے ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ)) (مسند امام احمد)(۳)

''اِلٰہی! تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے' میری سیرت کو بھی (اور) اچھا بنا۔''

یہ بات کس قدر قابل غور ہے کہ جناب رحمتہ للعالمین ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ لم یزل سے گیسوئے اخلاق کی عنبر فشانیوں کی فضا میں شانہ کشی کی توفیق مانگتے ہیں۔اور جن مسلمانوں کو سکھانے پڑھانے کے لئے ایسی دُعا کرتے

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۴۷۹۸۔موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب الادب باب ماجاء فی حسن الخلق حدیث : ۱۹۲۷۔مستدرک حاکم کتاب الایمان ۱/۱۲۸حدیث ۱۹۹۔طبع جدید و طبع قدیم ۱/۶۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ابو داؤد ۳/۱۷۸حدیث ۴۷۹۸۔صحیح الموارد الظمان ۲/۲۴۷حدیث ۱۶۱۹۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۴۲۱حدیث ۷۹۵۔امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اُن کی موافقت کی ہے۔

(۲) سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب الورع و التقوىٰ حدیث : ۴۲۱۸۔یہ حدیث ضعیف ہے۔ضعیف سنن ابن ماجه صفحه ۳۵۳حدیث ۴۹۷۸۔۴۲۹۳۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۴/۳۸۲حدیث / ۱۹۱۰۔

(۳) مسند احمد ۶/۶۸ اس کی سند صحیح ہے۔ارواء الغلیل ۱/۱۱۵۔ (عن عائشه رضی اللہ عنہا) یہ روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔مسند احمد ۱/۴۰۳۔موارد الظمان الیٰ زوائد ابن حبان کتاب الادعیة باب ۱۳حدیث ۲۴۲۳۔مسند ابی یعلی الموصلی ۴/۳۵۵حدیث ۵۰۵۳۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔صحیح الموارد الظمان ۲/۴۴۹ حدیث ۲۰۵۶۔صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۳۰۷۔

تنبیہ: اس دعا کو آئینہ دیکھتے وقت پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

ہیں۔ان کا یہ حال ہے کہ زندگی کا ہر پہلو، گوشہ، زاویہ، اور شعبہ اخلاقی روشنی کے ایک ایک لمعہ شعاع کو ترستا ہے۔ کیسا جگر خراش منظر ہے۔ کہ مسلمانوں کی تمدنی، معیشی، معاشرتی اور مذہبی حالتیں اخلاقیات کی جان پہچان کھو بیٹھتی ہیں۔رذائل کی کالی گھٹائیں مطلع ادب پر ایسی چھائی ہیں کہ نیر فضائل کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی۔

اخلاق کا یہ تاریک دور بتا رہا ہے کہ حالت دن بدن روبہ زوال ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ تبلیغی سعی کو بروئے کار لایا جائے۔اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کی اخلاقی مشعلیں روشن کر کے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی اصلاح کی جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں کتاب ''ریاض الاخلاق'' آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ خلوص دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو اخلاص سے عمل کی توفیق دے۔

چہ باید مرد را طبع بلندے مشرب نابے
دل گرمے نگاہ پاک بینے جان بے تابے

(اقبالؒ)

رجب ۱۳۸۷ھ **محمد صادق**

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ

رسولِ اللہ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کو بکثرت سلام کیا کریں' جس کو پہچانیں اسے بھی اور جسے نہ پہچانیں اسے بھی' بڑی محبت اور خلوص دل سے سلام کہیں' رحمت دوعالم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو سارا مدینہ زیارت کے لئے امڈ آیا۔ عبداللہ بن سلام بھی جو یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ کشاں کشاں دربار رسالت میں جا پہنچے۔ رُوئے انور کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ تورات کے وعدہ کے مطابق پیغمبر آخرالزمان آپ ہی ہیں۔ اور پھر شمع نبوت کا پروانہ بن کر مسلمان ہو گئے۔ یہی عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور ﷺ کی زبان سے سب سے پہلے یہ الفاظ سنے۔

((یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَام))[1]

''لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام عام کرو۔''

آشنا کو بھی اور بیگانہ کو بھی واقف کو بھی اور ناواقف کو بھی' سلام کو خوب پھیلاؤ اور بکثرت عمل میں لاؤ۔

یاد رہے کہ اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ دراصل ایک خیر و برکت کی دُعا ہے جو ملاقات کے وقت ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے جذبہ خلوص کے ماتحت زبان سے نکالتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تُم پر سلام ہو۔ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور اس کے معنی ہیں۔ سراسر سلامتی' سلامتی اور حفاظت کا منبع۔ ہر قسم کی تکلیف' مصیبت' دُکھ' درد' رنج' مرض' غم' فکر' بلا' وبا' اور آفات و حادثات سے سلامت رکھنے والا' امن وامان اور حفاظت جان بخشنے والا۔ بزرگ و برتر' سلام' جو بیشمار سلامتیوں کا سرچشمہ ہے۔ اے میرے پیارے مسلمان بھائی۔ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے۔ یعنی اللہ جو سلام ہے۔ سلامتی کے اِرادوں سے تیرے سر پر سایہ فگن ہو۔

اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ تو (اے میرے بھائی) مجھ سے سلامتی میں ہے۔ یعنی میری طرف سے ہر قسم کی دشمنی' حسد' بغض' کینہ' شرارت' غیبت' بہتان' بدخواہی' دھوکہ' فریب' نفاق اور ایذائے قولی و فعلی سے تو اپنے آپ کو سلامت اور مامون سمجھ۔ تیرے اور تیرے باطن سے میں تیرا رفیق ہوں۔ دین کا بھائی ہوں۔ میری ذات سے تو ہمیشہ پُرامن رہ! غور فرمائیں۔ کہ سلام کے اس متبرک مفہوم کو جو شخص سوچ سمجھ کر عمل میں لاتا ہے۔ خلوص سے دوسرے کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہے۔ وہ مسلمان بھائی کی کس قدر خیر خواہی اور ہمدردی کرتا ہے۔ اور اس بہی خواہی میں وہ اللہ کو کس قدر راضی کرتا ہے۔ پھر اگر اسی طرح خلوص نیت سے سلام کئے جائیں۔ تو کیا باہمی حسد۔ بغض۔ کینے۔ عداوتیں اور کدورتیں باقی رہ سکتی ہیں؟ سبحان اللہ! اسلام کی کیسی پاکیزہ اور صلح کل تعلیم ہے۔ لیکن

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب حدیث افشو السلام حدیث ۲۴۸۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۶۰۰/۲۔۵۹۹ حدیث ۲۴۸۵۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱۱۳/۲ حدیث ۵۶۹۔

افسوس! کہ مسلمان اس تعلیم کی رُوح سے بے رواں ہوگئے ہیں!

یہ صرف اسلامی سلام ہی ہے جو اپنے پہلو میں عالمگیر افادیت اور ہمہ گیر جامعیت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔ سارے جہان میں کوئی مذہب' قوم' جماعت' اور ملک ایسا خوبیوں اور رحمتوں بھرا سلام پیش نہیں کر سکتا۔ ہم یہاں غیر اقوام اور مختلف ممالک کے سلاموں کو گنوا کر ان کا اسلامی سلام سے بالتفصیل موازنہ کرتے۔ لیکن طوالت مانع ہے۔

سلام کہنے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے سلام کہا کریں۔ ہنگام سلام لبوں پر ضرور تبسم کی ضیا ہو!

واضح رہے کہ جو شخص مسلمان بھائیوں کو سلام نہیں کرتا۔ یا سلام کرنے میں پہل اس نیت سے نہیں کرتا کہ دوسرے ہی اس کو پہلے سلام کہیں۔ تو جان لینا چاہئے کہ وہ اخلاقی بیمار ہے۔ اس کی سیرت کو تکبر کا عارضہ لاحق ہے۔ اور اس عارضہ کا علاج سلام کرنے میں ہے' بلکہ سلام کرنے میں پہل کرنے اور سبقت لے جانے میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس کے افشا پر بہت زور دیا ہے۔

اب آپ اسلامی سلام سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمان کے چھ حق

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهُ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُه اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَه اِذَا غَابَ اَوْشَهِدَ)) **(مشکوٰۃ شریف)** (۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔''

❶ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

❷ اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھے۔

❸ اور اگر وہ کھانے کی دعوت کرے تو قبول کرے۔

❹ اور جب اس کو ملے تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے۔

❺ اور جب اسے چھینک آئے تو (اس سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سن کر) يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب السلام حدیث ۴۶۳۰۔ سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تشمیت العاطس حدیث ۲۷۳۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۹۳ حدیث ۲۷۳۷۔

❻ اور اس کی (دِین و دُنیا کے ہر امر میں) خیر خواہی کرے' اس کی موجودگی میں بھی اور غیر حاضری میں بھی۔

اِنتباہ

دعوتِ طعام کا قبول کرنا سُنت اور بڑا ثواب ہے۔ حضورِ انور ﷺ کی ایک دوسرے کو کھانا کھلانے کے متعلق کئی حدیثیں ہیں۔ باہمی دعوتوں کی رغبت دلانے میں یہ راز ہے کہ آپس میں اُلفت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ رنج و کینہ دُور ہو کر رشتہ اخوت مضبوط ہوتا ہے۔ لیکن ایسی دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہئے' جو فخر و ریا اور نمود و نام کے لئے ہو۔ یا جس محفل میں باجے گاجے' مزامیر' اور بر ابط اپنا رنگ دکھا رہے ہوں۔ یا کوئی اور شرعی امر مانع ہوں۔ اور اگر دعوت کرنے والے کی کمائی کا ناجائز اور حرام کے ذریعہ حاصل کرنا کھلم کھلا معلوم ہو۔ تو ایسی دعوت سے بھی ضرور اِجتناب کرنا چاہئے بعض سپوت اپنے بڑے بوڑھے کے مرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے ان کی روٹی کرتے ہیں۔ اور نام و نمود' اور فخر و غرور کی دیگیں پکاتے ہیں اور خویش' قبیلہ' برادری' اور دوست احباب کو مدعو کر کے انہیں کھلاتے پلاتے ہیں۔

خوب یاد رکھیں! کہ کبھی ایسی دعوت اڑانے نہ جائیں۔ کیونکہ اگر یہ دعوت نمود و ریا کے لئے ہے (برادری کی واہ واہ کی خاطر ہے) تو بھی اس کا کھانا ناجائز ہے۔ اور اگر میت کے ایصال ثواب کے لئے ہے تو اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں۔ پھر بھی آپ کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوئی۔ مسلمان بھائیوں کو ہر کام سوچ سمجھ کر شریعت کے مطابق کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ مسلمان ہونے کا جبھی صحیح ہو سکتا ہے' کہ وہ اپنی ہوا و حرص کو چھوڑ کر اسلام کے پابند ہو جائیں۔ ہر کام کتاب و سنت کی روشنی میں کریں۔ قرآن اور حدیث کے استدلال سے عمل میں لائیں۔

دوستی اور محبت کا راز

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ))
(مسلم)(۱)

''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں داخل ہو گے تم بہشت میں' یہاں تک کہ تم اِیمان لاؤ۔ اور نہ اِیمان (کامل) لاؤ گے' یہاں تک کہ آپس میں (للّٰہ) دوستی اور محبت کرو اور کیا نہ بتاؤں تمہیں وہ چیز جس پر عمل کرنے سے تمہارے اندر دوستی اور محبت پیدا ہو؟ (سنو) اپنے درمیان سلام کو خوب پھیلاؤ''۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان أنه لا یدخل الجنة الا المومنون و أن محبة المومنین من الایمان حدیث : ۵۴۔

ملاحظہ:۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر واقف ناواقف اپنا پرایا آشنا نا آشنا دیہاتی شہری مقامی غیر مقامی اجنبی مسافر غریب امیر چھوٹا بڑا بچہ بوڑھا اور ہر کہہ ومہ جو بھی ملے۔ بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے اسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہیں۔ آپ ذرا سوچیں کہ جو شخص اس طرح ہر ملنے والے کو خواہ اسے پہچانتا ہو یا نہ۔ سلام کرنا شروع کردے۔ تو ایک مہینہ میں ان کی جان پہچان اور میل ملاقات کا حلقہ کتنا وسیع ہو جائے گا۔ سال میں اس کے ملاقاتیوں اور آشناؤں کی تعداد کہاں تک جا پہنچے گی۔ اور پھر چند سالوں میں اس کے احباب اور مخلص دوست کس قدر پیدا ہو جائیں گے جو اسے جان کی طرح عزیز رکھیں گے۔ اور سر آنکھوں پر جگہ دیں گے یہ سب افشائے سلام ہی کی خوبی و برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ صحابہؓ پر بیشمار رحمتیں نازل کرے۔ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سلام کو پھیلاتے تھے۔ اور اس حب کے نسخے پر عمل پیرا ہو کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں سماتے تھے۔ انہیں بکثرت سلام کرنے میں کوئی عار نہیں آتی تھی۔ وہ حقیر سے حقیر آدمی کو بھی سلام کہنا اپنی کسر شان نہیں جانتے تھے۔ لیکن افسوس آج کم حیثیت شخص کو سلام کہتے ہوئے ہماری آن میں فرق پڑتا ہے۔ اور غریبوں مسکینوں ضعیفوں حقیروں اور نوکروں چاکروں پر تقدیم سلام کے تصور سے ہماری جان جاتی ہے۔

تقدیم سلام کا مرتبہ

((وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَءَ بِالسَّلَامِ))[1] (ترمذی۔ ابوداؤد)

''ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سب آدمیوں سے بڑھ کر وہ شخص اللہ والا (اللہ کے نزدیک) ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرتا ہے''۔

ملاحظہ:۔ سلام میں پہل کرنے پر نفس کشی لازم آتی ہے۔ تکبر خودی اور ہنکار مٹتا ہے۔ عجز وانکسار اور تواضع و فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شخص سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اللہ تواضع اور انکساری کے بدلے اسے عروج اور بلندی عطا کرتا ہے جو اس کا قرب ہے۔

تکبر سے براءت ونجات

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیٌّ مِّنَ الْکِبْرِ)) (مشکوٰۃ)[2]

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی فضل من بدأ السلام حدیث ۵۱۹۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۵ حدیث ۵۱۹۷۔

(۲) بیهقی فی شعب الایمان ۶/۴۳۳ حدیث ۸۷۸۷۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب السلام حدیث ۴۶۶۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۲۳۶۵۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۴/۲۳۶ حدیث ۱۷۵۱۔

''حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ تکبر سے پاک ہو جاتا ہے''۔

معمولی اوٹ کے بعد سلام

((وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ)) (ابوداؤد)(۱)

ترجمہ:۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی سے ملے۔ تو اس پر سلام کرے' پھر اگر دونوں کے درمیان درخت' دیوار' یا (بہت بڑا) پتھر حائل ہو (اور) پھر ملے اس سے' تو دوبارہ سلام کرے اس پر''۔

سلام کے آداب

رحمت عالم ﷺ نے استحباب سلام میں یہاں تک فرما دیا۔ کہ ایک سلام کرنے کے بعد اگر تمہارے درمیان کوئی درخت' دیوار' پتھر' حائل ہو جائے۔ یعنی لمحہ بھر کے لئے بھی ایک دوسرے سے جدا ہو کر پھر آمنے سامنے آ جاؤ۔ تو اب پھر سلام کرو۔ اس سے سلام کے استحباب میں کمال مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور مبالغہ اس کے افشاء کی کثرت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

البتہ بعض مقامات میں سلام کرنا مکروہ ہے' پاخانہ پھرنے' پیشاب کرنے استنجاء کرنے کے وقت سلام نہ کرنا چاہئے' اور اسی طرح نماز پڑھنے' قرآن کی تلاوت کرنے' اذان دینے' غسل کرنے' اونگھنے کی حالتوں میں بھی سلام نہ کریں' اور نہ ہی دوران خطبہ میں سلام کرنا چاہئے۔

قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ (۲)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے ایک آدمی گزرا اور اس نے سلام کیا آپ نے فرمایا: ''جب تم مجھے اس جیسی حالت میں دیکھو تو مجھے سلام مت کہو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه ایسلم علیه؟ حدیث ۵۲۰۰ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۳/۲۷۶ حدیث ۵۲۰۰ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۳۶۱ حدیث ۱۸۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الحیض باب التیمم حدیث ۳۷۰۔

تمہیں جواب نہیں دوں گا۔''(۱)

اِسی حدیث کی بناء پر باتفاق علماء پیشاب و پاخانہ میں مصروف کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسے شخص کو سلام کرے تو مستحب یہ ہے کہ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضوء کر کے سلام کا جواب دے۔ سیدنا مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو اُنھوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا' آپ ﷺ نے جواب نہ دیا' یہاں تک کہ آپ نے وضوء کر لیا پھر آپ ﷺ نے اپنا عذر بتایا پھر فرمایا مجھے یہ بات ناپسندیدہ تھی کہ میں اللہ کا ذکر طہارت کے بغیر کروں۔ (۲)

دورانِ نماز سلام کا جواب دینا

نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا جائز ہے۔ البتہ باہر سے آنے والا نماز کی حالت میں سلام آہستہ کہے جس سے نمازی کو تکلیف نہ ہو۔ البتہ نمازی سلام کا جواب اشارے سے دے گا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا تو واپسی پر میں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کہا تو آپ ﷺ نے مجھے اشارے سے جواب دیا۔ (۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نماز پڑھتے وقت جب لوگ نبی ﷺ کو سلام کرتے تو آپ ﷺ ان کو کیسے جواب دیتے' انھوں نے جواب دیا کہ اس طرح کرتے اور اپنا ہاتھ پھیلایا۔ (۴)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باہر سے مسجد میں داخل ہونے والا السلام کہہ سکتا ہے خواہ جماعت بھی ہو رہی ہو۔ اگر یہ درست نہ ہوتا تو اللہ کے رسول اللہ ﷺ خود ہاتھ کے اشارے سے جواب ہی نہ دیتے بلکہ اس سے روک دیتے جیسا کہ منہ سے جواب دینے سے روک دیا تھا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ جانے سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کو سلام کہتے تھے تو نبی کریم ﷺ نماز کے دوران ہی ہمیں جواب دے دیتے تھے۔ جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے سلام کہا آپ

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الطھارۃ باب الرجل یسلم علیہ وھو یبول۔ حدیث ۳۵۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ حدیث ۲۸۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث ۱۹۷۔

(۲) سنن ابو داؤد کتاب الطھارۃ باب ایرد السلام وھو یبول ؟ حدیث ۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث ۱۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب لتحریم الکلام فی الصلاۃ حدیث ۵۴۰۔

(۴) سنن ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلاۃ حدیث ۳۶۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ترمذی حدیث ۳۶۸۔

نے جواب نہ دیا۔ نماز کے بعد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ اپنا جو حکم نیا دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ایک نیا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو۔[1]

قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سلام کرنا

قرآن پڑھنے والے کو سلام کہنا جائز ہے اور قرآن پڑھنے والا اس کا جواب دے گا۔

سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پھر آپ نے ہمیں سلام کیا تو ہم نے سلام کا جواب دیا۔ الخ[2]

حمام میں موجود شخص کو سلام کرنا

اگر کوئی شخص حمام میں ہو (یہاں حمام سے مراد وہ غسل خانہ ہے جہاں صرف غسل کرنے کا انتظام ہو اور وہ شخص ایسے حمام میں غسل کر رہا ہو) تو ایسے شخص کو سلام کیا جا سکتا ہے۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی جس سال مکہ فتح ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے لیے پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا۔ میں ام ہانی ابو طالب کی بیٹی ہوں۔ آپ ﷺ نے مرحبا کہا۔ الخ[3]

سوتے جاگتے لوگوں کو سلام کرنا

اگر کسی جگہ کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ بیدار ہوں تو وہاں سلام کیا جا سکتا ہے۔ ایک طویل حدیث ہے۔ جس

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب ردّ السلام فی الصلاۃ حدیث ۹۲۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث ۹۲۳۔

(۲) مسند احمد۔ ۴/۱۵۰۔

محقق العصر حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت حسن ہے۔ اسے امام ابو عبدالرحمٰن النسائی (۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ) نے بھی احمد بن نصر (بن زیاد النیسابوری) عن عبداللہ بن یزید (ابن عبدالرحمٰن) المقرئی کی سند سے روایت کیا ہے۔

سنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۱۹۔۱۸ حدیث ۸۰۳۵۔ کتاب فضائل القرآن باب ۲۸ الامر تعلیم القرآن والعمل بہ (ماہنامہ شہادت نومبر ۲۰۰۲ء صفحہ ۳۹)

اس حدیث کے بارے میں محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے ھذا اسناد صحیح۔ یعنی یہ سند صحیح ہے۔ کہا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۷/۸۴۷۔ حدیث ۳۲۸۵۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد حدیث ۳۵۷۔ صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب تستر المغتسل بثوب و نحوہ۔ حدیث ۳۳۶۔ اور حدیث ۷۱۹۔

میں سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے حصے کا دودھ اُٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ پس آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوتے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور بیدار کو سنا دیتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔ (۱)

دوران خطبہ سلام کرنا

جب امام خطبہ دے رہا ہو تو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کرے۔ نیز جو لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ان کے لیے بھی جائز نہیں کہ سلام کا جواب دیں۔ لیکن اگر کسی نے اشارے سے جواب دے دیا تو جائز ہے۔ (۲)

گھر والوں پر سلام

((عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ))(ترمذی) (۳)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ بیٹا! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو انہیں سلام کہہ۔ ایسا کرنے سے تجھ پر برکت ہوگی اور تیرے گھر والوں پر بھی۔''

ملاحظہ:۔ سب بھائیوں اور بہنوں کو چاہئے کہ جب وہ گھر آیا کریں۔ تو گھر والوں پر سلام کیا کریں۔ جتنی مرتبہ آپ گھر سے باہر جائیں واپسی پر ہر بار سلام کریں۔ ایسا کرنا بے حد خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ گھر کے افراد میں پیار محبت اور اتفاق پیدا ہوگا۔ رزق میں فراخی' کاموں میں برکت اور اعمال صالح کی توفیق حاصل ہوگی۔ ضرور گھر میں آتے ہی پکارا کریں۔ ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ﴾

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((فَاِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ)) (بیہقی) (۴)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب فضل الضعیف و فضل ایثاره حدیث ۲۰۵۵۔

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء ۲۴۳/۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی تسلیم اذا دخل بیته حدیث ۲۶۹۸۔ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب و الترھیب ۲۶۶/۲ حدیث ۱۶۰۸۔ البتہ محقق العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ تخریج ریاض الصالحین مترجم ۲۶/۲۔ حدیث ۸۶۱۔

(۴) بیہقی فی شعب الایمان ۴۴۸/۶۔۴۴۷۔ حدیث : ۸۸۴۵۔ و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب السلام حدیث : ۴۶۵۱۔ وضاحت : یہ حدیث مرسل (ضعیف) ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس مرسل کو حسن کہا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث : ۵۲۶۔

"جب گھر سے نکلو تو گھر والوں کو سلام کے ساتھ رخصت کرو"۔

عورتوں پر سلام

((عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا)) (ابن ماجه) (۱)

"اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے کہ عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو آپ ﷺ نے ہم سب عورتوں پر سلام فرمایا۔"

لڑکوں پر سلام

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ صِبْيَانٌ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا)) (ابن ماجه) (۲)

"حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول ﷺ نے ہمارے پاس نزول اجلال فرمایا جب کہ ہم ابھی لڑکے تھے۔ تو آپ نے ہمیں سلام کہا۔"

کلام سے پہلے سلام

((وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ)) (ترمذی) (۳)

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اسلام علی النساء حدیث ۵۲۰۴۔ سنن ابن ماجه کتاب الادب باب السلام علی الصبیان والنساء حدیث ۳۷۰۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۷۔ حدیث ۵۲۰۴۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۲۲۲ حدیث ۳۰۰۱۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۴۶۷۔

جہاں فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو تو مرد عورت کو اور عورت مرد کو سلام کر سکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت ہو یا بوڑھی عورت ہو تو مردوں کا ان کو سلام کہنا جائز ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ جوان عورت کا جب کہ وہ تنہا ہو مرد کو سلام کرنا اور اسی طرح مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا صحیح نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

(دلیل الطالبین ترجمہ وفوائد ریاض الصالحین جلد ا ص ۶۸۸ ناشر مکتبہ دارالسلام ریاض)

(۲) سنن ابن ماجه کتاب الادب باب اسلام علی الصبیان والنساء حدیث: ۳۷۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۲۲۲ حدیث ۳۰۰۰۔ اسی مفہوم کی حدیث صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم علی الصبیان حدیث ۶۲۴۷ صحیح مسلم کتاب اسلام باب استحباب السلام علی الصبیان حدیث ۲۱۶۸ میں بھی موجود ہے۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی السلام قبل الکلام حدیث ۲۶۹۹۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۹ حدیث ۲۶۹۹۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۴۵۸ حدیث ۸۱۶۔

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سلام پہلے کلام کے ہے۔''

ملاحظہ:۔ یعنی جب ملیں تو بات کرنے اور خیریت وغیرہ پوچھنے سے پہلے سلام کرنا چاہیئے۔ سلام سے پہلے کلام کرنا اچھا نہیں ہے۔

سلام با برکت ورحمت

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ)) (ترمذی)(۱)

''حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ! آپ نے سلام کا جواب دیا اور وہ شخص بیٹھ گیا آپ نے فرمایا: اس کو دس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ! آپ ﷺ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا حضور نے فرمایا۔ اس کو بیس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی آیا۔ اور اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُه اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اور وہ بیٹھ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کو تیس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔''

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ))(بخاری شریف)(۲)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرنے میں پہل کرے۔''

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ما ذکر فی فضل السلام حدیث ۲۶۸۹۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب کیف اسلام؟ حدیث ۵۱۹۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۴۔۷۳ حدیث ۲۶۸۹۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۷۵ حدیث ۵۱۹۵۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب تسلیم القلیل علی الکثیر حدیث ۶۲۳۱۔

سوار پیدل کو سلام کرے

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ)) (بخاری)(۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوار پیادہ پا کو سلام کہنے میں پہل کرے۔''

واقف اور ناواقف کو سلام

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تُقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَّمْ تَعْرِفْ)) (بخاری شریف، مسلم شریف)(۲)

''عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اسلام کی کونسی صفت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (لوگوں کو) کھانا کھلانا اور ہر آشنا و نا آشنا، واقف و ناواقف کو سلام کہنا۔''

یہودیوں کے شر کینہ کا جواب

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْیَهُوْدِ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَیْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَیْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَ عَلَیْكُمْ)) (بخاری و مسلم)(۳)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہونے کے لئے اجازت مانگی (آپ ﷺ نے انہیں اجازت دیدی) پھر انہوں نے (دربار

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب یسلم الراکب علی الماشی حدیث : ۶۲۳۲۔
صحیح مسلم کتاب السلام باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر حدیث ۲۱۶۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام حدیث ۱۲ او کتاب الاستیذان باب اسلام للمعرفة و غیر المعرفة حدیث : ۶۲۳۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان تفاضل الاسلام و ایّ اموره افضل حدیث : ۳۹۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب کیف الرد علی اهل الذمة بالسلام؟ حدیث ۶۲۵۶۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیهم حدیث ۲۱۶۵۔

رسالت میں آ کر) حضور ﷺ کو اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ (یعنی تم پر موت) حضرت عائشہؓ نے کہا۔ موت تم پر اور لعنت۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو دوست رکھتا ہے سب امور میں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ نے سنا نہیں تھا کہ یہودیوں نے (بجائے سلام کے) کیا کہا تھا (اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ) "تم پر سام یعنی موت ہو۔" آپ نے فرمایا (سنا تھا) اور میں نے انہیں جواب میں وعلیکم یعنی تم پر ہو۔ کہہ دیا تھا۔"

انگلی اور ہتھیلی سے سلام کرنے کی ممانعت

((وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَ تَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ)) (ترمذی)(۱)

"روایت ہے عمرو بن شعیب سے اس نے نقل کی اپنے باپ شعیب سے اور اس نے نقل کی اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے ہم میں سے (یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں) وہ شخص جو (اسلامی طریقے چھوڑ کر) ہمارے غیر (اہل ملت) کے ساتھ مشابہت کرے۔ (سنو)! نہ مشابہت کرو تم یہودیوں کے ساتھ اور نہ عیسائیوں کے ساتھ۔ بیشک یہودی انگلیوں کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں۔ اور عیسائی ہتھیلیوں کے اشارہ سے۔"

دُور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔

سلام کی دیگر مکروہ صورتیں

مسلمانوں میں بھی یہ رواج عام ہو گیا ہے' کہ سلام کرتے وقت یا تو ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ وہی ہتھیلی یا اُنگلی' خبردار! آئندہ ہاتھ یا اُنگلی وغیرہ کا اِشارہ سلام کرتے وقت ہرگز نہ کریں۔ اور بعض تو ایسے ہیں کہ صرف اُنگلی کھڑی کر چھوڑتے ہیں۔ زبان سے الفاظ سلام کے نہیں نکالتے' اور بعض اوقات دُور کھڑے کھڑے ایک دوسرے پر نظر

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی کراھیة اشارة الید فی السلام حدیث : ۲۶۹۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۷۷ حدیث : ۲۶۹۵۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵/۲۲۷ حدیث ۲۱۹۴۔ دور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔ دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین ۲/۲۳ طبع مکتبہ دارالسلام۔

پڑتی ہے' تو صرف اُنگلیوں یا ہتھیلیوں کے اشارے ہی سے سلام کا کام کر دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی ایسی مشابہت سے منع کیا ہے۔ اس لئے آپ کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے پیارے رسول ﷺ ہادی اعظم ﷺ کے اِرشاد اور طریقہ کے مطابق ملاقات کے وقت صرف زبان سے سلام پکارنا چاہئے۔ اور بعض ہستیاں ایسی ہیں کہ ان کو سلام کہیں تو سر کو ذرا سا ہلا دیتی ہیں۔ زبان سے کچھ نہیں کہتیں۔ انہیں بھی اپنی ضرور اصلاح کرنی چاہئے۔ اور بجائے سر کے زبان کو ہلانا چاہئے۔ اس طرح وعلیکم السلام۔ منہ بسور کر نہیں' بلکہ خندہ پیشانی سے۔ اور کئی لوگ از راہِ ادب سلام کہتے وقت سر کو بھی ضرور جھکاتے ہیں۔ ہاتھ کے ساتھ۔ اور بعض کمر کو دوہرا کر دیتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ایسا کرنے میں وہ اپنے ادب وخلوص اور دوسرے کی عزت واحترام کا اِنتہائی مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور بڑی محبت اور سنجیدگی سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں بڑے ادب واحترام سے ہماری درخواست ہے کہ وہ بھی اس روش کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہر نیک عادت اور اچھی رسم کے بانی اور مربی حضرت محمد ﷺ سے سلام کرتے وقت ایسا ادب واحترام ثابت نہیں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی تمام ملکی' قومی رسموں اور تہذیبوں کو رحمت دو عالم کی سکھلائی ہوئی اسلامی تہذیب پر قربان کر دیں۔ اور مسنون طریقوں کو ہی اپنائیں' اور عمل میں لائیں۔ فرشی سلام بھی آپ نے سنا ہوگا۔ اس میں جھکاؤ اور خمیدگی فرش بوس ہوتے ہیں۔ سلام کرنے والا کچھ اس طرح جھک جھک جاتا ہے کہ زمین میں ہی سما جائے۔ اس سلام کے بارے میں ہم کیا عرض کریں۔ کہ یہ سب اسلامی تہذیب سے ناآشنائی کے لچھن ہیں۔

تبلیغی سلام کا جواب

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضور انور ﷺ نے اس طرح جواب دیا۔

((عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ)) (ابوداؤد)[1]

''تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو۔''

ملاحظہ:۔ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کا سلام پہنچائے۔ جواب میں اس پر بھی سلام کہنا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی شخص آپ کو کسی کا سلام دے۔ تو آپ یوں کہیں۔ عَلَیْکَ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ اور اگر کوئی کسی عورت کا سلام پہنچائے۔ تو اس طرح جواب دیں۔

عَلَیْکَ وَ عَلَیْهَا السَّلَامُ.

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل یقول : فلان یقرئك السلام حدیث : ۵۲۳۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۹۷۴ حدیث : ۵۲۳۱۔

رخصت کے وقت سلام

جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرتے ہیں۔ اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَۃِ))(ابوداؤد)[(۱)]

''پھر جب چلنے کے لئے اُٹھو۔ تو (بدستور) سلام کرو۔ کہ پہلا (ملاقات کا) سلام دوسرے (رخصتی) سلام سے لائق تر نہیں۔''

سلام کی اِبتداء

((وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ وَ نَفَخَ فِیْہِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ فَحَمِدَ اللّٰہَ بِاِذْنِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَبُّہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یَا اٰدَمُ اِذْھَبْ اِلٰی اُوْلٰٓئِکَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِلٰی مَلَاءٍ مِنْھُمْ جُلُوْسٍ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ قَالُوْا عَلَیْکَ السَّلَامُ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی رَبِّہٖ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ تَحِیَّتُکَ وَ تَحِیَّۃُ بَنِیْکَ بَیْنَھُمْ)) (ترمذی)[(۲)]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی تو وہ چھینکے پھر الحمد للہ کہنا چاہا۔ پھر اللہ کی توفیق سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ یعنی سب تعریف وستائش اللہ ہی کے لائق ہے پھر اللہ تعالیٰ نے (الحمد للہ کے جواب میں) فرمایا یَرْحَمُکَ اللّٰہ اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ (پھر حکم دیا) اے آدمؑ! جا ان فرشتوں کی جماعت کی طرف جو (وہاں) بیٹھی ہوئی ہے اور کہہ ان کو السلام علیکم۔ پھر حضرت آدمؑ نے (وہاں جاکر) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا پھر فرشتوں نے جواب میں کہا۔ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ حضرت آدمؑ پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس آئے۔ (جہاں اللہ نے ان کے ساتھ کلام کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (آدم سن) تحقیق یہ ہے دعا تیری اور اولاد تیری کی آپس میں۔ یعنی ایک دوسرے کو سلام کہنا۔''

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسلیم عند القیام و عند القعود حدیث : ۲۷۰۶۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی السلام اذا قام من المجلس حدیث : ۵۲۰۸۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۸۲/۳ حدیث : ۲۷۰۶۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۷۸/۳ حدیث : ۵۲۰۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳۵۶/۱ حدیث : ۱۸۳۔

(۲) سنن ترمذی ابواب التفسیر باب فی قصۃ خلق آدم و بدء التسلیم و التشمیت و جحدہ و جحد ذریتہ حدیث : ۳۳۶۸۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۸۰/۳ حدیث : ۳۳۶۸۔

اِسلامی سلام کا لازوال توازن

اِس سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم کہنے کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ہے۔ اور دُنیا کے اندر غیر مذاہب اور غیر اقوام میں جو علیک سلیک کے طریقے اور دستور جاری ہیں وہ انسانوں کے ساختہ پرداختہ ہیں۔ جن میں غور کرنے سے بڑی بڑی خامیاں گنائی جاسکتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے پھر وہ ہمہ گیر نہیں ہوسکتے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے نمستے! جس کے معنی ہیں بندگی' پوجا' اور سجدہ' ماتھا ٹیکنا۔ آپ غور کریں کہ کیا اس نمسکار میں شرکیہ تعلیم نہیں ہے؟ اللہ کے سوا دوسرے کی بندگی' پوجا' اور اس کے آگے ماتھا ٹیکنا عملاً یا عقیدۃً روح کی موت اور اخلاق کی تکفین ہے۔ بندگی' نمستے' نمسکار' ماتھا ٹیکنا' پاؤں پڑنا' ہاتھ جوڑنا وغیرہ۔ سلام کرنے کے کس قدر گھناؤنے نظریئے۔ اور لایعنی طریقے ہیں۔ قطع نظر شرک کے آپ سوچیں کہ اگر کوئی لڑکی اپنی ماں کو کہے ماتا! مَیں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ لڑکی کی برخورداری ہے۔ ماں کا ادب بجالائی' اور جواب میں اگر ماں بھی یہی کہے۔ بیٹی! مَیں تیرے پاؤں پڑتی ہوں۔ تو کیا معقولیت کی رُو سے یہ سلام بے کار' اور ناکام نہیں ہے؟ اسی طرح بیٹا باپ کو کہے۔ ماتھا ٹیکتا ہوں' اور باپ بھی جواب میں بیٹے کو ماتھا ٹیکے' تو کیا ایسی کورنش اخلاقی دنیا میں شائستہ تصور کی جاسکتی ہے؟

ایک دفعہ ایک شریف ہندو ہماری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی انہوں نے کہا۔ حکیم صاحب بندگی! ہم نے مزاج پرسی وغیرہ کے بعد کہا۔ لالہ جی! بندگی کے معنی عبادت کے ہیں۔ فرمایئے کہ بندگی اور عبادت کے لائق کون ہے؟ وہ بولے ایشور! اللہ' ہم نے کہا کہ پھر آتے ہی آپ نے ہمیں بندگی کیوں کہا۔ بندگی اور عبادت' تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ انسان اللہ کی بندگی کرنے کے لئے ہے' نہ اپنی بندگی کرانے کے لئے۔ لالہ جی! جب درحقیقت آپ ہماری بندگی اور پوجا کرتے نہیں ہیں۔ تو پھر زبان سے کیوں کہتے ہیں؟ اس پر لالہ جی نے ہنس کر بات ٹال دی۔ اس تذکرہ سے ہماری مُراد یہ ہے کہ انسان کے وضع کردہ سلام ہمہ گیر نہیں ہیں۔ سب جگہ کام نہ دینے والے خامیوں سے بھرپور اور بہت حد تک غیر معقول ہیں۔

اسی طرح کوئی کہتا ہے (Good Morning) گڈ مارننگ صبح مبارک! تاریخ بتاتی ہے کہ بہت سی قوموں پر اللہ کے عذاب صبح کے وقت ہی آئے۔ جن سے وہ نیست و نابود ہوگئیں۔

﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاۗءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت : ۱۷۷)

"پھر جب عذاب الٰہی ان کے گھروں کے صحن میں اُترا۔ تو جن لوگوں کو پہلے ڈرایا جاچکا ہے۔ اُن کی صبح (عذاب آنے کے سبب) بڑی بُری اور منحوس ہوئی۔"

فرمایئے! اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو پھر صبح مبارک' عصر مبارک! شام مبارک! رات مبارک! اے جناب!

کیوں مبارک اور کیسے مبارک؟ دُنیا کے اندر صبحیں بربادیوں کا پیغام بھی لائیں۔ دوپہروں نے خونی انقلابوں کے الارم بجائے۔ بعد دوپہر کے جوالا مکھی بھی لاوا اگلا کئے۔ شاموں کے دھندلکوں میں مایوسی کی پرچھائیاں بھی رقص کناں ہوئیں اور بسا اوقات عاملان قضا و قدر نے راتوں کی سیاہی میں بھی قوموں کی تباہی کے فیصلے صادر کئے۔ فرمایئے! کیا چیز مبارک ہوئی؟ یہی نا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُه۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں ہوں اس اللہ کی کہ جس کے حکم کے ماتحت' فلک الافلاک سے لے کر تحت الثریٰ تک کی تمام مخلوق' نباتات' جمادات حیوانات کی خیر وشر' اور نحوست و برکت' مجبور و مقہور اور مسخر و منقاد ہے۔

پس خیر و برکت اور رحمت و سلامتی کی طلب' صرف اللہ ہی سے کی جا سکتی ہے اور شر و نحوست اور نکبت و فلاکت سے بچنے کے لئے بھی اسی کے در کو ہی دستک دے سکتے ہیں۔ کہ درحقیقت وہی ذات برحق ملجاو ماویٰ ہے۔ شاخوں' ٹہنیوں' اور کونپلوں کو چھوڑ کر جڑ کی طرف آؤ۔ کہ جس اصل پر دارومدار حیات ہے۔ تمام فروع کا۔ دنیا میں کوئی چیز موثر بالذات نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق میں کسی شے کے اندر ذاتی طور پر نہ نفع ہے نہ نقصان' نہ خیر ہے نہ شر' نہ برکت ہے نہ نحوست' بلکہ یہ تمام ثمرات و اثرات قدوس لایزال کے حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اسباب و علل کی آئینہ سیما صورتوں کے پجاریوں کو مسبب الاسباب کے حسن لازوال کو نرگس کی آنکھ سے دیکھنے کا مشتاق ہونا چاہئے' ایسا کہ نظارہ جنبش مژگاں کے بار سے بھی آزاد ہو۔

مصافحہ' معانقہ اور بوسہ

سلام کرنے کے بعد اگر کوئی محبت کا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھائے اور دوسرا بھی برادر خواندگی کا ہاتھ دراز کرے۔ اور پھر دونوں ہاتھ اخلاص کے جذبہ کے تحت مل جائیں۔ تو یہ فعل مصافحہ کہلاتا ہے۔ مصافحہ کرنے والے سلام کرنے والوں سے زیادہ خلیق اور ملنسار دکھائی دیتے ہیں' اور مصافحہ کرنے میں زیادہ یگانگت آشنائی اور محبت کی گرمجوشی پائی جاتی ہے' اور اگر سلام کہنے اور مصافحہ کرنے کے بعد محبت کے ارمان نہیں نکلے اور مروت و اخوت کی آرزوئیں اور حسرتیں پوری نہیں ہوئیں تو پھر مصافحہ کے بعد آپس میں گلے مل لینا چاہئے۔ [1] اور بغلگیر ہو کر خلوص کی سان پر چڑھی ہوئی محبتوں کے تقاضے پورے کر لینے چاہئیں۔ اس طرح آپس میں گلے لگنے کو معانقہ کہتے ہیں اور معانقہ دو بھائیوں' یا دو دوستوں کے اظہار محبت کی آخری صورت زیبا ہے۔ درجات اخلاق میں ملنساری کا یہ بہت بلند مقام ہے۔

مصافحہ اور معانقہ' چونکہ انسان کو ایک دوسرے کے زیادہ قریب کرتے ہیں۔ آپس میں محبت و اخوت' اور اتفاق

---

(۱) سلام اور مصافحہ تو ہر وقت کر سکتے ہیں' لیکن معانقہ سفر سے آنے پر یا دیر سے ملاقات ہونے پر کرنا چاہئے' اور واضح رہے کہ اجنبی عورتوں سے مصافحہ اور معانقہ حرام ہے۔ ہاں سلام کرنے کی بے شک اجازت ہے۔ (محمد صادق رحمہ اللہ)

واتحاد پیدا کرتے ہیں۔ ان سے اجنبیت' غیریت' بے گانگی دور ہو کر طبائع میں راہ ورسم' ربط وضبط' اور اُلفت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اسلام کی مکمل تعلیم کے اندر ان کا ذکر نہ آتا۔ صاحب خلق عظیم حضرت رسول کریم ﷺ مصافحہ' اور معانقہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

مصافحہ سے گناہوں کی بخشش

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا)) (ترمذی' ابن ماجه)(۱)

''براء ابن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ دو مسلمان جو آپس میں ملیں اور (سلام کے ساتھ) مصافحہ کریں تو علیحدہ ہونے سے پہلے ان (کے صغیرہ گناہوں) کی بخشش ہو جاتی ہے۔''

ملاحظہ:۔ مصافحہ کرنے سے گناہوں کی بخشش اس لئے کی جاتی ہے کہ دو مسلمانوں کو خلوص اور محبت سے ہاتھ ملاتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور اس خوشی میں ان کی لغزشیں اور خطائیں معاف کر دیتا ہے' یہ بخشش صرف اسی صورت میں ہے کہ جب ہاتھ دلی محبت اور خلوص کے ساتھ بڑھیں' صرف للّٰہیت ہاتھوں کو ملانے والی ہو۔ اور نفسانی کدورتوں اور حسد وبغض کی آلودگیوں سے لتھڑے ہوئے ہاتھوں کا ملنا کبھی موجب بخشش نہیں ہو سکتا کیونکہ ''دست در تسبیح ودل در گاؤ خر۔'' کی نمود وریا سے اللہ راضی نہیں ہوتا۔

مصافحہ سے تکمیل اِسلام

((وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْعَلٰى يَدِه فَيَسْاَلُه كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ))(ترمذی)(۲)

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحة حدیث : ۵۲۱۲۔ سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة حدیث : ۲۷۲۷۔ سنن ابن ماجه کتاب الادب باب المصافحة حدیث ۳۷۰۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد حدیث : ۵۲۱۲۔ صحیح سنن ترمذی ۹۱/۳ حدیث ۲۷۲۷۔ صحیح سنن ابن ماجه ۲۲۳/۳ حدیث ۳۰۰۳۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵۶/۲ حدیث ۵۲۵۔ البتہ حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ابو اسحاق السبیعی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کیا ہے۔ تخریج ریاض الصالحین مترجم ۳۶/۲ حدیث ۸۸۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة حدیث ۲۷۳۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۳۱۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۴۴۹/۳ حدیث ۱۲۸۸۔

"حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیمار کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ اس کی پیشانی 'یا اس کے ہاتھ پر رکھ کر پوچھو۔ کہ کیا حال ہے اس کا۔ اور (اسی طرح) تمہارے سلاموں کی تکمیل جو آپس میں کرتے ہو۔ مصافحہ (سے) ہے۔" (ترمذی)

ملاحظہ:۔ آپ سلام کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے سے دس نیکیاں اور ساتھ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہنے سے بیس اور وَبَرَکَاتُه کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن ان نیکیوں کے ساتھ بخشش کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ اور مصافحہ سے متعلق آپ نے ابھی اُوپر حدیث میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ مصافحہ کرنے والوں کے گناہوں کی بخشش کی جاتی ہے۔ جب بخشش ہوگئی تو سلام پورا ہوگیا۔ یعنی سلام کہنے والا اور سلام لوٹانے والا دونوں کے (مصافحہ کے بعد) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ بخشش حاصل ہوئی تو سلام کی تکمیل ہوگئی۔ اور یہ تکمیل مصافحہ سے ہوئی۔

مصافحہ سے کینہ دُور

((وَعَنْ عَطَاءِ نِ الْخُرَاسَانِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوْا يَذْهَبِ الْغِلُّ وَ تَهَادَوْ اتَحَابُّوْا وَ تَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ)) (رواه المالك مرسلا)[1]

"عطاء خراسانی سے (بطریق ارسال کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپس میں (عام) مصافحہ کرو' کینہ جاتا رہے گا۔ اور باہم ہدیہ بھیجو۔ آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی وعداوت جاتی رہے گی۔" (رواہ المالک مرسلاً)

مصافحہ سے سقوط معاصی

((وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَالَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ)) (ترمذی)[2]

"براء ابن عازب روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان (دِلی

---

(۱) مؤطا امام مالک کتاب حسن الخلق باب ماجاء فی المهاجرة ۲/۹۰۸۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الترغیب والترهیب ۲/۲۰۰ حدیث ۱۶۳۱۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۴/۲۴۹ حدیث ۱۷۶۶۔ البتہ اس روایت میں موجود الفاظ "تهادو تحابوا" ایک دوسرے کو ہدیے دو اس سے تم باہم محبت کرو گے۔" یہ الادب المفرد باب قبول الهدیة حدیث ۵۹۴۔ میں بھی موجود ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الادب المفرد حدیث ۴۶۲۔ ارواء الغلیل ۶/۴۴ حدیث ۱۶۰۱۔

(۲) شعب الایمان للبیهقی ۶/۴۷۴ حدیث ۸۹۵۵۔ مشکوٰة المصابیح کتاب الآداب باب المصافحة والمعانقة حدیث ۴۶۹۴۔ اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی البتہ طبرانی اوسط میں اس جیسے مضمون کی حدیث موجود ہے جس کی سند ضعیف ہے۔ تنقیح الرواة ۳/۲۹۰۔

محبت سے) آپس میں مصافحہ کرتے ہیں۔ تو ان کے درمیان کوئی گناہ (کینہ و دشمنی کا) باقی نہیں رہتا جو جھڑ نہ جاتا ہو۔"

مصافحہ ایک ہاتھ سے

تمام امور میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ مسنون طریقہ معلوم کیا جائے' اور پھر اس طریق کو اپنا کر عمل میں لایا جائے۔ مصافحہ کرنے میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ثابت ہے۔

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْصَدِيْقَهٗ اَيَنْحَنِيْ لَه قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهٗ وَ يُقَبِّلُهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَا خُذُ بِيَدِه وَ يُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ)) (ترمذی)(۱)

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے' تو کیا اس کے (احترام) کے لئے جھکے؟ حضور ﷺ نے فرمایا! نہیں! اس شخص نے کہا۔ (اچھا حضور ﷺ! یہ فرمایئے۔ کہ روزمرہ کی ملاقات کے وقت) کیا اس سے گلے لگے اور بوسہ لے اس کا؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں' (یعنی معانقہ اور بوسہ ہر روز نہیں چاہیے۔ بلکہ سفر سے آنے پر' یا کبھی کبھار محبت کے غلبہ سے کرنا چاہیئے) اس نے دریافت کیا' کیا پکڑے ہاتھ اس کا اور مصافحہ کرے اس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!۔ (" ترمذی)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ سلام اور مصافحہ کرتے وقت جھکنا نہیں چاہیے۔ اور دوسری یہ چیز واضح ہوئی کہ معانقہ اور بوسہ بھی روز روز نہیں چاہیئے۔ بلکہ مدت کی جدائی کے بعد' یا سفر سے آنے پر' یا کبھی کبھار غلبہ محبت کے تحت ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ معانقہ اور بوسہ کی حدیثوں میں آگے ابھی مذکور ہوتا ہے۔ اور تیسری چیز یہ تحقیق ہوئی کہ اس حدیث میں مصافحہ کے لئے لفظ یَدٌ استعمال ہوا ہے۔ اور یَدٌ ایک ہاتھ کو کہتے ہیں۔ تو مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ثابت ہوا۔

حضور انور ﷺ ہاتھ نہ کھینچتے

((وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهٗ مِنْ يَدِه

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحۃ حدیث ۲۷۲۸۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۹۱/۳۔ حدیث ۲۷۲۸۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲۹۸/۱۔ حدیث ۱۶۰۔ حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو حنظلہ بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ تخریج ریاض الصالحین مترجم ۳۷/۲ حدیث ۸۸۸۔

حَتّٰی یَکُوْنَ هُوَ الَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَهٗ)) (ترمذی)[1]

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایسے عظیم الخلق تھے کہ) جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو نہ کھینچتے ہاتھ اپنا اس کے ہاتھ سے' جب تک کہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ سے جدا نہ کر لیتا۔''
(ترمذی)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور ﷺ نے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ فرمایا۔ اور دوسرے شخص نے بھی ایک ہی ہاتھ مصافحہ کے لئے رحمۃ للعالمین کے ہاتھ میں دیا۔ پس مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا ہی سُنت ہوا۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہاتھ سے مصافحہ

حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی آگے آتی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر جاتیں۔ فَاَخَذَ بِیَدِهَا تو حضور ﷺ جناب فاطمہ کا ہاتھ پکڑتے۔ یعنی مصافحہ کرتے اس کے ہاتھ سے۔ اور جب حضورِ اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں جاتے۔ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ تو حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں۔ یعنی مصافحہ کرتیں' ان کے ایک ہاتھ سے۔ (ابوداؤد)[2]

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ ' اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا آپس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ جو اُمت کے لئے مسنونیت کی طرح ڈالتا ہے۔

محرم مرد و عورت کا مصافحہ

حدیث مذکور سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ اگر ملنے والے مرد اور عورت محرم ہوں تو ایسے عورت و مرد بھی آپس میں مصافحہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً باپ بیٹی' یا میاں بیوی' یا بہن بھائی۔

خبردار اور ہوشیار رہیں کہ بعض درویش نما مولوی اور پیرزادے نامحرم عورتوں' زنجیر ارادت میں بندھی ہوئی پرائی بیگموں سے مصافحہ کیا کرتے ہیں' اور از راہ کرم کبھی کسی ''طوفان'' کو اپنے سینے کے سمندر کے ساحل سے ٹکرانے کی اجازت بھی دے دیتے ہیں۔ تمام مسلمان بھائیوں' اور بہنوں کو ہم متنبہ کرتے ہیں کہ کسی مرد کو نامحرم عورت سے مصافحہ' یا معانقہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا لازوال پاکیزہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

---

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القیامة باب تواضعه ﷺ مع جلیسه حدیث ۲۴۹۰ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۴۹۰ مگر مصافحہ کرنے والا جملہ ثابت ہے۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵/۶۳۵ حدیث ۲۴۸۵۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی القیام حدیث ۵۲۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۸۰/۳ حدیث ۵۲۱۷۔

((اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ)) (ابن ماجہ' ترمذی' نسائی)[1]

''مَیں (پرائی) عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔''

حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

''قسم ہے اللہ کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (نامحرم) عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا''۔ (ابن ماجہ)[2]

ازبسکہ ایک حدیث شریف سے کئی مسائل نکلتے ہیں۔ اس لئے اصل موضوع کے ساتھ انہیں بھی بیان کرنا وقت کے تقاضا کے لحاظ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی مذہبی معلومات بڑھتی جائیں۔ ہاں تو مسئلہ ہم یہ بیان کرر ہے تھے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔ اس کے اثبات میں آپ اوپر کئی احادیث ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ایک اور منظر دید کے قابل ہے کہ حضرت اکرم ﷺ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ فرمایا:

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلًا اَخَذَ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَ اَمَانَتَكَ وَ اٰخِرَ عَمَلِكَ)) (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)[3]

''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو (مصافحہ کرتے وقت) اس کا ہاتھ پکڑتے' پھر آپ اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے' جب تک کہ وہ شخص خود حضور ﷺ کے ہاتھ کو نہ چھوڑتا اور پھر آپ (اس کو رخصت کرتے وقت) یہ دعا پڑھتے۔ میں سونپتا ہوں اللہ کو دِین تیرا' اور امانت تیری اور خاتمہ تیرے کاموں کا۔''

---

(۱) سنن نسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء حدیث ۴۱۸۶۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب بیعۃ النساء حدیث ۲۸۷۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۳/۱۲۷ حدیث ۴۱۹۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۱۴۴ حدیث ۲۳۴۱۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۲/۶۳۔ حدیث ۵۲۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب اذا جاء کم المومنات مہاجرات۔ حدیث ۴۸۹۱۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب کیفیۃ بیعۃ النساء حدیث ۱۸۶۶۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب بیعۃ النساء حدیث ۲۸۷۵۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء ما یقول اذا ودع انسانا حدیث ۳۴۴۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الدعاء عند الوداع حدیث ۲۶۰۰۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب تشیع الغزاۃ و وداعہم حدیث ۲۸۲۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۴۱۸ حدیث ۳۴۴۲۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۱۲۲۔ حدیث ۲۶۰۰۔ صحیح ابن ماجہ ۲/۳۹۹ حدیث ۲۲۹۶۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/۵۱ حدیث ۱۶ و ۵/۶۳۵۔ حدیث ۲۴۸۵۔

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو اس سے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے۔ حدیث مذکور میں لفظ یَدُ آیا ہے جس کے معنی ایک ہاتھ کے ہیں۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت ثابت ہونے کے علاوہ حدیث مذکور سے یہ بات بھی معلوم ہوئی۔ کہ جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اسی طرح رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے۔ ملیں بھی سلام اور مصافحہ کے ساتھ اور رخصت بھی ہوں سلام اور مصافحہ کے ساتھ کہ ایسا کرنا اخلاق کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ

آپ جانتے ہیں کہ سلام اور مصافحہ شرعی چیزیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان نیک اور پاک طریقوں کو جاری فرمایا ہے' ہماری اسلام نوازی اور فرمانبرداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رحمت دو عالم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں میں نہ زیادتی کریں نہ کمی۔ اور نہ ہی اس میں تغیر و تبدل کی جسارت کریں۔ بلکہ بعینہ اسی طرح کریں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا کر کے دکھایا ہے۔ بعض لوگ مصافحہ کر کے پھر ہاتھوں کو سینے پر رکھ کر' انوکھی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ایسی محبت اسلامی تعلیم و اخلاق کا حصہ ہوتی۔ تو حضور انور ﷺ پہلے وہ شخص ہوتے جو سلام و مصافحہ کر کے ہاتھوں کو سینے پر رکھتے۔

پیارے بھائیو! ہمارے لئے وہی طریقہ بہتر اور سراسر رحمت ہے' جو رسول اللہ ﷺ ہمیں دے گئے ہیں۔ مصافحہ کے بعد ہاتھوں کو سینوں پر نہ رکھا کریں۔ اور ملکی رسموں اور رواجوں کو اسلامی طریق کی نذر کریں۔

حضرت جعفرؓ سے معانقہ اور پیشانی پر بوسہ

((وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنَ الْاَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَ وَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحَ خَیْبَرَ)) (شرح السنه)(۱)

''حضرت جعفر بن ابو طالب سے' ان کے ارض حبشہ سے پھرنے کے قصہ میں روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نکلے ہم (حبشہ سے) یہاں تک کہ آئے ہم مدینہ میں۔ پھر ملے مجھ سے رسول اللہ ﷺ پس گلے لگایا آپ ﷺ نے مجھے۔ پھر (کمال محبت سے) فرمایا۔ نہ معلوم مجھے فتح خیبر سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ یا جعفر کے آنے سے اور اتفاق سے جعفر فتح خیبر کے موقع پر آئے۔ ('' شرح السنہ)

(۱) شرح السنة للبغوی۔ ۲۹۲/۱۲۔۲۹۱۔ بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی ۵۴۴/۱ حدیث ۲۰۰۳۔ الروض الدانی الی المعجم الصغیر للطبرانی ۴۰/۱ حدیث ۳۰۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ بتحقیق شرح السنة ۲۹۲/۱۲۔

ملاحظہ:۔ حضرت جعفرؓ سفر سے واپس آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں گلے لگایا۔ یعنی معانقہ کیا۔ آدمی جب سفر سے آئے' تو طویل مفارقت کے باعث محبت بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے اپنے بھائی' دوست یا عزیز کو گلے لگایا جاتا ہے' کہ دل کو سکون وقرار آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت جعفر سے بے حد محبت تھی۔ اور یہ محبت ایمانی' دینی' اور للّٰہی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جعفر اللہ کی رضا کے لئے حبشہ میں ہجرت کر کے گئے ہوئے تھے۔ جب آپ حبشہ سے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو بے حد خوشی ہوئی۔ اور جعفر کو سینے سے لگایا۔ حتیٰ کہ فرط محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ زہے نصیب اس پیشانی کے جسے امام الانبیاء والمرسلین حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے چوما۔ چنانچہ شعبی سے ابوداؤد میں روایت ہے۔

((تَلَقّٰی جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ مَا بَیْنَ عَیْنَیْهِ))(۱)

''حضورِ انور ﷺ نے جعفر بن ابو طالب کو (جبکہ وہ سفر حبشہ سے مدینہ آئے گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا''۔

اولاد کا بوسہ

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ)) (متفق علیه)(۲)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے نواسہ) حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔ اقرع بن حابس حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ بولے (حضور) میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا۔ جو شخص (اولاد وغیرہ پر) رحم وشفقت ومہربانی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم' شفقت اور مہربانی نہیں کرتا''۔ (بخاری' مسلم)

رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کی باہمی محبت

((وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَارَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَشْبَهَ سَمْتًا وَّ هَدْیًا وَّ دَلًّا وَ فِیْ رِوَایَةٍ حَدِیْثًا وَّ کَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْهِ قَامَ اِلَیْهَا فَاَخَذَ بِیَدِهَا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلة ما بین العینین حدیث ۵۲۲۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۵۲۲۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته حدیث ۵۹۹۷۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمة ﷺ الصبیان و العیال حدیث ۲۳۱۸۔

فَقَبَّلَهَا وَاَجلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ وَ كَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَاَجلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا)) (ابو داؤد)(۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ نہیں دیکھا میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت مشابہ (ان کی بیٹی) فاطمہؓ سے' طریقہ میں' اور روش میں' اور نیک خصلتی میں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ بات کرنے اور بولنے میں۔ (اور ان کی مجانست اور مشابہت سے ہے کہ) جب فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت انور ﷺ کے ہاں آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے (اور آگے بڑھتے) اس کی طرف اور پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑتے اور اس (کی پیشانی) کو بوسہ دیتے۔ اور پھر اسے اپنی جائے نشست پر بٹھاتے۔ (اور بیٹی کا یہ حال تھا) کہ جب رسول اللہ ﷺ اس کے گھر تشریف لاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ (اور آگے بڑھتیں) ان کی طرف اور پھر ان کا ہاتھ پکڑتیں' اور انہیں اپنی جائے نشست پر لا کر بٹھا دیتیں۔''

ملاحظہ:۔ اس حدیث پاک سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔ امت کی رہبری کے لئے کئی شمعیں روشن ہوئیں۔ قارئین کرام کے اضافہ معلومات کے لئے ہم حدیث نبوی ﷺ کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔ اور اس تشریح میں بوسہ' استقبال' قیام اور ان کے لوازمات بیان ہوں گے۔

بوسہ کی اقسام

محبت دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جو مختلف قدروں اور حالتوں کے ماتحت آگ کی طرح اندر ہی اندر سلگتی جلتی' بھڑکتی اور دہکتی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ آتش اُلفت کی تپش اور گرمی کا اظہار نہ ہو۔ اور انسان کے اقوال و افعال' اور ہاتھ پاؤں تپش دروں کا پتہ نہ دیں۔ محبت لِلّٰہ کا دھواں کبھی سلام کے تنفس کے ساتھ نکلتا ہے۔ کبھی اس کی کشش ہاتھوں کو ملا دیتی ہے۔ گاہے یہی درد فراق گلے ملا دیتا ہے۔ اور کبھی بوسہ در ذِل' محبت واُلفت' اور رحم وشفقت کا اظہار ہے۔ اور کبھی بوسہ کا انگارا بن کر پیشانی پر گر کر ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور اس کی پانچ قسمیں ہیں:۔

۱ بوسہ مودّت: یہ بوسہ والدین کا ہے۔ اولاد کے رخسار و جبیں پر۔

۲ بوسہ رحمت: یہ بوسہ اولاد ہے۔ والدین کے سر وغیرہ پر۔

۳ بوسہ شہوت: یہ شوہر کا بوسہ ہے بیوی کے عارض غضبان پر' یا بیوی کا خاوند کو۔ اور یاد رہے کہ یہ بوسہ شہوت سوائے میاں بیوی کے کہیں بھی جائز نہیں۔ بلکہ اپنے غیر محل میں قطعاً حرام ہے خوب یاد رکھیں۔

۴ بوسہ اخوت:۔ یہ بوسہ ہمشیرہ کا ہے بھائی کی پیشانی پر۔

(۱) سنن ابوداؤد: کتاب الادب باب ماجاء فی القیام' حدیث ۵۲۱۷۔ یہ حدیث صحیح ہے صحیح سنن ابوداؤد: ۳/۲۸۰۔ حدیث ۵۲۱۷۔

۵ بوسۂ تحیت:۔ یہ بوسہ مسلمانوں کا آپس میں ہے دونوں آنکھوں کے درمیان۔

نوٹ:۔ بوسہ تحیت کے متعلق گزارش ہے۔ کہ جس طرح معانقہ بھی وہی درست اور زیبا ہے۔ مناسب اور معقول ہے۔ جو سفر سے مراجعت پر یا طویل جدائی کے بعد ہو۔ اسی طرح بوسہ تحیت بھی امتداد اوقات اور مرور زمان کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یعنی کبھی گاہے ماہے سالے صرف ایمانی محبت کے غلبہ کے سبب لب ہائے طالب پیشانی مطلوب سے ملا کریں۔ اور اگر صبح' دوپہر' شام جب بھی ملیں' معانقے اور بوسہ آموجود ہوں۔ تو پھر یہ دونوں چیزیں ایک مضحکہ بن کر رہ جائیں گی۔ اور اپنی حقیقت اور اصلیت کھو بیٹھیں گی' بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی بزرگ' یا کسی عزیز سے کوئی عظیم الشان کام تکمیل پا جاتا ہے۔ یا کوئی بڑی قابل قدر نیکی اور خوبی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ تو دل بے ساختہ اسے سینے سے لگانے' اور پیشانی چومنے کو چاہتا ہے۔ ایک یہ موقع بھی معانقے اور بوسے کا ہوسکتا ہے۔ کہ ایمانی محبت تقاضا کرتی ہے۔

علمائے ربّانی کا فرض

ہر عالم ربانی اور شیخ حقانی کا فرض ہے کہ وہ ہمرنگ زمیں جالوں' حرص و آز کے دیناروں' رعایت و جانب داری کے داموں سے بے نیاز ہو کر بلا خوف لومہ لائم اللہ کے دین کو حق حق بیان کرے۔ نہ اس میں کمی کرے نہ زیادتی۔ جس طرح مسائل کتاب وسُنت سے ثابت ہوں' اسی طرح انہیں آگے پہنچائے۔ اور جہاں بندگان آز نے تقدس اور پرہیزگاری کی فضا میں دین کے ہاتھوں دام تزویر پھیلا رکھا ہو۔ اور سادہ دل اور سادہ لوح لوگ جادہ مستقیم سے پھسل رہے ہوں۔ قندیل رسالت کی روشنی سے انہیں سنبھالا دے۔

فوق الذکر حدیث پاک سے زیادہ سے زیادہ بوسہ کے متعلق یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ کبھی کبھار ایمانی جذبہ کے ماتحت مسلمان ایک دوسرے کو بوسہ دے سکتے ہیں' نہ یہ کہ شب و روز' صبح و شام' ہر آن و ہنگام یہ وطیرہ اور عادت ہی بنالی جائے۔ کہ بغیر بوسہ کے ملاقات ہی نہ کی جائے۔ یا ہر ملاقات کے وقت بوسہ لازمی اور ضروری ہو۔

بوسہ کا انوکھا دستور

آج کل کے شیخ طریقت' بزرگوں اور پیروں کا یہ حال ہے کہ مرید جب ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے ہاتھ کو' اور کبھی پاؤں کو ضرور بوسہ دیتے ہیں۔ سفر سے آنے والے نہیں' بلکہ مقامی مرید بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور جب بھی آئیں' خواہ دن میں تین چار مرتبہ حاضر ہوں۔ وہ ضرور ہر بار ہاتھ چومے بغیر نہیں بیٹھیں گے۔ اور یہ تعلیم ان کو حضرات مشائخ کی طرف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ دی گئی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے کئی بار ایک پیر صاحب کو دیکھا کہ وہ گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ مرید آرہے ہیں۔ اور کوئی بھی بغیر ہاتھ چومے نہیں بیٹھتا۔ اور کسی کسی کو پاؤں چومتے بھی دیکھا۔ ہر آنے والے مرید کے آگے پیر صاحب خود ہاتھ بڑھاتے ہیں' اور پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔ اور

مرید بوسے دیتے جاتے ہیں۔کوئی ایمانداری اور خداترسی سے یہ بتاسکتا ہے کہ کیا حضرت سرور کائنات ﷺ نے بھی کبھی ایسا کیا کہ آپ بیٹھے ہوں۔اور صحابہؓ میں سے ہر آنے والا آپؐ کے ہاتھ' یا پاؤں کو چوم کر بیٹھتا ہو۔اور ہر آنے والے کے لئے ہاتھ یا پاؤں کو بوسہ دینا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہو' یا حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک کو بڑھا کر' اور پاؤں مقدس کو پھیلا کر بوسہ دینے کا اذنِ عام دیا ہو واضح رہے کہ ایسا منظر کوئی نہیں دکھا سکتا۔

چوما چاٹی کرانا

پھر آپ سوچیں اور غور کریں کہ جو روش' اور طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار نہ کیا۔دربار رسالت میں حاضر ہونے والوں کے لئے حضور ﷺ کے ہاتھ وغیرہ کو بوسہ دینے کا نہ کوئی حکم تھا نہ دستور' اور نہ ہی یہ رسالت مآب ﷺ نے اختیار کیا۔تو آج کل کے بزرگوں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا۔کہ وہ دانستہ اور ارادتاً مریدوں کے آگے بوسہ کے لئے ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اور پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔دن میں اگر دو سو' یا چار پانچ سو ملنے والے مرید آئیں۔تو ضرور بوسہ دے کر بیٹھیں۔کیا یہ نمود و ریا' غرور و فخر' اور جاہ پسندی نہیں ہے۔جس آدمی کے ہاتھوں اور پاؤں کو صبح سے شام تک چند صد لوگ ہر روز چومیں' سوچئے کہ اس کا دماغ کہاں تک جا پہنچے گا۔اور اس کا نفس کیا سے کیا نہ ہو جائے گا؟ کہاں سفر سے آنے والے یا مدت مدید کے بعد ملاقات کرنے' یا کبھی کبھار جذبہ محبت کے ماتحت معانقہ اور بوسہ کا جواز اور کہاں سادہ دل عوام کو شب و روز' ہر این و آں' اور ہر گام ہنگام پر خود تعلیم دے کر اپنی چوما چاٹی کرنا۔اور اس طرح مسلمان بھائیوں میں غلامی کے جذبات پیدا کرنا' اور ان کے آئینہ خودی و خودداری کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا' اخلاقی نکتہ خیال سے کہاں تک جائز اور درست ہے؟

خودی کے شاہین کا خون

ایسے بزرگوں کی خدمت میں التماس ہے کہ عوام کی بے علمی سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائیں۔انہیں بھیڑ بکری بنا کر اپنی عظمت و جبروت کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔اپنی غلامی کی فضا میں بٹھا کر ان میں احساس کمتری پیدا نہ کریں۔ان کی خودی کے شاہین کے خون سے اپنے تقدس کے عبا نہ رنگین۔بھولے مسلمانوں کی لیلائے خودداری سے آنکھ مچولی کھیل کر اخلاق کی فضا کو مکدر نہ کریں۔انہیں درس خاک بازی نہ دیں' بلکہ ان کی آزادی کے غزالوں کو مساوات کے مرغزاروں میں چرنے دیں۔سادہ دل مریدوں کو آپ یہ تعلیم دیں۔کہ وہ جب آپ کے پاس آئیں۔تو صحابہؓ کی طرح السلام علیکم پکار کر آئیں۔بوسہ کے لئے ہاتھ یا پاؤں ہرگز آگے نہ کریں۔بلکہ صرف تحیت مسنونہ پر ہی اکتفا کراتے ہوئے' ان کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر اپنے پاس بٹھائیں۔اگر آپ چارپائی پر ہیں۔تو سب کے لئے چارپائیاں ہی ہوں۔اگر فرش پر تشریف فرما ہوں۔تو دوست احباب بھی آپ کے پاس فرش پر ہی بیٹھیں۔

فرمایئے!

جو مرید اخلاق اور محبت کی دنیا لئے ہوئے آپ کے پاس آتے ہیں۔ کبھی آپ نے بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی غریب بھائی کا استقبال کیا ہے۔ کسی سے معانقہ کر کے اس کے ماتھے یا ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((اَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ))(مسند امام اعظم)(۱)

''کہ تو لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرے۔ جو اپنے لئے کرتا ہے''۔

آپ اگر اپنے ہاتھوں یا پاؤں کے بوسہ کو پسند کرتے ہیں۔ تو کبھی اپنی یہی پسند کی چیز دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی پسند کی ہے۔ یعنی کبھی آپ نے اپنے مرید دوستوں کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے؟ کبھی ان کے پاؤں کو بھی چوما ہے؟ دیکھئے! رسول اللہ ﷺ اپنے دوستوں' صحابیوں' اور ملاقاتیوں سے کس طرح ملتے ہیں' کیسے تپاک سے استقبال کرتے' گلے لگاتے' اور پیشانی چومتے ہیں۔

ایک ملاقاتی سے رسول اللہ ﷺ کا سلوک

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَه وَلَا بَعْدَه فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ))(ترمذی شریف)(۲)

''حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ وارد مدینہ ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ زید بن حارثہ حضرت انور ﷺ کے پاس (ملاقات کے لئے) آئے۔ انہوں نے دروازہ کو دستک دی' رسول اللہ ﷺ (استقبال کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اور ان کی طرف (وفور محبت سے جلدی جلدی) ننگے بدن ہی چل دیئے (یعنی تہ بند کے سوا کوئی اور کپڑا بدن مبارک پر نہ تھا) کھینچتے ہوئے کپڑا اپنا (یعنی دروازہ تک پہنچتے پہنچتے چادر کھینچتے ہوئے اوپر لے لی' قسم اللہ کی میں (حضرت عائشہ) نے ان کو اس کے پہلے اور اس کے پیچھے (بصورت مذکور) عریاں نہیں دیکھا: پھر حضور ﷺ نے (دروازہ کھول کر) زید کو گلے لگایا۔ اور بوسہ لیا ان کا''۔ (ترمذی)

---

(۱) مسند احمد ۵/ ۲۴۷۔ مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان حدیث ۴۸۔ علامہ شعیب الارناؤط اور اُنکے رفقاء نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق المسند ۳۶/ ۴۴۵ حدیث ۲۲۱۳۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی المعانقة والقبلة حدیث ۲۷۳۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۳۲۔ اس حدیث کی سند یحییٰ بن محمد اور محمد بن اسحاق وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مرید کا فقید المثال استقبال

حدیث مذکور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مرید (رضی اللہ عنہ) ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر جب حضور ﷺ کو زید بن حارثہ کے آنے کا پتہ چلتا ہے۔ تو آپ کے دل میں اس کی محبت جوش مارتی ہے' اور پھر آپ جس حال میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ بیتاب ہو کر دروازہ کھولنے کے لئے جلدی جلدی چل پڑتے ہیں۔ اور چادر بھی اُوپر لینے کے لئے کھینچے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بدن مبارک کا اُوپر کا حصہ چادر میں لپیٹ کر ملاقاتی کو سینے سے لگاتے ہیں۔ اور اس کی پیشانی چومتے ہیں۔ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے کروڑوں گنا زیادہ درود و سلام ہو جناب رحمۃ للعالمین حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات پاک پر کہ آپ نے اپنے ایک صحابی اور دوست کا کس گرم جوشی سے استقبال کیا۔ خلوص و محبت کی مشک بار فضا میں گلے سے لگایا۔ اور شرف بوسہ سے اس کی پیشانی کو رشک حوران خلد بنا دیا۔ مسند رسالت کے وارث دور حاضر کے مشائخ' اور زمانہ حال کے حجلہ نشین بھی' کیا اپنے غریب مریدوں' اور ملاقاتیوں سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ یا کبھی کسی کا رسالت مآب ﷺ کی طرح بے تابی سے تپاکانہ استقبال کیا ہے؟ یا ساری عمر اپنے ہی استقبال کرانے' ہاتھ پاؤں چومانے' اور طلسم ورع جگانے میں گزاری ہے۔

مُرید کو چھ اُونٹنیاں دیں

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهُ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ)) (ترمذی' ابوداؤد) (۱)

"حضرات ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک گنوار تحفہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جوان اُونٹنی لایا تو حضرت انور ﷺ نے اس کے عوض دیہاتی کو چھ جوان اُونٹنیاں عطا کیں"۔

ملاحظہ:۔ رسول اللہ ﷺ کا کس قدر بلند اخلاق تھا۔ کتنے صاحب مروت اور محسن رسول ﷺ تھے کہ ایک اُونٹنی کے ہدیہ کے بدلے چھ اُونٹنیاں مرحمت فرماتے ہیں۔ دست کرم چھ گنا ہدیہ لوٹاتا ہے۔ رحمت للعالمین کو اپنے مُریدوں' صحابیوں کا کس قدر خیال تھا۔ (ﷺ) وارثان مسند رسول ﷺ از راہ کرم بتا سکتے ہیں۔ کہ مریدان باصفا سے نذریں' نیازیں اور عطایا ہدایا لے کر وہ انہیں کیا دیتے ہیں۔ حدیث بالا کی روشنی میں پیران طریقت کو مریدوں سے کیا سلوک کرنا چاہئے اخلاق کا تقاضا اور ضمیر کی آواز کیا ہے؟

---

(۱) سنن ترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف و بنی حنیفة حدیث ۳۹۴۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۵۹۴ حدیث ۳۹۴۵ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۴/۲۵۳ حدیث ۱۶۸۴۔

حدیث بوسہ اطراف اور نفس امّارہ

نفس کی نفسانفسی' اور شرارت سے تحفظ وتحصن کا خیال بجز حول خداوندی' خیال ہے' محال ہے' اور جنون ہے۔ انسان اپنی ذات کے لازم اور متعدی فائدوں کے لئے مذہب کی حدود وقیود کو بھی پھاند جاتا ہے۔ لیکن مذہب کا لیبل قائم رکھنے کے لئے ایسی چال چلتا ہے' کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔ مذہب بھی نام کا بنا رہے' اور اس کے علی الرغم نفس کی بھی بنی رہے۔ دین پر بھی آنچ نہ آئے' نمود قائم رہے۔ اور دین کے برعکس دنیا بھی کمالی جائے۔

درویشی بھی عیاری

ایک دفعہ ہمیں ایک گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا اس گاؤں کے امام مسجد صاحب بھی ہماری ملاقات کے لئے تشریف لے آئے' خیریت اور عافیت اور مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے۔ کہ چند روز ہوئے۔ ہمارے گاؤں میں ایک پیر صاحب نے قدم رنجہ فرمایا۔ (جو عرصہ دس سال سے نذریں نیازیں لینے آتے ہیں۔ انہوں نے سب گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا۔ سب سنو! خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ ﴿وَ الْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ ''اور لوگوں کو اپنی نذریں پوری کرنی چاہئیں''۔ پس اس آیت کے حکم سے سب گاؤں کے لوگ مجھے نذریں دیں اس کے بعد پیر صاحب نے لوگوں سے نذر نیاز کی صورت میں کافی روپیہ' گندم' مکئی' گھی اور مرغیاں وغیرہ جمع کر لیں۔ اور ساتھ ہی لوگوں کو آئندہ ششماہی پر اپنی نذریں ماننے اور دینے پر تیار رہنے کی تاکید وتلقین کی۔

یہ واقع بیان کر کے امام مسجد صاحب نے ہم سے پوچھا۔ کہ کیا واقعی آیت مذکور میں پیروں کی نذریں ماننے' اور پھر پوری کرنے' یعنی انہیں دینے کا حکم ہے؟ ہم نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ سنئے! ہم آپ کو پوری آیت سنا کر صحیح مطلب سمجھاتے ہیں۔ یہ آیت سورہ حج میں ہے۔ اس آیت میں' اور اس آیت سے ماقبل اور مابعد میں اللہ تعالیٰ نے حج کے مناسک اور مسائل بیان کئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ (سورة الحج : ۲۸)

''اور حاجیوں کو چاہئے) کہ اپنے (دین و دنیا کے) فائدوں کیلئے (بیت اللہ) حاضر ہوں' اور مقررہ ایام میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مویشی چار پایوں پر (قربانی کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔ پھر (اے حاجیو)! تم آپ بھی (قربانی کے گوشت سے کھاؤ' اور غریب محتاجوں کو بھی کھلاؤ''۔

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (سورة الحج : ۲۹)

''پھر (حاجیوں کو) چاہئے کہ قربانی کے بعد اپنا میل کچیل۔ (جو ایام احرام میں بدن پر جم گیا ہو) دُور

کریں اور اپنی نذریں (جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مانی ہوئی تھیں اب اللہ کے گھر آ کر) پوری کریں اور اللہ کے گھر کا طواف بھی کریں۔"

یہ ہے آیت مستفسرہ کا صحیح مطلب کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے حاجیوں کو حکم دے رہا ہے کہ تم نے جو اللہ کے نام پر نذریں مانی ہوئی تھیں۔ کہ خانہ کعبہ جا کر طواف کریں گے، یا نفل پڑھیں گے، یا مساکین کو کھانا کھلائیں گے۔ یا اُونٹ بکرا وغیرہ قربانی دیں گے۔ اب اپنی اپنی مانی ہوئی نذریں پوری کرو۔

اب آپ غور کریں کہ پیر صاحب نے قرآنی آیت کو کس طرح بے محل جڑ کر اپنے نفس کی پوجا کی اور دنیا کا فانی مال حاصل کرنے کے لئے قرآن کے ساتھ وہ سلوک کیا۔ جو یہودی تورات کے ساتھ کرتے تھے۔ سادہ دل مسلمانوں کو مذہب کی آڑ لے کر دھوکہ دینا کس قدر مذہبی اور اخلاقی جرم ہے۔ علامہ اقبالؒ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرما گئے ہیں۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
اس خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

امام مسجد صاحب آیت محولہ بالا کی تشریح وتفسیر سن کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے۔ کہ پیر صاحب نے اس آیت سے کم از کم آج تک پانچ ہزار روپیہ کمایا ہوگا۔! یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

جملہ معترضہ

حدیث بوسۂ اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کے متعلق ایک حدیث کا صحیح مفہوم، مطلب موقع ومحل ہم بیان کرنے لگے تھے۔ کہ جس حدیث کے ساتھ "بزرگان زمانہ" نے بے وفائی کر رکھی ہے۔ اس حدیث کے بیان کرنے سے پہلے ہمیں ایک آیت کے نورانی چہرہ سے "غبار نفس" دُور کرنا پڑ گیا۔ تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ عیار درویشی کس طرح آیت کی کچکول میں نذروں، نیازوں کی بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ گویا یہ جملہ معترضہ تھا جو آپ کی مذہبی معلومات کے لئے درمیان میں آ گیا۔

اس کے علاوہ ہم قرآن مجید کی دو اور آیتوں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ جن کی مذہب کے اجارہ دار دھڑلے سے تجارت کر رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے خضر صورت بزرگوں کو بھی ان کی بلیک کرتے ہوئے شرم تک محسوس نہیں ہوتی۔ جس طرح آیت وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ کے متعلق ایک واقعہ آپ اُوپر پڑھ آئے ہیں۔ اسی طرح ان دو آیتوں کے متعلق پھر ایک حادثہ ہے۔ دینی بصیرت اور اخلاقی ہدایت کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

ایک خضر صورت کا نزول

علمائے ربانی، مشائخ حقانی، کتاب وسُنت کے عامل، اہل اللہ، قال اللہ اور قال الرسول کے فدائی، اولیاء اللہ کی

خاک پاچشم ایمان کے لئے کحل الجواہر ہے۔قم باذن اللہ کہنے والوں کی محبت وعزت اورادب واحترام ہمارے ایمان میں داخل ہے۔رنج وتنافر اوراجتناب وتخالف'صرف ایسے لوگوں سے ہے۔مسلمانوں کے دین وایمان کو ہم محض ان سے بچانا چاہتے ہیں۔جونفسانی اغراض اور دیناری مقاصد کے لئے ملت بیضا کی تجہیز وتکفین اور گورکنی کررہے ہیں۔ مسلمانوں کی متاع ایمان'اوران کے ارزاق واموال کواپنے کیلوں وکیموں میں تبدیل کرتے ہیں۔اور یہ بات ایمان کے تقاضوں سے ہے کہ جتنی خالص اور کامل محبت بندگان خدا سے ہونی چاہئے'اتنی ہی بیزاری اور نفرت سومناتی مشائخ اورصدقاتی علماء سے کرنی چاہئے۔خداوندا!ربانیین پر اپنی بے شماررحمتیں نازل فرما۔اور جوروسیاہ تیرے فی الواقع مقرب بندوں سے بغض رکھتے ہیں۔تو آپ ان سے بغض رکھ۔

اب آپ قرآن پاک کی دوآیتوں کا موڑتوڑ ملاحظہ فرمائیں۔ریزہ ہائے الماس کا خزف وسفال سے تبادلہ ہوتادیکھیں۔اور پھرسطر قرآن کی چلیپائی پرآنسو بہائیں۔

کچھ دنوں کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں کوئی پیرصاحب تشریف لائے۔خضرصورت'سجادہ نشین'عام دستور کے مطابق یہ پیشہ ورحضرات مریدوں کے گھروں میں ہی براجمان ہوتے ہیں۔اوراگرنماز وغیرہ پڑھنی ہوتو وہیں اپنے ڈیرے پرہی پڑھتے ہیں۔مسجد میں باجماعت ادا کرنے نہیں آتے کیونکہ اگروہ بار بار مسجد میں نماز پڑھنے آئیں۔تو پھران میں اورعام نمازیوں میں کیافرق رہا۔گھرمیں تووہ پلنگ پر بچھے ہوئے۔دودھ جیسے سفید بستر پر بیٹھیں'اوران کے پاس پلنگ یا چارپائی پر بیٹھنا تودرکنار'حضرت پیر کی چارپائی کو اگر کوئی ہاتھ لگائے۔توکشتنی وگردنی زدنی قرار پائے۔جب حالت یہ ہے تو پھرکس طرح ہوسکتا ہے کہ وہی حضرت مسجد میں صف پرلوہاروں'ترخانوں'جولاہوں' موچیوں اورحجاموں کے ساتھ مونڈھوں سے مونڈھا'اورقدم سے قدم ملاکرکھڑے ہوں۔ان کے لئے خلوص وتنہائی میں (Aloof) رہناہی بہتر ہے۔چیز جس قدر پردے میں پوشیدہ ہو۔عسیرالحصول اورکمیاب ہو۔اتنی ہی اس کی قدر اور مانگ بڑھتی ہے۔جنس جب بار بار بکثرت منڈی میں آنے لگے ضرورستی ہوجاتی ہے۔اور بالیوں کے اندر موتیوں کے دانے کہلاتی ہے۔اور یہ جوحضرت اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج کل کے پیشہ ورپیرطبقہ کی اکثریت اس عالمگیراصول'اوردستوراخوت سے وراءالوریٰ ہے۔

اس قاعدہ کلیہ کے خلاف جناب پیرمذکورمغرب کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔آپ حیران ہونگے۔کہ مسجد میں کیونکر آئے۔بس آ گئے'اورواقعی آ گئے۔لیکن نماز مسجد میں پڑھنے کی نیت سے نہ آئے'کسی اور غرض سے نمازیوں کوشرف ملاقات بخشا۔نماز جملہ معترضہ تھی۔ضمیمہ اورتکملہ تھی۔

دو ضروری مسئلے

مسجد کے امام صاحب کا بیان ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر حضرت پیر صاحب نے فرمایا میں نے نماز گھر پر ہی پڑھنی تھی۔ پر تمہیں دو ضروری مسئلے بتانے تھے' اس لئے آج نماز کے لئے مجھے مسجد میں آنا پڑا۔ ایک مسئلہ مردوں کے متعلق ہے۔ اور دوسرا عورتوں کے متعلق سب گوش ہوش سے سنو! قرآن مجید میں ایک آیت سورہ فتح کے اندر ہے۔ اس آیت کے حکم سے مردوں کو میری بیعت کرنی فرض ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَاعٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (سورۃ الفتح : ۱۰)

اس کے بعد پیر صاحب نے فرمایا۔ اب دوسری آیت سنو' یہ آیت سورہ ممتحنہ کی ہے۔ اس آیت کے حکم سے تمام گاؤں کی عورتوں کو میری بیعت کرنی فرض ہے' اور وہ آیت یہ ہے۔ غور سے سنو!

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط﴾ (سورۃ الممتحنۃ : ۱۲)

جناب پیر صاحب نے یہ دونوں آیتیں پڑھیں اور سب نمازیوں کو حکم دیا۔ کہ گاؤں میں جا کر اعلان کر دو۔ کہ ان آیتوں کی رُو سے تمام گاؤں کے مرد اور عورتیں میری بیعت کریں۔

امام مسجد صاحب گاؤں سے ہمارے پاس تشریف لائے' اور پیر صاحب کا سارا واقعہ بیان کر کے استفسار کیا کہ کیا واقعہ ان آیتوں کے حکم سے تمام گاؤں کے مرد و زن کو حضرت پیر صاحب سے بیعت کرنی فرض ہے؟ اور دونوں آیتوں کی صحیح تفسیر اور اصل مفہوم کیا ہے؟

ہم نے محترم امام مسجد صاحب کو دونوں آیتوں کا ترجمہ' مفہوم' مطلب' تفسیر اور حکم اور ان کا موقع و محل کما ینبغی سمجھا دیا۔ پھر وہ سمجھنے کے بعد پیر صاحب کی ہوشیاری اور قرآن کے ساتھ زیادتی کرنے پر بہت حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ لوگ داورِ محشر کو کونسا منہ دکھائیں گے۔

پیری مریدی کو بطور پیشہ کے اختیار کرنے والے عوام کے گلے میں اپنی بیعت کا قلادہ ڈالتے وقت عموماً یہی آیتیں سند میں پڑھتے ہیں۔ اس لئے ہم ان آیتوں کے مفہوم اور منطوق سے ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں اور ان کا مطلب ذہن نشین کراتے ہیں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ پاک ﷺ سے مخادعت کر کے اور سطر قرآن کو چلیپا بنانے والوں کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔ پہلی آیت کا ترجمہ (جو مردوں سے بیعت لینے کے متعلق ہے) بغور

ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں۔

''اے پیغمبر ﷺ جو لوگ (صلح حدیبیہ کے وقت) تمہارے ہاتھ پر (لڑمرنے کی) بیعت کر رہے ہیں۔ وہ (تُم سے نہیں بلکہ) اللہ سے بیعت (عہد) کر رہے ہیں۔ (اور تمہارا ہاتھ نہیں۔ بلکہ قربِ اِلٰہی کے رُو سے) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو (جہاد فی سبیل اللہ کا پکا قول وقرار اور جان دینے کی بیعت کر کے) عہد شکنی کرے گا۔ تو اس عہد شکنی کا وبال اسی کی جان پر پڑے گا۔ اور جو اس عہد (بیعت) کو پورا کرے گا) جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔ تو اللہ عنقریب بڑا اجر دیگا۔'' (فتح پ ۲۶)

اب دوسری آیت کا ترجمہ جو عورتوں سے متعلق ہے ملاحظہ کریں۔ اِرشادِ خداوندی ہے۔

''اے پیغمبر! جب (فتح مکہ کے بعد کفر سے تائب ہو کر) تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں۔ اور تُم سے (کفر و شرک کے زمانہ کی بری عادتوں کے ترک کرنے کی) بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی۔ اور نہ زمانہ جاہلیت کی طرح دختر کشی کریں گی۔ اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کر کھڑا کریں گی۔ (یعنی حرام کا پیٹ لا کر خاوندوں کے ذمہ نہ لگائیں گی) اور نہ نیک کاموں میں تیری حکم عدولی کریں گی۔ تو (ان شرطوں پر) تُم ان سے بیعت (عہد) لے لو۔ اور اللہ کی جناب میں ان کی بخشش کی دُعا (بھی) کرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔ (سورہ ممتحنہ پ ۲۸)

دونوں آیتوں کا ماہ چہاردہم

مردوں اور عورتوں کی بیعت سے متعلق دونوں آیتوں کا واضح اور واشگاف ترجمہ جو ہم نے اُوپر تحریر کیا ہے۔ ان کے صحیح مفہوم اور اصل مطلب کو الم نشرح کر چکا ہے۔ اب ہم اس ترجمہ کی مزید تشریح کرتے ہیں۔ تاکہ ماہتاب وحی اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ بار ہو کر تشکیک و تخمین کے دھند لکے دُور کر دے۔

پہلی آیت صلح حدیبیہ کے موقع کی ہے۔ مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کی غرض سے عازم مکہ ہوئے۔ اس وقت مکہ ابھی کفار کے قبضہ میں تھا۔ جب حضور انور ﷺ حدیبیہ پر پہنچے تو کفار نے آپ کو مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کے طواف سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں یہاں طواف کعبہ کی غرض سے آیا ہوں۔ طواف کر کے واپس چلا جاؤں گا۔ لیکن کفار نے نہ مانا۔ اور بات بڑھ گئی۔ حتی کہ لڑائی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس وقت حضورِ انور ﷺ نے اپنے چودہ سو صحابہؓ سے جہاد کی بیعت لی۔ کہ اگر مجھے یہاں اللہ کے لئے لڑنا پڑ گیا۔ تو کیا تم جہاد کرو گے۔ اللہ کی راہ میں لڑو مرو گے۔ جان دو گے۔ گردن کٹاؤ گے۔ شاہ رگ کا خون بہاؤ گے؟ اس پر سب نے بیعت کی۔ اور جان دینے کا اِقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکور میں اس جہاد کی بیعت کا ذکر کیا ہے۔ اور اس بیعت کو

بہت سراہا ہے۔

اب آپ غور فرمائیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو صحابہؓ سے مدینہ منورہ کے اندر بیعت لی تھی؟ ہرگز نہیں۔ مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر ذوالحلیفہ کے مقام پر۔ جہاں آپ نے احرام باندھا تھا۔ بیعت لی؟ بالکل نہیں! کہیں راستے میں انہیں بیعت کیلئے ارشاد فرمایا؟ قطعاً نہیں! فرمایئے کب اور کس وقت بیعت کا حکم دیا؟ دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے اس وقت بیعت کا مطالبہ کیا۔ عین اس وقت جب کہ ضرورت نے شدت کے ساتھ تقاضا کیا جب کفر اور اسلام کے ٹکرانے کا خدشہ پیدا ہوا۔ جنگ چھڑ جانے کی صورت نظر آئی۔ تو ایسے جنگی حالات میں سرورِ دوعالم ﷺ نے صرف جہاد کرنے' اور راہ حق میں جان دینے کی بیعت لی۔

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ جناب پیر صاحب مذکور کون سا ''معرکہ حدیبیہ'' پیش آیا تھا۔ کن کافروں اور مشرکوں کے ساتھ لڑنے کو چلے تھے۔ جو جہاد کی بیعت کی آیت سے سب گاؤں والوں سے بیعت لینے کے لئے تیار ہو گئے' افسوس کہ جس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ایک خاص مقام پر عین ضرورت کے وقت جہاد کی بیعت لینے کا ذکر ہے۔ اس آیت کو ایک خضر صورت' حضرت پیر صاحب اپنی پیری مریدی کی دکان چمکانے کے لئے سائین بورڈ بنا رہے ہیں۔ آیت میں جان دینے کا اقرار ہے۔ اور یہاں مریدوں سے ہر ششماہی پر کچھ نہ کچھ لینے کا پیمان ہے۔

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

حضور خاتم النبیین ﷺ کی مسند مطہرہ کے وارثوں کا فرض تھا کہ وہ قرآن مجید کو لوگوں کے سامنے پوری دیانت وامانت سے صحیح صحیح بیان کرتے۔ بلکہ تغیر وتبدل کی جسارت کرنے والوں کی خبر لیتے۔ لیکن انہوں نے نفس کے کہنے پر خود تبدیل قرآن کی ٹھان لی ہے۔ حضرت علامہؒ سچ فرما گئے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق!

پاکستان آزاد اسلامی سلطنت ہے۔ اگر کبھی اسے جہاد پڑ جائے تو کیا اچھا ہو کہ جناب پیر صاحب ممدوح خود اللہ کی راہ میں لڑنے کو جائیں۔ البتہ اس وقت مذکورۃ الصدر آیت کے حکم سے کہہ سکتے ہیں کہ سب مرد میرے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کریں۔ کہ وہ جنگ میں میرا ساتھ دیں گے۔

دوسری آیت جو پیر صاحب نے عورتوں سے بیعت لینے کے لئے پیش کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ آیت بھی آپ نے نفس کے ایما پر بے موقع وبے محل ہی جڑی ہے۔ اور ریلوے انجن کا پرزہ سنگر سلائی کی مشین میں فٹ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

فتح مکہ پر جب کافر اور مشرک عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبر ﷺ ان (نو

مسلم) مسلمان عورتوں سے ان کے کفر و شرک کے زمانہ جاہلیت کے برے کاموں اور بدعادتوں کو ترک کرنے کی بیعت لو۔ کہ اب وہ برے کام اسلام کے اندر نہیں کریں گی'

زمانہ جاہلیت میں وہ عورتیں دختر کشی کرتی تھیں۔ شب و روز بے شمار قسم کے شرکیہ کاموں کی مرتکب رہتی تھیں۔ بہتان طرازیاں ان کا شیوہ تھا۔ حرام کے پیٹ اپنے خاوندوں کے ذمہ لگانے میں بہت بیباک تھیں۔ اور اسی طرح جھوٹ بولنا ان کی گھٹی میں تھا۔ خدائے قدوس نے فرمایا۔ اے پیغمبر ﷺ ان (نومسلم) عورتوں سے ایسی تمام بدعادتوں' اور مشرکانہ عقائد و اعمال کے ترک کرنے کی بیعت لے لو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا کافروں کا ملک فتح ہوا۔ جہاں غیر مسلم عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ اور پیر صاحب ان نومسلم عورتوں سے ان کے کفریہ و شرکیہ عقیدوں' اور عمل کے ترک کی بیعت لینے لگے تھے؟ پیر صاحب ممدوح کو چاہئے کہ وہ امرت سر' پٹیالہ' نابھہ' جیند وغیرہ تشریف لے جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ اور پھر جب غیر مسلم عورتیں اسلام قبول کرنے لگیں۔ تو اس وقت ان عورتوں سے عادات قبیحہ وغیرہ کے ترک کی بیعت لیں۔ کہ قرآنی آیہ مذکور کا صحیح اطلاق اور اصل تفسیر یہی ہے۔

دین کے اندر یہ کس قدر جسارت اور بے باکی ہے۔ کہ آیت کو اس کے اصل موقع اور محل سے ہٹا کر اس کے صحیح مفہوم کو چھپا کر پیری مریدی کمانے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ کیا اس آیت کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی عام مسلمانوں کی عورتوں سے اس طرح بیعت لی تھی؟ ہرگز نہیں لی تھی۔ بلکہ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی نہ پیری مریدی کی۔ اور نہ قریہ بہ قریہ پھر کر مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔ پھر کس قدر افسوس ہے کہ آج کل قرآنی آیتوں کو سینہ زوری سے ذریعہ معاش بنایا جاتا ہے۔ اور یہ کام صرف ایک ہی پیر صاحب پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ حال کی تمام تر ''مقدس مہاجنی'' ان ہی دو آیتوں کی نفسانی تفسیر پر منحصر ہے۔

خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

حدیث بوسہ اطراف کی حقیقت

جس طرح چالاک فقیر نے ایک آیت کو نفس کی کچکول بنا کر نذریں' نیازیں مانگنی شروع کر دیں۔ اور عیار درویشی نے سورہ فتح اور سورہ ممتحنہ کی دو آیتوں کو بیعت کا پٹا بنا کر مردوں اور عورتوں کے گلے میں ڈال دیا۔ اسی طرح خداوندان ولایت نے حدیث بوسہ اطراف کو اپنی شان و شوکت جاہ و جلال اور عظمت و جبروت کی بھینٹ چڑھا لیا ہوا ہے۔ اور نفس امارہ اس سے اپنے خرابہ کا خراج وصول کر رہا ہے۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر پر بھی جلوہ فرما ہوتے تھے۔ بہت وقت آپ مسجد میں بھی گزارتے تھے' تبلیغ کے لئے مسجد سے باہر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ کو اکثر سفر بھی درپیش رہے ہیں۔ اور شمع رسالت کے پروانوں کا حال یہ تھا۔ کہ وہ حضور انور ﷺ کے ہر قول وفعل' حرکت وسکون' گفتار ورفتار' اور طریق وروش کو بغور دیکھتے' سنتے' سمجھتے اور پھر ان کو اپناتے' عمل میں لاتے' یاد رکھتے' اور آگے پہنچاتے تھے۔ ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی کی بھی ایسی شہادت موجود نہیں ہے۔ کہ جو ملاقاتی بھی رسولِ رحمت کے رسالت کدہ پر حاضر ہوتا۔ وہ آپ کے ہاتھ یا پاؤں چوم کر ہی بیٹھتا تھا۔ یا مسجد میں حضور ﷺ کی خدمت میں سینکڑوں باریاب ہونے والے آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔ یا سفر میں جہاں کہیں بھی رسولِ رحمت کی ذاتِ اقدس رحمت فرما ہوئی۔ زیارت کا شرف پانے والے تقبیل اطراف کا فرض بجالاتے تھے۔ اب جب کہ قرآن' حدیث' تفسیر' فقہ اور تاریخ میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ کہ بوسہ دست وپا رسالت کے آداب کا لازمہ تھا۔ تو پھر فقر صیاد کو یہ استحقاق کہاں سے حاصل ہوگیا۔ کہ اس نے اس چیز کو آداب شیخ کی روح و رواں بنالیا ہے۔

اب ہم اس حدیث کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ جس کو دلیل بنا کر بوسہ اطراف (ہاتھ پاؤں چومنا) کی طرح ڈالی گئی ہے۔ اور دلق پوشی نے لوگوں کو ہاتھ پاؤں چومنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ اس حدیث کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ جو درج ذیل ہے۔

> ''حضرت زراع رضی اللہ عنہ جو وفد عبدالقیس میں شریک تھے۔ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم (سفر سے) مدینہ طیبہ آئے۔ اور جلدی سے اپنے اونٹوں سے اُتر کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور (ہمارے ساتھی) منذر راشج انتظار کرتے رہے (کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی قدم بوسی سے فارغ ہوں) یہاں تک کہ (پھر) انہوں نے اپنی گٹھڑی سے کپڑے نکال کر پہنے' اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور انور ﷺ نے اُن (منذر راشج) سے فرمایا۔ تم میں دو عادتیں ایسی (اچھی) ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور خودداری۔ منذر راشج نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! کیا یہ دو عادتیں میں نے خود اختیار کی ہیں۔ یا اللہ نے پیدائش سے وہ دونوں خصلتیں تخلیق فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش ہی سے یہ دونوں خصلتیں تم میں ودیعت فرمائی ہیں۔ یہ سن کر منذر راشج نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے مجھ میں دو ایسی خصلتیں پیدا فرمائی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے''۔ (۱)

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلة الرجل حدیث ۵۲۲۵۔ پاؤں کو بوسہ دینے کے جملہ کے علاوہ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۸۲۔ حدیث ۵۲۲۵۔

حقیقت کی روشن جبیں

حدیث مذکور پڑھنے کے بعد یہ اصلیت اور حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ وفد عبدالقیس نے تو اپنے اُونٹوں سے جلدی اُتر کر حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور ان کے ساتھی منذر اشج نہ تو اپنے اُونٹ سے جلدی اُترے اور نہ انہوں نے دوسروں کی طرح حضورِ انور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما۔ غور فرمائیں کہ اگر ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا اچھی بات ہوتی۔ یا یہ فعل بزرگوں کے ادب میں داخل ہوتا۔ تو بانی ادب حضرت محمد ﷺ وفد عبدالقیس کی تعریف کرتے۔ ان کے بوسہ دینے کے فعل کو سراہتے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ آپ کی ذات تکلف سے پاک تھی۔ اور حق بیانی آپ کا منصب تھا۔ سلسلہ تبلیغ میں کوئی چھوٹی بڑی بات آپ نہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور نہ بھول گئے ہیں۔ اپنی ذات سے متعلق فرماتے ہیں۔

((اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَ اَکْرَمُ الْاٰخِرِیْنَ)) (۱)

''مَیں (تا آدم) اپنے سے پہلوں میں اور (تا قیامت) اپنے سے پچھلوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر بزرگ ہوں۔''

وَلَا فَخْرَ ''اور میں یہ بات ازرہِ فخر نہیں کہتا ہوں۔ بلکہ (خدا کے حکم سے) ایک حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور مسئلہ بتاتا ہوں۔''

اسی طرح اگر ہاتھ چومنا نہ چومنے سے اچھا ہوتا۔ تو آپ اسے بلا حجاب پسند فرماتے۔

بلا تکلف و حجاب اچھائیوں' خوبیوں' ادبوں اور تہذیبوں کو بیان کرنے والے اور پھیلانے والے حضرت اکرم ﷺ نے بوسہ دینے والوں کی طرف تو کچھ توجہ نہ کی۔ البتہ توجہ' تعریف' خوشی اور رحمت کی باراں سے اس شخص کی کشت محبت کو سیراب فرمایا۔ جس نے نہ اُونٹ سے اُترنے میں جلدی کی۔ اور نہ ہی رحمت دو عالم کے اطراف پاک کو بوسہ دیا۔

ناظرین کرام:۔ ازرہِ انصاف غور فرمائیں کہ مذکورۃ الصدر حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوا۔ کہ وفد عبدالقیس کے سفر سے آنے کی طرح اگر کوئی دیر کے بعد سفر سے واپس آئے۔ تو فرط محبت سے اگر باپ یا استاذ یا کسی عالم حقانی اور شیخ ربانی وغیرہ کا ہاتھ چوم لے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ لیکن عام مقامی لوگوں کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کہ جو آئے اور جتنی بار آئے۔ اور جب آئے۔ بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ چومے نہ بیٹھے بلکہ اگر وہ دیر کے بعد سفر سے آئے۔ تو فرط محبت سے چوم لے۔ تو مباح ہے۔

(۱) سنن ترمذی کتاب المناقب باب سلوا اللہ لی الوسیلۃ ...... حدیث ۳۶۱۶ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۶۱۶۔

ہاتھ پاؤں کا نہ چومنا اللہ اور رسول ﷺ کو پسند ہے

وفد عبدالقیس نے جو اپنے اُونٹوں سے جلدی اُتر کر حضور انور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو چوما۔ اور ان کے ساتھی منذر اشج نہ تو اُونٹ سے جلدی اُترے۔ اور نہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو دوسروں کی طرح بوسہ دیا۔ اس پر حضور انور ﷺ نے منذر اشج کو بردباری اور خودداری کی صفات سے نوازا۔

بردباری یہ تھی کہ اپنے ساتھیوں کی مانند اُونٹ سے نہایت تیزی اور جلدی سے نہ اُترے اور خودداری ان کی یہ تھی، کہ حضور ﷺ کے دست و پا کو انہوں نے بوسہ نہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے منذر اشج کی تعریف کی۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں کا چومنا کوئی شرعی مسئلہ نہ تھا۔ دین کا حکم نہ تھا۔ حضور انور ﷺ کی عزت اور توقیر کا اس پر دار و مدار نہ تھا۔ یعنی اگر بوسہ دینا شرعی مسئلہ ہوتا۔ بزرگوں کے ادب میں داخل ہوتا۔ تو بوسہ دینے والوں کی آپ تعریف کرتے۔ ان پر خوشی کا اظہار کرتے، اور منذر اشج کو ان کے ترک بوسہ پر تنبیہ فرماتے۔ یا انہیں بے ادب کہتے۔ لیکن آپ نے انہیں ترک بوسہ پر خوددار فرمایا۔ اور اطمینان سے اُونٹ سے اُترنے پر بُردبار۔ اور ساتھ ہی مژدہ سنایا۔ کہ تمہاری اس خودداری (ترکِ بوسہ) اور بردباری (جلدی نہ کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور یہ دو عادتیں تمہاری خود اختیاری نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں ودیعت فرمائی ہیں۔ پھر منذر اشج نے اللہ کا شکر کیا۔ کہ ان کی دونوں عادتیں اللہ کی پیدائشی ودیعت (امانت ہیں۔ اور ان عادتوں اور خصلتوں سے خدائے لایزال اور رسولِ کائنات ﷺ خوش ہیں۔

خودداری کا فلک بوس تخیل

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اتنے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ آپ کی بشریت عنداللہ اتنی مقرب و مقبول ہے۔ اور عبدیت اطاعت کی وجہ سے اس درجہ محبوب ہے۔ ذات اقدس اس قدر بزرگ، اور کہکشاں گیر مدارج کی حامل ہے۔ کہ اگر حضرتِ اکرم ﷺ ترازو کے ایک پلڑے میں قدم مبارک رکھ دیں۔ اور دوسرے پلڑے میں، تمام اولاد آدمؑ کل فرشتے اور جن بٹھا دیئے جائیں۔ تو یہ سب اپنے مجموعی وزن سے رسالت مآب ﷺ کے پلڑے کو ہلا بھی نہیں سکیں گے۔

اتنے بلند پایہ رسول حضرت محمد ﷺ اپنے ہاتھ پاؤں کے بوسہ کے ترک پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اللہ کی خوشی کی بھی خبر دیتے ہیں۔ اور منذر اشج کے ترکِ بوسہ کو پسند فرما کر امت کو درس خودداری دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی

(۱) حضور انور ﷺ تو ترک بوسہ پر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن زمانہ حال کے درویش اور پیر بالعموم ہاتھ چوما کر خوش ہوتے ہیں، بلکہ ہاتھ کو بوسہ کے لئے آگے کر دیتے ہیں کہ مرید چوم کر آنکھوں سے بھی لگائے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہاتھ چومنے والوں کو مودب کہا جاتا ہے۔ اور نہ چومنے والے بوسہ کے منکر بے ادب کہلاتے ہیں۔ ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا۔ (صادق)

مہینوں یا برسوں کے بعد بھی سفر سے واپس آئے' تو اپنے بزرگوں کے ہاتھ نہ چوم کر خوددار بنے اور اس طرح خوددار (تارک بوسہ بزرگاں) بن کر اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرے۔

نفس امارہ کی سجدہ خواہی

بعض ''بزرگ'' ایسے بھی ہیں کہ ان کے نفس کی پیاس دست بوسی اور پائے بوسی سے نہیں بجھتی۔ ار پھر وہ سجدہ کرانے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر سجدہ کی بھینٹ لے کر ان کا نفس اَنَا وَلَا غَیرِیْ کا ناد بجاتا اور بلیوں اچھلتا ہے' ایسے لوگ فی الحقیقت نہایت پست اخلاق اور گندی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جو انسان ہو کر انسانوں سے سجدہ کراتے ہیں۔ اور اس پر شیخ طریقت ہادی اور مرشد کہلاتے ہیں۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سجدہ عبادت ہے۔ اور صرف اللہ واحد القہار ہی کیلئے مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور صریح شرک ہے۔ انسان کا سجدہ کرانا اور اسے سجدہ کرنا نہایت کمینگی' دنایت اور اخلاق کا دیوالیہ پن ہے۔ اسکے استیصال کے لئے ہم رسول اللہ ﷺ کا حکم بیان کرتے ہیں:۔

سجدہ کی شرعی ممانعت

((وَعَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُلَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِھِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَھُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ حَقٍّ))(ابو داؤد)[1]

''قیس بن سعد سے روایت ہے' اس نے کہا کہ میں حیرہ (نام شہر) میں آیا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ سجدہ کے لائق تر ہیں۔ (اس سردار حیرہ سے) میں پھر (سفر سے لوٹ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میں (کوفہ کے ایک شہر) حیرہ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ (حضور ﷺ)!......آپ (سردار حیرہ سے بدرجہا) لائق تر ہیں۔ کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (قیس)! بتاؤ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو سجدہ کرو گے میری قبر کو؟ میں نے (حضور ﷺ کو ناراض پا کر) عرض کیا۔ نہیں! پھر آپ نے

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المراۃ حدیث ۲۱۴۰ قبر والے جملے کے علاوہ حدیث صحیح ہے صحیح سنن ابو داؤد ۵۹۵/۳ حدیث ۲۱۴۰۔

فرمایا (خبردار)! نہ کرو مجھے سجدہ۔ (سنو)! اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم دیتا۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ مردوں کا اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر (بڑا) حق مقرر کیا ہے"۔ (ابوداؤد)

غیر اللہ کے سجدہ کا استیصال

حدیث مذکور میں قیس بن سعد نے رسول اللہ ﷺ سے ان ہی کی ذات کو سجدہ کرنے کے لئے اجازت چاہی۔ فرمایئے! حضور اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا؟ اپنی ذات پاک سے سجدہ کا انتفا کرنے سے پہلے حضور ﷺ نے قیس کو (ڈانٹ کر) پوچھا۔ کیا تم میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ جس کے جواب میں قیس نے عرض کیا۔ نہیں حضور ﷺ اس کے بعد اپنی ذات سے متعلق فرمایا۔ لَا تَفْعَلُوْا خبردار! مت سجدہ کرو مجھے۔ غور فرمائیں کہ رحمت للعالمین ﷺ ابھی زندہ سلامت ہی ہیں۔ اور اپنی قبر پاک سے متعلق پہلے سے ہی صحابہؓ سے اقرار لے رہے ہیں۔ کہ خبردار! میری قبر کو سجدہ نہ کرنا۔ پھر اس پیمان کے بعد اپنی ذاتِ اقدس کے لئے بھی سجدہ کرنا منع فرمارہے ہیں گویا نہ آپ ﷺ کی قبر کے لئے سجدہ جائز' اور نہ آپ کی ذات کے لئے سجدہ جائز۔ اب آپ فرمائیں۔ کہ جو شیخ یا پیر لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرائے' وہ کون ہے؟ اور جن پیروں' بزرگوں' مولویوں' واعظوں' اور مجاوروں کے سامنے قبروں کو سجدے کئے جائیں۔ اور وہ منع نہ کریں۔ حدیث مذکور کی روشنی میں ان کی اخلاقی حالت کیسی ہے؟ بڑے رنج و اندوہ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادرِ زہرا

(اقبالؒ)

استقبال جائز ہے

استقبال کے معنی ہیں۔ آگے بڑھ کر لینا۔ کسی کے آنے کی خبر سن کر اسے لینے جانا۔ کسی عزیز' یا بزرگ کی حج سے فارغ ہو کر آنے کی خبر سن کر کراچی تک اسے لینے کیلئے جانا بھی استقبال ہے۔ اور ریلوے اسٹیشن' سڑک' گلی' گھر کے صحن یا چند قدم کے فاصلے پر کسی بزرگ' عزیز' حاکم' عالم' استاذ' پیر' مرشد' ماں' باپ' بھائی' بہن' بیٹے' بیٹی' دوست' سہیلی' شاگرد وغیرہ کو بڑھ کر لینا۔ (ToReceive) بھی استقبال کہلاتا ہے۔

اس تعریف اور مفہوم سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ کسی کے استقبال کے لئے اپنی جگہ ضرور چھوڑنی پڑتی ہے۔ خواہ چند قدم آگے بڑھیں یا کئی میل آگے جائیں۔ بہر حال اپنی جگہ چھوڑ کر ہی جائیں گے۔ استقبال کی یہ صورت

شرعاً جائز[1] ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی سُنت سے ثابت ہے۔ہمیں چاہیئے کہ اپنے بزرگوں اور عزیزوں کا ضرور استقبال کریں۔اس سے محبت واُلفت' اور اتفاق واتحاد بڑھتا ہے۔طبیعتوں میں میل ملاپ اور موالات۔کے جذبات اُبھرتے ہیں۔آدمیت پنپتی' شعور نکھرتا' اور تمیز انگڑائیاں لیتی ہے۔

آپ اُوپر رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی استقبال کا پاکیزہ منظر دیکھ چکے ہیں۔کہ جب حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کے ہاں آتیں۔قَامَ اِلَیْھَا تو حضور ﷺ کھڑے ہوتے۔اس کی طرف چل پڑتے۔اور آگے ہو کر لیتے اپنے جگر کے ٹکڑے فاطمہؓ کو' یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھتے۔استقبال کرتے۔اس تشریح سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے لئے قیام نہیں کرتے تھے' حدیث میں قَامَ لَھَا (کھڑے ہوتے واسطے فاطمہؓ) کے) نہیں ہے۔بلکہ اِلٰی حرف جار آیا ہے۔اور اِلٰی کے معنی تک اور طرف کے ہیں۔تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کا کھڑا ہونا یا قیام اپنے قدموں پر نہیں تھا۔اِلٰی ظاہر کرتا ہے کہ کھڑے ہوتے ہی کسی طرف اور سمت کو چل پڑتے تھے۔اور پھر ایک جگہ تک پہنچ کر رک جاتے' اور بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے۔اس طرح جب حضور ﷺ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔قَامَتْ اِلَیْہِ تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہوتیں' ان کی طرف چل پڑتیں۔اور آگے ہو کر لیتیں اپنے پیارے باپ حضرت محمد ﷺ کو۔یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھتیں' استقبال کرتیں یہاں بھی حدیث میں قَامَتْ لَہٗ (کھڑی ہوتیں واسطے اُن کے) نہیں ہے بلکہ اِلٰی جارہ کے ساتھ قَامَتْ اِلَیْہِ آیا ہے۔تو نتیجہ یہ نکلا۔کہ حضرت فاطمہؓ کا کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ان کے قدموں پر نہیں تھا۔اِلٰی بتا رہا ہے کہ آپ کھڑی ہوتے ہی اس طرف یا سمت کو چل پڑتیں۔جدھر آفتابِ رسالت ﷺ کی کرن پڑتی۔اور پھر کسی ایک جگہ تک رُک کر اپنے ابا جان' (ﷺ) کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرہ میں لے آتیں۔معلوم ہوا کہ حضرتِ انور ﷺ اور حضرت فاطمہؓ نے آپس میں ایک دوسرے کا استقبال کیا ہے۔قیام ہرگز نہیں کیا۔کیونکہ قیام کے لئے اپنی جگہ پر کھڑا رہنا ضروری ہے۔اور شریعت میں قیام حرام ہے۔اور استقبال جائز اور درست ہے۔اتنی لمبی تشریح اور توضیح سے ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ اگر کسی

---

(۱) لیکن بدعتی کا استقبال ناجائز اور حرام ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ (شعب الایمان رواہ البیھقی : فی شعب الایمان : ۶۱/۷۔ حدیث ۹۴۶۴۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث ۱۸۹۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۵۸۷۷۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ : ۳۴۰/۴۔ حدیث ۱۸۶۲) جس نے بدعتی کی عزت وتوقیر کی' اس نے اسلام کے گرانے پر مدد کی اور یہ ظاہر ہے کہ استقبال آنے والے کی توقیر وتعظیم ہوتی ہے پھر اگر آنے والا بدعتی ہے تو اس کی توقیر وتکریم یعنی استقبال حرام ہوا۔خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ کبھی کسی اہل بدعت کا استقبال نہ کریں اور نہ کسی اور شکل میں اس کی تکریم کریں۔کیونکہ بدعتی کی توقیر میں سنت کی حقارت پائی جاتی ہے۔جو ویرانی دین کا موجب ہے اور اس قیاس پر سنت کے متبع کا استقبال اس کی توقیر اور تکریم آبادی بنائے اسلام ہے۔
(محمد صادق)

بزرگ یا عزیز کو آگے لینے جائیں تو یہ استقبال ہے جو مشروع اور درست ہے۔ اور اگر بزرگ وغیرہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو کر اپنے قدموں پر ہی قائم رہیں۔ تو یہ قیام ہے۔ جو بوجہ عبادت الٰہی غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ (سورة البقرة : ۲۳۸)

''اور قیام کرو اللہ کے لئے فرمانبردار ہو کر۔''

چنانچہ آپ نماز میں اللہ ہی کے لئے قیام کرتے ہیں' اور یہ قیام عبادت ہے۔ اور عبادت غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ پس قیام غیر اللہ کے لئے حرام ہوا۔ خوب سمجھ لیں۔

غیر اللہ کے سجدہ کے خلاف حضرت شیخ احمد کا جہاد

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تم پر حرام

(اقبالؒ)

مغلیہ خاندان کے مشہور بادشاہ جہانگیر کے دربار میں سجدہ بجالانا آداب شاہی میں شامل تھا۔ ہر آنے والا بادشاہ کے حضور سربسجود ہو کر بیٹھتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک بہت بڑے عالم باعمل درویش مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ انہوں نے کھلے بندوں اس بات کا اظہار کیا اور اپنی تقریروں اور وعظوں میں علی الاعلان فرمایا کہ سجدہ صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ بادشاہ کو چاہئے کہ فوراً اپنے دربار سے سجدہ موقوف کر دے۔ آپ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر جہانگیری دربار کے سجدہ کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی۔

بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو اس نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت شیخ احمدؒ دربار میں پہنچے اور بادشاہ کو السلام علیکم کہا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ نے دربار شاہی کے آداب کا خراج کیوں پیش نہیں کیا۔ ہمارے حضور آ کر سجدہ کیوں بجا نہیں لائے؟ حضرت شیخ احمدؒ نے فرمایا:

''میرا سر سوائے اس کے خالق کے کسی غیر کے آگے ہرگز جھک نہیں سکتا۔ یہ پیشانی صرف اللہ واحد القہار کے لئے ہی خاک و دھول پر رکھی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی سجدہ کے لائق نہیں۔''

جہانگیر نے بہت ڈرایا دھمکایا' اور خوف دلا کر سجدہ کرنے پر مجبور کیا' لیکن حضرت مجدد صاحبؒ کی ایمانی طاقت شاہی حکم پر غالب آئی اور آپ سجدہ کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ ہوئے۔ بالآخر بادشاہ نے انہیں گوالیار کے قلعہ میں

قید کر دیا۔

چھ ماہ کے بعد بادشاہ نے اپنی ایک ضرورت کے لئے حضرت مجدد صاحب کی رہائی کا حکم صادر کیا۔ اور دربار میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط پر دربار میں حاضر ہو کر بادشاہ کی بات کو سننا منظور کیا۔ کہ وہ توبہ کر کے دربار میں رسم سجدہ کو موقوف کر دے جہانگیر نے آپ کی اس شرط کو تسلیم کر لیا۔ اور دربار کو سجدہ کے بت سے پاک کر کے اللہ کی جناب میں توبہ کر لی۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور شرک قرار دیا گیا۔ پھر حضرت مجدد صاحبؒ قلعہ گوالیار سے چل کر بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ اور اس کے کام کو سرانجام دینے کے لئے سعی فرمائی۔

ایک وہ درویش ایک یہ

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ ایک وہ درویش تھے۔ جو غیر اللہ کے سجدہ کی بیخ کنی کیلئے سردھڑ کی بازی لگاتے تھے۔ اور ہر قیمت پر انسانیت کی فضا کو شرک کی گندگی سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ اور ایک یہ درویش ہیں کہ خود کہہ کر اپنے آپ کو سجدہ کراتے ہیں۔ اور پھر سجدہ میں گری ہوئی ''بھیڑ'' کی پشت پر تھپکی دیتے ہیں۔ گویا اس کی پیٹھ ٹھونک کر اٹھاتے ہیں۔ شاباش![1]

سچ ہے۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری!
اک فقر سے کھلتے ہیں اِسرار جہانگیری

قیام لغیر اللہ کی ممانعت

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِأً عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا لَه فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا))(ابو داؤد)[2]

''ابی امامہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے عصا (لاٹھی) پر سہارا کرتے ہوئے (ہماری مجلس میں) جلوہ فرما ہوئے۔ ہم نے آپ کی تعظیم کے لئے قیام کیا۔ (یعنی اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے) حضور ﷺ نے فرمایا۔ خبردار! مت تعظیماً کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔''

(۱) چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے۔ منہ

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل حدیث ۵۲۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۵۲۳۰ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۱/۵۲۱ حدیث ۳۴۶۔

عجمی قیام کی تعریف

بے دین عجمی بادشاہ' امراء' رؤسا' حکام قوم کے سردار علماء اور مشائخ جب کسی مجلس میں جاتے تو تمام لوگ تعظیماً اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے۔ اور جب تک وہ بیٹھ نہ جاتے' لوگ کھڑے رہتے۔

پھر جب وہ بیٹھتے' یہ بھی بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ اگر ان کا بزرگ تھوکنے کے لئے بھی اُٹھتا اور پھر بیٹھتا۔ تو انہیں بھی برابر ساتھ اُٹھنا بیٹھنا پڑتا۔ یہ تھا عجمیوں کا قیام تعظیمی۔

حدیث مذکور میں آپ نے اُوپر پڑھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف لے گئے۔ تو اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔ رسول پاک ﷺ نے اپنی ذات کے لئے اس تعظیمی قیام کو برداشت نہ کیا۔ اور صحابہ کو سختی سے منع کر دیا۔ کہ خبردار! بے دِین عجمیوں کی طرح میرے لئے کبھی قیام نہ کرو۔

مشائخ کے لئے تعظیمی قیام

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا فرض تھا۔ کہ وہ دِین اِسلام کی حفاظت کرتے اور دیانت داری سے اس کی تبلیغ جاری رکھتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں' کہ اِسلام کے حق میں وہ ''برادران یوسف'' بن گئے ہیں۔ جس دِین کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دانت مبارک شہید کرا کے تلواروں کی جھنکاروں اور تیروں کی بوچھاڑوں میں انہیں پہنچایا تھا۔ صحابہ ؓ نے اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں اِسلام کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا کر جو خزینہ ان کی تحویل میں دیا تھا۔ ہم نے اس میں خیانت شروع کر دی۔ جواہرات کو خرمہرہ کے بھاؤ لٹانا شروع کر دیا۔ اور سچی بات تو یہ ہے۔ کہ نفس کی شہہ پر اللہ کے دِین کی تجارت کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی ذات کے لئے قیام تعظیمی منع فرمایا۔ صحابہ ؓ کو کھڑے ہونے سے روکا۔ لیکن ہمارے پیروں' بزرگوں شیخوں' ہادیوں' مرشدوں اور عالموں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ مریدوں کو اپنے تعظیمی قیام کے لئے حکم دیتے ہیں۔ اپنی مجلس میں آنے پر انہیں کھڑا ہونے کی تاکید کرتے ہیں۔ پھر جب مجلس میں آتے ہیں۔ تو اہل مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو عقیدت کیش بھی بیٹھتے ہیں۔ اور اگر وہ ایک آدھ منٹ کے لئے بھی اُٹھتے ہیں۔ تو مرید بھی ضرور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب حضرت صاحب پھر نشست فرما ہوتے ہیں۔ تو ارادت کے تار میں بندھی ہوئی کٹھ پتلیاں بدستور دم بخود ہو جاتی ہیں۔ فرمایئے! کیا یہ عجمیوں کی مانند قیام تعظیمی نہیں ہے؟ ایسا قیام رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے لئے تو منع فرما دیا تھا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آج کل کے ''بزرگوں'' نے اسے شیر مادر کی طرح حلال جان رکھا ہے۔

ترا اے قیس کیونکر ہوگیا سوزِ دروں ٹھنڈا
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی

صحابہؓ قیام نہ کرتے

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذَالِكَ))(ترمذی)(۱)

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا نہ تھا۔ لیکن جب (دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب) حضرت اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے لئے ہرگز کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ حضور انور ﷺ اس بات (قیام تعظیمی) کو ناپسند کرتے ہیں۔''

ملاحظہ:۔ دورِ حاضر کے صوفیوں' سجادہ نشینوں' شیخوں' اور پیروں کی خدمت میں ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک ﷺ کی طرح وہ بھی اپنے لئے قیام تعظیمی کو ناپسند کریں۔ برا جانیں۔ اور احباب کو سختی کے ساتھ منع کر دیں۔ کہ آئندہ آپ کے لیے کبھی قیام نہ کریں۔

مریدوں کی خدمت میں

مریدان باصفا کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ اگر آپ کے پیرو مرشد آپ کو قیام تعظیمی سے منع نہ کریں۔ بلکہ قیام کے لئے اجازت یا حکم دیں تو پھر آپ حضرات رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر عمل کریں' رحمتِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ))(مشکوۃ)(۲)

ترجمہ:۔ ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کاموں) میں کسی مخلوق کی تابعداری نہیں ہے۔''

یہاں لانفی جنس کا ہے جو طاعت کے انتفا اور کامل فقدان کے لئے آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس کام میں اللہ کی (اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی پائی جائے۔ جو بات قرآن اور حدیث میں منع آئی ہو وہ بات ہرگز کسی کے کہنے پر مت مانو۔ مخلوق میں سے خواہ کوئی ہو۔ ماں' باپ' پیرو مرشد' کسی کی بھی خلاف شرع طاعت نہ کرو۔ اب آپ غور کریں۔ کہ قیام تعظیمی سے رسول پاک ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا منع فرمودہ کام

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراهية قيام الرجل للرجل حديث ۲۷۵۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۱۰۰ حدیث ۲۷۵۴۔

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء حدیث ۳۶۹۶۔ بحوالہ شرح السنۃ للبغوی ۱۰/۴۴ حدیث ۲۴۵۵۔ مسند احمد ۵/۶۶ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۷۵۲۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/۳۴۸ حدیث ۱۷۹۔

یقیناً اللہ کی نافرمانی ہے۔ تو قیامِ تعظیمی ضرور اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اور اس اللہ کی نافرمانی کو پیرو مرشد کے کہنے پر ماننا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو ناراض اور غضب ناک کرنا ہے۔ اس لئے تمام مریدوں کو حضرت محمد مصطفی شافع روزِ جزا رسول اللہ ﷺ حکم دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے پیروں' یا مرشدوں کے کہنے پر ہرگز ہرگز ان کا قیام تعظیمی نہ کریں۔ اب مریدوں کو آپ اس امر کا فیصلہ کرلینا چاہیئے۔ کہ انہیں رسول پاک ﷺ کا حکم ماننا چاہیئے۔ (قیام تعظیمی مت کرو) یا اپنے پیروں کے فرمان پر سرِ تسلیم خم کرنا چاہیئے (قیام تعظیمی کرو)۔

حضرت سعدؓ کے استقبال کی حقیقت

بعض خود بین' خود نما' اور جاہ خواہ حضرات اپنے قیامِ تعظیمی پر بہت زور دیتے ہیں۔ جبروتِ فقر کے حضور نیاز کیشوں کی سرو قامتی دیکھ کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اور عقیدت مندوں کو خراجِ قیام ادا کرنے پر مضبوط اور استوار رکھنے کے لئے یہ ثبوت دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کے قیام کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا۔ اور پھر صحابہؓ نے ان کے آنے پر قیام کیا۔ لہٰذا بزرگوں کے لئے قیام کرنا جائز ہے۔

اصلیت کو چھپا کر عوام کو غلط روی کی تعلیم دینا نفس کی خواہش ہے۔ ہم یہاں ناظرین کے سامنے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ان پر حقیقت منکشف ہو جائے۔

((عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ وَ کَانَ قَرِیْبًا مِنْهُ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ)) (بخاری' مسلم)(۱)

''حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو ماننے کا وعدہ کر کے (خیبر کے قلعہ سے) اتر آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جو حضور ﷺ کے نزدیک ہی فروکش تھے۔ حضرت سعد گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ اور جب مسجد کے قریب پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو فرمایا۔ کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔''

صراحت

بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح خندق کے بعد ان کو قلعہ میں پچیس روز تک گھیرے رکھا۔ اتنے لمبے محاصرہ سے تنگ آ کر بنو قریظہ اس شرط پر قلعہ سے باہر آ گئے۔ کہ حضرت سعدؓ جو فیصلہ (قتل یا قید یا

(۱) صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب اذا نزل العدو علی حکم رجل حدیث ۳۰۴۳۔ صحیح مسلم کتاب الجهاد باب جواز قتال من نقض العهد و جواز انزال اهل الحصن علی حکم حاکم عدل اهل للحکم حدیث : ۱۷۶۸۔

فدیہ کا) ان کے حق میں کریں گے۔ وہ اسے مان لیں گے۔ کیونکہ بنو قریظہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر حسنِ ظن تھا۔ کہ وہ ان کا پاس کریں گے۔

اس فیصلہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔ جو رحمتِ دو عالم ﷺ کے قریب ہی اقامت گزین تھے۔ حضرت سعدؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے۔ اور ہنوز ان کا زخم مندمل نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس سے خون بھی جاری ہو پڑتا تھا۔

اس تکلیف کی وجہ سے وہ اچھی طرح چل پھر نہ سکتے تھے۔ اور گدھے پر سوار ہو کر حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ حضرت انور ﷺ کے قریب آ کر سواری سے اُترنے لگے۔ تو آپ نے انصار کو اِرشاد فرمایا۔ کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی سعدؓ زخمی اور کمزور ہیں۔ جاؤ انہیں آرام اور احتیاط سے سواری سے اُتار لاؤ۔

یاد رہے کہ یہ حضرت سعدؓ کا استقبال تھا۔ ان کے لئے قیام نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کن الفاظ کی طرف غور کریں۔ آپ ﷺ نے **قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ** فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ طرف سردار اپنے کی۔ یعنی کھڑے ہو کر سعدؓ کی طرف بڑھو اس کو آگے ہو کر لو۔ سواری سے اُتارو اور یہ نہ فرمایا۔ **قُوْمُوْا لِسَیِّدِکُمْ** کھڑے ہو جاؤ۔ واسطے سردار اپنے کے کہ اِلٰی کی جگہ لام آنے سے قیام کا شبہ ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے آگے قیام کرنے کے متعلق **قُوْمُوْ لِلّٰہِ** آیا ہے۔ نہ کہ **قُوْمُوْا اِلَی اللّٰہِ**. معلوم ہوا کہ یہاں اِلٰی جارہ استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ قیام پر۔ اور اس چیز کو ہم اس سے پہلے بھی بالوضاحت بیان کر چکے ہیں۔ پس حدیث مذکور سے حضرت سعدؓ کا استقبال کرنا ثابت ہوا۔ نہ کہ قیامِ تعظیمی۔ خوب سمجھ لیں۔

قیامِ تعظیمی کی سزا

((وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ))(ترمذی)[1]

''حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اس بات کو پسند کرے۔ کہ لوگ اس کے آگے تعظیماً کھڑے رہیں۔ تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں تجویز کر لینا چاہئے''۔(ترمذی)

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۱۰۰ حدیث ۲۷۵۵۔

ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ

یہ حدیث پڑھ کر تو ان عالموں اور پیروں کو کانپ اٹھنا چاہئے۔ جنہوں نے مریدوں اور عقیدت مندوں کو اپنے قیام تعظیمی کے لئے حکم دے رکھا ہے۔ یا مسئلہ بتایا ہوا ہے۔ اب تو حضورِ انور ﷺ نے صاف الفاظ میں تجدید فرمادی ہے۔ کہ جو بھی قیامِ تعظیمی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس قولِ فیصل کے بعد اب کیا جواب ہے قیام کرنے والوں اور قیام کروانے والوں کے پاس؟ بھائیو! سوچو سمجھو، اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے رسول کا کہا مانو۔

محال است سعدیؒ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفی
خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

❀❀❀

ایفائے عہد

عہد کے معنی:۔ وعدہ' پیمان' قول وقرار' اقرار و مدار' اور زبان دینے کے ہیں۔ اسلام میں وعدہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس کو پورا کرنے کی سخت تاکید آئی ہے۔ ایفائے عہد دراصل روح کی صحت کا نام ہے۔ طبیعت کی صفائی' اور پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اچھے خلق اور نیک کردار کی علامت ہے۔ ارادہ کی صفائی اور پاک نیتی کا جوہر ہے۔ اور اخلاص و نفاق میں حد فاصل کا حکم رکھتا ہے۔ قول کا پکا' پیمان کا سچا' اور وعدہ پورا کرنے والا شخص اپنے ماحول میں بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک سمجھا جاتا ہے۔

اس کے برعکس بالعموم بدعہدی اور وعدہ شکنی' سیرت کی کدورت اور طبیعت کی آلودگی کو ظاہر کرتی ہے۔ وعدہ خلافی قول کے اثبات اور عمل کے فقدان سے زبان دینے والے کی پیشانی پر نفاق کی مہر ثبت کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ شخص اللہ' رسول ﷺ' اور عوام الناس کے نزدیک بہت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عہد پورا کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور ایمان و اخلاص کی شرطوں میں سے اسے بہت بڑی شرط قرار دیا ہے۔ تو پیمان دینے کے بعد اسے پورا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا چاہئے' وعدہ وفائی کے متعلق اسلام کے گراں مایہ ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے دل سے عہد کر لیں۔

منافقت کی ایک تہائی

((وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))(بخاری)[1]

"روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (پہلی) جب وعدہ کرتا ہے۔ تو اس کو وفا نہیں کرتا۔ (دوسری) جب وہ بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ (تیسری) اور جب اسے (کسی امر پر) امین بنایا جاتا ہے۔ تو خیانت کرتا ہے"۔

نوٹ:۔ اس حدیث میں منافق کی پہچان بتائی گئی ہے۔ کہ جس میں تینوں مذکورہ نشانیاں پائی جائیں۔ وہ منافق فی العمل ہے۔ اور ان تینوں نشانیوں میں ایک وعدہ خلافی ہے۔ تو گویا وعدہ خلافی۔ یا عہد شکنی منافقت کی ایک تہائی

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامات المنافق حدیث ۳۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب خصال المنافق حدیث ۵۹۔

ہوئی۔ اور وعدے کر کے دانستہ توڑنے والا منافقوں سے بھائی چارہ قائم کرنے والا ہوا۔ اسلام میں نفاق (Hypocrisy) بدترین روسیاہی' ایمان کی رسوائی۔ اور غضب الٰہی کا موجب ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ وعدہ کرتے وقت خوب سوچ سمجھ لیں۔ اگر پورا کر سکتے ہیں۔ تو ہاں کریں۔ نیت ایفا کی ہے۔ تو ہامی بھریں۔ ورنہ ہرگز قول نہ دیں۔ قطعاً اقرار نہ کریں کہ نقض عہد گلزار ایمان کے لئے پیغام خزاں ہے۔

قابل ایفاء وعدہ کرو

((عَنْ اَبِیْ جُرَیِّ نِ الْهُجَیْمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُوَاعِدْ اَخَاكَ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ))(مُسلم)[1]

''حضرت ابو جری الجمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے بھائی سے ایسا وعدہ مت کر۔ جسے تو پورا نہ کر سکے۔

عہد شکن کی حشر میں رسوائی

((عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ[1] یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُعْرَفُ بِهٖ))(بخاری)[2]

''حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک نشان ہوگا۔ جس سے وہ شناخت کیا جائے گا''۔

نوٹ:۔ عہد شکنی اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ حشر کے میدان میں ذلت اور رسوائی کا موجب ہوگا۔ وعدے کر کے توڑنے والوں کے چوتڑ کے ساتھ ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ جس پر لکھا ہوگا۔ کہ یہ شخص غادر ہے۔ واضح ہو کہ غادر' غدر سے مشتق ہے۔ غدر کے معنی بے وفائی' عہد شکنی' سرکشی اور بغاوت کے ہیں۔ دنیا میں جس قسم کی عہد شکنی اور بے وفائی کی ہوگی' اسی قسم کی بدعہدی کے نشان سے غادر کو اہل محشر میں رسوا کیا جائے گا۔ اسلامی حکومت کا غادر' قوم کا غادر' وطن کا غادر' قبیلہ اور برادری کا غادر' عام مسلمانوں' ہمسایوں' دوستوں' آشناؤں اور احباب واقربا سے عہد شکنی' اور وعدہ خلافی کرنے والا۔ غادر!

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) لواء کے معنی جھنڈ۔ نشان۔ (محمد صادق)

(۲) صحیح بخاری کتاب الجزیة والموارعة باب اثم الغادر للبر والفاجر حدیث ۳۱۸۷۔۳۱۸۶۔ صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر حدیث ۱۷۳۷۔

((اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَه لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِه غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ))(بخاری' مسلم)[1]

''عہد توڑنے والے (کی رسوائی) کے لئے ایک نشان کھڑا کیا جائے گا۔ (جس پر لکھا ہوگا) یہ فلاں ابن فلان کی عہد شکنی کا نشان ہے''۔

حضرت ابی سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِه يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَه بِقَدْرِ غَدْرِه اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيرِ عَامَّةٍ))(مسلم)[2]

''قیامت کے روز ہر عہد شکن کے لئے (ذلت کا) نشان ہوگا اس کی مقعد (Buttock) کے پاس' اور ایک روایت میں حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ عرصہ محشر میں ہر عہد توڑنے والے کے لئے ایک نشان ہوگا۔ جو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ خبردار! عہد شکنی میں رعیت کے حاکم سے کوئی بہت بڑا عہد شکن نہیں ہے''۔ (مُسلم)

حکام کی رعایا سے عہد شکنی

یہ تو آپ اُوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ ہر قسم کی عہد شکنی ہر کسی سے نہایت مذموم' قابل ملامت' اور دِین ودُنیا کی رسوائی ہے۔ حدیث مذکور میں جہاں ہر غادر و غدار' عہد شکن' اور وعدہ خلاف چھوٹے بڑے' ادنیٰ اعلیٰ' وضیع و شریف' امیر و غریب' مرد و عورت' پیر و مرشد' اُستاد و تلمیذ' شیخ و شباب' اور راعی و رعایا کو عہد شکنی کی پاداش میں روز قیامت کی رسوائی اور ندامت سے ڈرایا گیا ہے' وہاں سرورِ عالم ﷺ نے یہ بھی تحدید فرمائی ہے۔ کہ تمام غادروں سے' سب سے بڑا غادر' اور سارے عہد شکنوں سے بدترین عہد شکن عہد شکنی کے لحاظ سے امیر عامہ یعنی رعیت کا حاکم ہے۔ رعیت کے حاکم کو حدیث شریف میں نقض عہد کی صورت میں کیوں غادرِ اعظم کہا گیا ہے۔ اس کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو۔

لفظ امیر' امر سے مشتق ہے۔ امر کے معنی حکم اور امیر کا ترجمہ حاکم ہے۔ اور اسی امیر سے اولی الامر بنا ہے۔ جس کا مطلب ہے صاحبانِ حکم' جو ریاست میں ممتاز عہدوں پر فائز ہوں۔ اختیارات رکھتے ہوں جن کا حکم چلتا ہو۔ اور اس سے مراد بادشاہ' سلطان' والی' خلیفہ' اور تمام ماتحت طبقہ کے زمہ دار مناصب' اور عہدوں کے چھوٹے بڑے حکام' حکومت کے ہزاروں محکموں کے لاکھوں افسر' اور جواب دہ مرتبوں کے بڑے سردار ہیں۔ عوام جب حکومت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو انکا تسلیم کرنا دراصل حکومت کے ساتھ یہ عہد کرنا ہے۔ کہ وہ حکومت کے معروف میں فرماں بردار رہ کر عہد کو پورا کرتے ہوئے۔ وفادار رہیں گے۔ پھر اگر رعایا کا کوئی فرد یا افرادِ حکومت کی معروف میں اطاعت

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یدعی الناس بآبائھم حدیث ۶۱۷۸۔ صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر حدیث ۱۷۳۵۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر حدیث ۱۷۳۸۔

نہ کریں۔تو وہ عہد شکن اور غادر قرار پائیں گے۔حکومت کے ساتھ عہد شکنی کرنے والوں کے حق میں حدیث شریف میں بہت وعید آئی ہے۔کتاب اور سُنت کو ملک میں نافذ اور جاری کرنے والے عادل بادشاہ خداترس حاکم' اور رعایا کے پسینے کی جگہ خون بہانے والے فرماں روا کی اطاعت اور فرماں برداری معروف میں واجب ہے۔ایسے ہی حاکم سے متعلق حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّمعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرءِ الْمُسْلِمِ)) (بخاری) (۱)

''سننا (حاکم کا) اور (پھر) فرمانبرداری کرنی ہر مسلمان مرد پر واجب ہے''۔

اسی طرح حکومت یعنی بادشاہ' گورنر جنرل' وزیراعظم' وزیر داخلہ' وزیر خارجہ' وزیر ترقیات' وزیر صنعت' وزیر زراعت' وزیر تعلیم' اور ان کے ماتحت سینکڑوں محکموں اور شعبوں کے ہزاروں ذمہ دار حکام' اور اقتدار و اختیار کے مالک بے شمار افسر اپنے اپنے منصب اور عہدہ کا چارج (سپردگی) لیتے وقت جب حلف وفاداری اُٹھاتے ہیں۔تو یہ حلف وفاداری دراصل اللہ تعالیٰ سے عہد کیا جاتا ہے۔کہ وہ رعایا کے حقوق کو پوری پوری اِیمان داری' اور انصاف سے پورا کریں گے' قانون کے نفاذ میں عدل و مساوات کا توازن قائم رکھیں گے۔اپنے اپنے منصب کے فرائض کو اللہ کے خوف سے بجالائیں گے۔

رعایا کے حقوق پورے کرنے میں وہ ظلم' زیادتی' بددیانتی' کام چوری' اقربا نوازی۔خویش پروری' جنبہ داری' رشوت ستانی' بے رحمی' بداخلاقی' حق تلفی سے کام نہیں لیں گے' نہ کسی کی ناجائز سفارش مانیں گے۔اور نہ کسی کو بلاوجہ تنگ کریں گے۔اور اس طرح اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کی امانت کو کما حقہ' پورا کریں گے۔اس حلف وفاداری (عہد) کے بعد جو امیر عامہ' رعیت کا حاکم' چھوٹا یا بڑا اپنے فرائض کی بجا آوری میں توازن کھو بیٹھے گا۔تو وہ غادر اور عہد شکن قرار پائے گا۔اور اِسلام کی رُو سے غادرِ اعظم اور عہد توڑنے والوں میں سے بدترین عہد شکن ہوگا۔حلف وفاداری اُٹھانے' یا اپنے عہدہ کی سپردگی لینے کے بعد بے اِیمانی' بددیانتی' کام چوری اور ظلم کرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ الفاظ بادیدہ تر نکر ملاحظہ ہوں:

((اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيرِ عَامَّةٍ)) (مُسلم) (۲)

''خبردار! اور نہیں ہے کوئی بہت بڑا عہد شکن' عہد شکنی میں رعیت کے حاکم سے''۔

غادرِ اعظم

واضح رہے کہ وہ امیر عامہ یعنی حاکم عوام' حکومت کا سب سے بڑا وفادار' نمک حلال اور خیر خواہ ہے۔جو

(۱) صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع و الطاعة للامام مالم تکن معصیة حدیث ۷۱۴۴۔صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة حدیث ۱۸۳۹۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر حدیث ۱۷۳۸۔

حکومت کے قانون کو پوری ایمان داری' خیر خواہی' خدا ترسی' اور کامل عدل و اِنصاف سے بغیر رو و رعایت اور جانبداری کے۔ بے کس اور داد خواہ رعایا میں جاری کرے۔ قانون کے نفاذ بالعدل اور عوام کی داد خواہی کے سبب ایسا حاکم اللہ کی عطا کردہ حکومت اور اس کی رعایا کے ساتھ باندھے ہوئے پیمان کو پورا کرنے والے وفاداروں سے بہت بڑا وفادار ہے۔ اور اس کے برعکس قانون کو موم کی ناک بنا کر عوام کے حقوق کو پامال کرنے والا۔ حلف وفاداری کی دھجیاں اُڑانے والا ہے۔ اور اس طرح راعی اور رعایا کے ساتھ کئے ہوئے قول وقرار کو توڑ کر تمام دُنیا کے عہد شکنوں سے بہت بڑا عہد شکن غادرِ اعظم بنتا ہے۔ بہت بڑا وفادار ہونے کی صورت میں دیندار حاکم خدا کا بڑا مقرب اور ولی اللہ ہوتا ہے۔ اور غادرِ اعظم بن کر اللہ سے بہت دُور اور اس کا مبغوض و مطرود ہو جاتا ہے۔

رسولؐ خدا انتظار وعدہ میں تین دن ایک جگہ بیٹھے رہے

((وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَسْمَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَه بَقِیَّةٌ فَوَعَدْتُّه اَنْ اٰتِیَه بِهَا فِیْ مَکَانِه فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاِذَا هُوَ فِیْ مَکَانِه فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَاهٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُكَ))(ابو داؤد)[1]

''عبداللہ بن ابی الحسماء روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے نبی ہونے سے پہلے کچھ خریدا۔ مجھ پر (قیمت کی ادائیگی میں سے) آپ کا کچھ باقی رہ گیا۔ مَیں نے وعدہ کیا۔ کہ باقی قیمت مَیں اسی جگہ پر جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ لا حاضر کروں گا۔ پھر مَیں (چلا گیا' اور) وعدہ بھول گیا۔ تین روز کے بعد مجھے یاد آیا (اور میں باقی قیمت لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ کہ میں اس جگہ تین روز سے تیرے اِنتظار میں ہوں۔''

وعدہ کی اہمیت

ناظرین کرام! آپ نے غور فرمایا۔ کہ ایک شخص نبی رحمت ﷺ سے کوئی چیز خریدتا ہے۔ کچھ قیمت ادا کرتا ہے۔ اور باقی سے متعلق وعدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ!...... یہیں بیٹھیے' میں بقایا لاتا ہوں۔ وہ بھول جاتا ہے۔ اور تین دن کے بعد آتا ہے' اور آپ کو وہیں جلوہ فرمایا تا ہے۔ حضور ﷺ کا انتظار وعدہ میں تین روز تک وہیں بیٹھے رہنا وعدہ کی اہمیت کو خوب روشن کرتا ہے کہ جانبین میں سے کوئی بھی وعدہ کے آبگینہ کو نقص عہد کے پتھر سے نہ توڑے۔ ہر شخص اپنے وعدہ کا پاس کرے اور ہر قیمت پر اسے پورا کرے۔

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی العدة حدیث ۴۹۹۶۔ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۴۹۹۶۔ اس حدیث کی سند میں عبدالکریم بن ابی المخارق راوی قابل حجت نہیں ہے۔ تنقیح الرواۃ ۳/۳۲۰۔

بے حقیقت وعدہ جھوٹ ہوتا ہے

((عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْ ھَاتَعَالَ اُعْطِیْکَ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیْہِ قَالَتْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْطِیَہٗ تَمْرًا فَقَالَ لَھَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّکِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْہِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کَذِبَۃٌ))(ابو داؤد)[1]

"عبداللہ بن عامر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا۔ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا۔ (عبداللہ)! آ تجھے کچھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے میری والدہ کو فرمایا۔ تو نے اسے کیا دینا چاہا؟ اس نے عرض کیا۔ حضور ﷺ میں نے اُسے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے (بطور مسئلہ کے) اِرشاد فرمایا۔ خبردار؟! اگر تو اسے کچھ نہ دیتی (جیسے کہ عام طور پر مائیں اپنے بچوں کو یونہی کہہ دیتی ہیں۔ اور پھر انہیں کچھ نہیں دیتیں) تو تجھ پر (یعنی تیرے اعمال نامہ میں) ایک جھوٹ لکھا جاتا"۔

بچوں سے جھوٹے وعدے

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی سے کبھی بے حقیقت وعدہ نہیں کرنا چاہئے کہ نیت میں وعدہ کی کوئی اصلیت نہ ہو' اور زبان سے کسی چیز کا وعدہ کر دیا جائے' اس کا نام منافقت ہے۔ مائیں اپنے چھوٹے بچوں سے سارا دن وعدے کر کر کام کراتی رہتی ہیں۔ کہ انہیں یہ دیں گی۔ وہ دیں گی۔ اور پھر انہیں دیتی دلاتی کچھ نہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی اخلاص آفریں پاکیزہ تعلیم کی رُو سے معصوم بچوں کے ساتھ بھی ایسے بے اصل وعدے کرنے سراسر جھوٹ اور گناہ ہے۔ اخلاقی نقطہ نظر سے دھوکہ فریب' اور نفاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ کہ آپ نے بچوں تک کے ساتھ' بے حقیقت کلام کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ دھوکہ' فریب اور جھوٹا وعدہ کرنے کو صاف الفاظ میں کذب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ مزاح کی صورت میں بھی جھوٹ بولنے سے روکا ہے' آپ اِرشاد فرماتے ہیں:

((اَنَا زَعِیْمٌ بِبَیْتٍ فِیْ وَسْطِ الْجَنَّۃِ لِمَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ وَاِنْ کَانَ مَازِحًا))(ابو داؤد)[2]

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث ۴۹۹۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۲۶/۳ حدیث ۴۹۹۱۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳۷۳/۲ حدیث ۷۴۸۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث ۴۸۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ۱۷۹/۳ حدیث ۴۸۰۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۵۵۲/۱ حدیث ۲۷۳۔

"میں اس شخص کے لئے بہشت کے درمیان (اللہ کے حکم سے) ایک گھر کا ذمہ دار ہوں۔ جو مزاح کی صورت میں بھی جھوٹ نہ بولے"۔

وعدہ بھی قرض

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں علاء بن حضرمی عامل بحرین (سرکاری) مال لے کر آیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کیا:۔

((مَنْ كَانَ لَه عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا)) (۱)

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو تو ہمارے پاس آ جائے"۔

اس پر حضرت جابرؓ نے کہا:

((وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ)) (۲)

"مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔ (مال) دینے کا۔ اس طرح، اس طرح، اس طرح، یعنی تین بار، دونوں ہاتھ بھر کر، پھر (عطا کی صورت دکھانے کے لئے) جابرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ تین بار کھولے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں عطا کا وعدہ فرمایا تھا"۔

حضرت ابوبکرؓ نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو بعینہ پورا کر دیا۔ جابرؓ ایفائے عہد کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

((فَحَثَالِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا خَمْسُ مِائَةٍ قَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا))

"پھر حضرت ابوبکرؓ نے مجھے لپ بھر کر دیئے ایک بار، میں نے (اس مال کو) گنا۔ تو پانچ سو تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جابرؓ اس کے دو مثل اور لو۔ یعنی ہزار (تا کہ کم و بیش نہ ہو، وعدہ کا چھلکتا جام لو"۔ (بخاری مسلم)

ملاحظہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وعدہ کو قرض کی حیثیت سے پورا کیا۔ اور طبرانی میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((اَلْعِدَةُ دَيْنٌ))

"وعدہ قرض ہے"۔

ناظرین کرام! وعدہ کے قرض کو پورا کرنے کا اسی طرح فکر کیا کریں جس طرح مالی قرض کا غم انہیں بے چین

(۱) صحیح بخاری کتاب الکفالة باب من تکفل عن میت دیناً فلیس له ان یرجع حدیث ۲۲۹۶ و کتاب الشهادات حدیث ۲۶۸۳۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائه صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۳۱۴۔

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی ۲/۳۵۱ حدیث ۳۵۱۴۔۳۵۱۳ المعجم الصغیر للطبرانی (مع الروض الدانی) ۱/۲۵۶ حدیث ۴۱۹۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۳۸۵۴۔۳۸۵۳۔

رکھتا ہے۔

تیرہ اُونٹنیوں کا وعدہ

ابی جحیفہ[1] کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری جماعت کو (عمال کے لانے پر) تیرہ اُونٹنیاں دینے کا حکم دیا۔ لیکن آپ کی وفات ہو جانے کی وجہ سے ہم کچھ نہ لے سکے۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی۔ تو خطبہ میں فرمایا۔

((مَنْ كَانَتْ لَه عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ))

"جس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو وہ آئے"۔ (تا کہ اس سے وعدہ پورا کر دیا جائے)"

ابی جحیفہ کہتے ہیں۔ میں کھڑا ہو گیا۔ اور تیرہ اُونٹنیوں کا وعدہ رسول یاد دلایا۔ **فَاَمَرَ لَنَابِهَا** تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے تیرہ اونٹنیوں کا حکم صادر فرما دیا۔ (ترمذی)

عہد کی باز پرس

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ وعدوں کو ان کی وفات کے بعد بھی پورا کر دیا۔ حالانکہ یہ وعدے ایک طرح کے مشروط وعدے تھے۔ کہ باہر سے مال آئے گا۔ تو دیا جائے گا۔ اس سے ہر شخص کو وعدہ کی نزاکت اور ذمہ داری پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور اس کے بارے سبکدوش ہونے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہئے کہ خدائے قدوس نے قول و قرار سے متعلق قیامت کو پوچھنا ہے۔[2]

قرآن کہتا ہے:

---

(۱) صحیح بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۴۴۔۳۵۴۳۔ مختصراً۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شیبه ﷺ حدیث ۲۳۴۳۔ مختصراً سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی العدة حدیث ۲۸۲۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/ ۱۲۸۔۱۲۷ حدیث ۲۸۲۶۔

(۲) بیشک دانستہ عہد شکنی کرنے والے کو خدا نے پوچھنا ہے۔ لیکن کسی شخص نے اگر ایفائے عہد کی نیت سے وعدہ کر لیا۔ اور پھر کسی معقول عذر کی وجہ سے اسے پورا نہ کر سکا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ چنانچہ رسول خدا فرماتے ہیں۔ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِه اَنْ يَّفِيَ لَه فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ (ترمذی) ❶ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کر لے۔ اور اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو۔ لیکن وہ (کسی معقول عذر کے سبب) وعدہ پورا نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں"۔

---

❶ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العدة حدیث ۴۹۹۵۔ سنن ترمذی۔ ابواب الایمان باب ماجاء فی علامة المنافق حدیث ۲۶۳۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۹۹۵۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۶۳۳۔ سلسلة الاحادیث الضعیفه۔ ۳/ ۶۴۴۔

﴿واوفو بالعهد ان العهد كان مسئولا﴾ (سورة بنى اسرائيل : ۳۴)

''اور عہد پورا کیا کرو۔ کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی''۔

صدق اور کذب کا امتیاز

صدق اور کذب یعنی سچ اور جھوٹ نُور اور ظلمت کے مانند ہیں' راستی اور سچائی کی روشنی اور صفائی سے دنیا قائم اور آباد ہے۔ اور دروغ جہان مستعار میں فتنہ وفساد' جدال وقتال' بے اطمینانی' اور بے برکتی کا باعث ہے۔ راستی سے ہر چیز کی حقیقت' حیثیت اور اصلیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور جھوٹ سے اصول وحقائق اور احوال ووقائع دھوکہ فریب کی تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ دنیائے اخلاق میں آفتاب صدق نصف النہاری شان کے ساتھ ضیا بار ہے۔ اور کذب جہان لعنت کی بھیانک تاریک رات ہے۔ صدق وکذب کے اس امتیاز سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ سچ بولنے والا انسان دنیا میں ضروری اور قیمتی وجود ہے۔ اور جھوٹا آدمی کتنا ذلیل فرومایہ اور مطرود ہے' تمام آسمانی مذاہب عالم کون وفساد میں راستی کو پھیلانے اور دروغ کو مٹانے کے لئے آئے ہیں۔ اسلام نے بھی صدق وکذب کی تمیز کو بہت اہمیت دی ہے۔ راستی کو اپنانے اور جھوٹ کو ٹھکرانے پر زور دیا ہے' اسی سلسلہ میں حضرت اکرم ﷺ کی زبان کے اخلاقی موتی ہم صفحات قرطاس پر بکھیرتے ہیں۔ صدق وخلوص کے ہاتھوں انہیں چنیں' اور عمل کے لئے سر آنکھوں پر رکھیں۔

نکوکاری' اور بدکاری کے محرک!

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَّاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا))(بخاری) (۱)

''حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ راستی نکوکاری کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور نکوکاری بہشت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہو جاتا ہے۔ اور جھوٹ بدکاری کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور بدکاری دوزخ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے''۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب قول الله تعالیٰ : یایها الذین امنوا اتقوا الله و کونو مع الصدقین (التوبة : ۱۱۹) حدیث ۶۰۹۴ ۔صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضله حدیث ۲۶۰۷۔

صدّیق اور کذّاب

صدیق اور کذاب دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ صدیق کے معنی بڑا سچا' نہایت راست گو' ایسا شخص کہ جس کے رگ وریشہ میں صدق ہی صدق جاری وساری ہو۔ حضرت ابوبکرؓ خدا اور رسول ﷺ کی باتوں کو سچا ماننے میں بے حد سچے تھے۔ آیات الٰہی احادیث مصطفائی کی تصدیق کہکشاں گیر صدق سے کرتے تھے۔ خلوص دل سے ایمانیات' اور معتقدات کو ماننے میں ان کا مقام سب سے بلند تھا۔ ان کے قول وفعل کے شمس وقمر کذب کی تاریکی سے کبھی نہ گہنائے تھے۔ بالآخر راستی کی سر بفلک سیڑھی پر چڑھتے چڑھتے اللہ کے ہاں صدیق کے لقب سے نوازے گئے۔ آپ کا مرتبہ ایمان جس کی بنیاد صدق پر ہے۔ اس قدر اونچا ہے۔ کہ انبیاء کے بعد آپ افضل البشر مانے گئے ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

جس طرح ایک ایک دانہ اکٹھا کرنے سے جب ڈھیر لگ جاتا ہے۔ تو اسے خرمن کہتے ہیں۔ قطرہ قطرہ ملنے سے دریا بن جاتا ہے۔ اور افراد کا ربط عظیم قوم کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب مسلمان قرآنی آیات' اور حدیثی مقالات پر ایمان لانے کے ساتھ دل کے صدق کو بڑھاتا جاتا ہے۔ اپنے قول وفعل کو راستی اور سچائی کا لباس پہناتا' اور تمدنی' معیشی' معاشرتی اور اخلاقی زندگی میں ہمیشہ سچائی اور راستی سے کام لیتا ہے اور راستی اور سچائی کے رویہ میں دن بدن ترقی کرتا ہے۔ سچ بولنا اسکی عادت میں داخل ہو کر رگ رگ میں سماجاتا ہے۔ اور اس طرح اس کے دنوں' ہفتوں' مہینوں' اور سالوں کے صدق اور صدق کی باران عمل سے ایک موّاج دریا بن جاتا ہے۔ تو پھر اس راستی کے سراپا کو خدائے علیم صدیقوں کے زمرہ میں شمار کر لیتا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے حدیث مذکور میں مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں۔ سچ اور صدق کو اپنائیں۔ اپنی عادت بنائیں' اور راستی کے ارتقائی منازل تا زیست طے کرتے رہیں۔ حتیٰ کہ صدیق ہو جائیں۔

کوئی ایسی طرز طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا!
کہ تیرے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری

(اقبالؒ)

کذاب کے معنی نہایت جھوٹا' بڑا دروغ گو' جس کی رگ رگ میں جھوٹ پیوست ہو۔ صبح ومسا جو جھوٹ بول بول' اور دھوکہ فریب کر کر مجسمہ دروغ بن گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص بڑا ہوشیار' عیار ومکار' فریبی' جھوٹا' اور دروغ گو تھا۔ اس کا نام مسیلمہ تھا۔ یہ تمام بدخصائل اس کے اندر اِس قدر بڑھ گئے تھے' دھوکہ فریب' اور جھوٹ کی اتنی کثرت ہوگئی تھی۔ کہ اس نے اپنی ساری عمر کے مجموعہ سے کئی گنا بڑا جھوٹ بول دیا۔ یعنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نبوت کا دعویٰ اللہ تعالیٰ پر افترا ہوتا ہے۔ کہ مدعی پر اس کی وحی نازل ہوتی ہے۔ جو درحقیقت نازل نہیں

ہوتی۔ پس افترا علی اللہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔ چنانچہ مسیلمہ اس بہت بڑے جھوٹ دعویٰ نبوت کے سبب اللہ کے نزدیک کذاب لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ بہت بڑی فوج لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ مقابلہ میں حضرت ابوبکرؓ فرزندان توحید کی معیت میں صف آرا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کو کذاب پر فتح دی اور وحشی [1] کے ہاتھوں مسیلمہ جہنم رسید ہو گیا۔

جس طرح صدق اور راستی کو اپنی عادت بنا کر مسلمان اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے' اسی طرح جھوٹ کو شعار بنا کر کذب پر شب و روز گزار کر' زندگی کے تمام شعبوں میں دروغ کے انبار لگا کر رفتہ رفتہ اللہ کے ہاں کذاب قرار پاتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے فوق الذکر حدیث میں یہی بات بتائی ہے۔ کہ کذب و دروغ پر مداومت کرنا انسان کو رفتہ رفتہ کاذب سے کذاب بنا دیتا ہے۔ آدمی کا جھوٹ بولتے رہنا کچھ وقت کے بعد اس کے بہت بڑا جھوٹا ہونے پر منتج ہو جاتا ہے۔ پھر مسلمان کے لئے کاذب ہونا ہی بہت بڑی روسیاہی اور اخلاقی پستی ہے۔ چہ جائیکہ کذاب ہو۔ کذاب اور مسلمان۔ کسی طرح ہو سکتا ہے کہ کذاب سچ مچ مسلمان ہو؟ آہ! ہمارا حال آج کل بہت ناگفتہ بہ ہے۔

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ' رمیدہ بو
میں حکایت غم آرزو' تو حدیث ماتم دلبری

(اقبالؒ)

مسلمان بھائیو! بہنو!......

سوچو سمجھو اور غور کرو کہ رسول پاک ﷺ نے جھوٹ بولنے سے کس قدر نفرت دلائی ہے۔ کہ جھوٹ' بدکاری کا راہ دکھاتا ہے۔ اور بدکاری دوزخ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور انسان کا جھوٹ بولتے رہنا کذاب بن جانا ہے۔ پھر آج ہی سب توبہ کر لو' اور اللہ سے عہد کر لو۔ کہ آئندہ تازیست جھوٹ نہ بولیں گے' اپنے گھر کے تمام افراد کو ہمیشہ سچ

(۱) یہ وہی وحشی ہے' جس نے حضرت حمزہ عم رسول اللہ ﷺ کو نہایت بے دردی سے شہید کیا تھا۔ اللہ کی ذات پر قربان جائیں۔ کہ اس نے اتنے بڑے مجرم کو قبول اسلام کی توفیق بخشی اور پھر صدیق کی فوج کا غازی بنا کر اسی کے ہاتھ سے کذاب اکبر کی گردن اڑوائی۔ وحشی کا پہلا ارتکاب قتل اللہ تعالیٰ کو نہایت غضب ناک بنانے والا۔ اور دوسرا فعل اس کی رحمت کے اتھاہ سمندر کو جوش میں لانے والا تھا' سچ فرمایا خدائے غفور نے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ'' کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے''۔ بے شک (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ حدیث ۷۵۵۳۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ و انھا تغلب غضبہ حدیث ۲۷۵۱) ......

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی' جو اماں ملی تو کہاں ملی!
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

(اقبالؒ)

بولنے کی تاکید کریں' اوران پر کڑی نگرانی رکھیں' کہ کسی کو جھوٹ بولنے کی جسارت نہ ہو۔خبردار! دروغ گو ہو کر بدکار نہ بنیں۔اور بدکار اور کذاب بن کر دوزخ کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آئیں۔

کلمہ حق بھی جہاد ہے

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ کَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))(ترمذی)[۱]

''حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔سب سے اچھا جہاد اس شخص کا ہے کہ جس نے ظالم بادشاہ کے روبرو سچی بات کہی دی۔''

ملاحظہ:۔میدان جنگ میں جاکر کافروں سے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔اس جہاد کا بڑا ثواب اور بے حد اجر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجاہد کے لئے میدان کارزار میں زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔اسی طرح ظالم بادشاہ اور جابر حاکم کے منہ پر سچی بات کہنی اپنی جان کے لئے موت کا خطرہ مول لینا ہے۔

تشریح

مردم آزار اولی الامر کو ان کے ظلم وستم پر روکنا ٹوکنا اور سچ سنانا اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔یہ وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلطان جائر کے سامنے سچی بات کہنے کو افضل جہاد فرمایا ہے۔کہ حق گو عزیز جان کو ہلاکت میں ڈال کر لب کشائی کرتا ہے۔

یعنی افضل الجہاد کی اس بشارتی حدیث میں سرور عالم ﷺ علماء' خطباء' صلحاء' ادبا' شعراء مشائخ عظام' مدیران جرائد اور مسلم پریس کو رغبت دلاتے ہیں کہ اگر ارباب اقتدار قرآن وحدیث کے خلاف روش اختیار کریں۔عوام پر ظلم وستم ڈھائیں تو یہ انہیں احسن طریق سے روکیں' ٹوکیں' سمجھائیں' اور کما ینبغی تبلیغ کا حق ادا کریں۔اور اس طرح بہترین جہاد کا ثواب پائیں۔

جھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے

((عَنْ سُفْیَانَ بْنِ اَسَدِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِیْثًا هُوَلَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ)) (ابوداؤد)[۲]

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنهی حدیث ۴۳۴۴۔سنن ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء افضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر حدیث ۲۱۷۴۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ابوداؤد ۳۔۲۷ حدیث ۴۳۴۴۔سنن ترمذی ۲/۴۶۲ حدیث ۲۱۷۴ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۸۸۶ حدیث ۴۹۱۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی المعاریض حدیث ۴۹۷۱۔یہ حدیث ضعیف ہے۔ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۹۷۱۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۴۰۵ حدیث ۱۲۵۱۔

''سفیان بن اسد الحضرمی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے اور وہ تجھے سچا سمجھتا ہو۔ لیکن تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو''۔ (ابوداؤد)

ملاحظہ:۔ سچ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جو شخص سچ بولتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی امانت ادا کرتا ہے۔ اور جو شخص جھوٹ بولتا ہے' وہ اللہ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اس لئے جھوٹا انسان خائن ہے۔

کذّاب' اور پھر مسلمان

((عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّه قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَه اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَه اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا))(موطا امام مالک)[1]

''صفوان بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی شخص نے دریافت کیا۔ (حضور ﷺ) کیا مسلمان ڈرپوک ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر اس نے پوچھا۔ کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! لیکن جب اس شخص نے یہ پوچھا کہ (حضور ﷺ)!...... کیا مسلمان کذاب ہوسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں''۔

ملاحظہ:۔ بھائیو اور بہنو! رسول اللہ ﷺ کے فرمان مذکور کو گوش ہوش سے سنو۔ کہ مسلمان ڈرپوک ہوسکتا ہے۔ بخیل ہوسکتا ہے' لیکن کذاب نہیں ہوسکتا۔ یعنی بزدلی اور بخیلی مسلمانی کے لئے کمزوری اور سستی کا باعث ہوسکتی ہے۔ مہلک نہیں ہیں۔ لیکن جھوٹ سے مسلمانی کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گرتی ہے۔ مسلمانی کی کشتی کو کذب ضرور تارپیڈو کرکے چھوڑتا ہے۔ ٹھیک دروغ جان لیوائے ایمان ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کذب کو منافی ایمان و اسلام فرماتے ہیں۔ تو پھر جھوٹ بول بول کر کس طرح ہم مسلمان رہ سکتے ہیں یا ایمان کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب ہمارے اسلام کے درخت کی ٹہنیاں دروغ' کذب' جھوٹ' فریب' جل' دھوکا ایسے مہلک ایمان گندے پھلوں سے لدی ہوئی جھک رہی ہوں۔ تو کون بے وقوف اس درخت کو اسلام کا درخت کہہ سکتا ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(۱) مؤطا امام مالک کتاب الکلام باب ماجاء فی الصدق والکذب ۲/۹۹۰۔ یہ حدیث (مرسل) ضعیف ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب ۲/۲۵۵ حدیث ۱۷۵۲۔

جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میل بھر دور ہو جاتے ہیں

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْہُ الْمَلَکُ مِیْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِہٖ))(ترمذی) (۱)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ تو (رحمت کے) فرشتے اس سے میل بھر دور ہو جاتے ہیں۔ اس بدبو کے باعث جو جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے''۔

اخلاقی پلیدی

جس طرح بول و براز وغیرہ مادی پلیدیاں ہیں۔ اسی طرح اخلاقی پلیدیاں بھی ہوتی ہیں۔ جھوٹ ان اخلاقی پلیدیوں میں سے ہی ایک بدترین نجاست اور پلیدی ہے۔ آپ جب گندگی' اور نجاست کے ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو تعفن کے سبب ناک بند کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ کے سنڈاس سے فرشتوں کو اس قدر بدبو آتی ہے کہ ان کا دماغ پھٹنے لگ جاتا ہے' اور وہ اس کی بدبو سے نفرت کر کے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔ یعنی بہت دور ہو جاتے ہیں۔ کہ جہاں تک کذب کی عفونت نہیں پہنچتی۔

مقام غور ہے کہ ایک جھوٹ بولنے سے رحمت کے فرشتے جھوٹے آدمی سے میل بھر دور ہو جاتے ہیں۔ تو جن گھروں میں افراد جھوٹ بولیں۔ پڑوسیوں' محلہ داروں' گلیوں' بازاروں' گزرگاہوں' اور شاہراہوں میں جھوٹ کی بادسموم چل رہی ہو۔ تجارتی منڈیوں' اور دکانوں میں دادوستد' لین دین اور بیع وشراء کے اندر دروغ گوئی' فریب اور دم جھانسا کی تاریک رات چھائی ہوئی ہو۔ کچہریوں میں جھوٹ' وکیلوں کا دانستہ جھوٹے مقدموں کی پیروی کرنا۔ گواہوں کو جھوٹ پڑھا سکھا کر عدالتوں میں گزارنا۔ جس ملک اور قوم کی اخلاقی' تمدنی' معیشی' معاشرتی اور قانونی ماحول میں ہمہ گیر جھوٹ اور فریب کا جھکڑ چل رہا ہو۔ فرمایئے اس حالت میں رحمت کے فرشتے کتنے میل دور ہوں گے؟ ظاہر ہے کہ جب تقریباً تمام کی تمام فضا ہی کذب وفریب سے بھری ہوئی ہو۔ تو پھر فرشتوں کے میل' یا کئی میل دور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جھوٹ کے ہمہ گیر دھندکارے میں وہ کہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ لامحالہ اپنے مرکز کی طرف ہی پرواز کر جائیں گے۔ اللہ کی رحمت دنیا سے اٹھ جائے گی۔

دغا' فریب' اور دروغ کی نحوست کے سبب ہی دنیا سے برکت صحیح معنوں میں اٹھ گئی ہے۔ زبانوں کی سعادت' دعاؤں کی استجابت' پھلوں' میووں' سبزیوں' ترکاریوں کے ذائقوں اور فائدوں' دواؤں کی تاثیروں' اور سودمند فعلوں'

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الصدق والکذب حدیث ۱۹۷۲۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۹۷۲۔ اس حدیث کی سند عبدالرحیم بن ہارون راوی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۴/۳۰۸ حدیث ۱۸۲۸۔

جملہ ماکولات ومشروبات کے یمن وفائدہ میں فرق آ گیا ہے۔تقریباً ہر چیز میں پہلی سی روح ورحمت' نہیں رہی ہے۔ پیارے بھائیو! اور معزز بہنو!۔ یادرکھو کہ آئندہ کبھی اپنی زبان کو جھوٹ کی نجاست سے آلودہ نہ کریں۔ اور اپنے ماحول میں جہاں تک بس چلے۔ جھوٹ کو مٹانے کی کوشش کریں' تمام مرد وعورت' بچے' نوجوان' اور بوڑھے جھوٹ بولنے سے بچیں' اور بار بار بچیں۔ تاکہ اللہ کی رحمتیں انہیں آلیں۔ اللہ کے فضل کے آسمان سے اس کی نعمتوں کے بادل برسیں۔

دروغ گوئی اور جھوٹی شہادت

((عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَلَا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ))(ابوداؤد)[1]

''حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔جھوٹی شہادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک لانے کے برابر ہے۔آپ نے یہ بات تین مرتبہ (یکے بعد دیگرے) فرمائی۔پھر آپ نے ثبوت میں یہ آیت پڑھی۔بچو بت پرستی (شرک) کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے (اور جھوٹی شہادت) سے۔اللہ کے لئے توحید پر ثابت رہو اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرو۔'' (ابن ماجہ)

شرک اور جھوٹ ہموزن ہیں

شرک سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔اسے خدا ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر دنیا میں صرف شرک کو مٹانے اور اخلاق حسنہ کے پھیلانے کے لئے ہی آئے تھے۔اللہ کی قولی' بدنی' اور مالی عبادتوں میں کسی کو شریک کرنا' اسے اللہ کے مقابلہ میں اللہ بنانا ہے۔اس کی الوہیت اور ربوبیت کو ماننا ہے۔اس کو شرک کہتے ہیں۔ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کامل تئیس برس تک صرف اسی شرک کا قلع قمع کرنے کے لئے مشرکین مکہ سے برسرِ پیکار رہے۔

جھوٹی گواہی اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت اکرم ﷺ نے اسے شرک کے برابر قرار دیا ہے۔جب جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہوئی تو جھوٹا گواہ مشرک کا قول اور جواب ہوا۔جھوٹی گواہی دینے والوں کو اللہ کے خوف سے کانپ اٹھنا چاہئے۔کہ ان کی جھوٹی گواہی اللہ واحد القہار کے ساتھ شریک لانے کے مترادف ہے۔اور پھر وہ کلمہ گو ہوکر

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الاقضیۃ باب فی شہادۃ الزور حدیث ۳۵۹۹۔سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب شہادۃ الزور حدیث ۲۳۷۲۔یہ حدیث ضعیف ہے۔ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۳۵۹۹۔ضعیف سنن ابن ماجہ حدیث ۴۶۹۔

اشراک باللہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔اے جھوٹ بولنے والے مسلمان! جھوٹ اور اسلام دوضدیں ہیں۔ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جب تک تو مسلمان ہے' جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور جب تو جھوٹ بولے گا جھوٹی گواہی دے گا۔ جھوٹی قسم کھائے گا۔اس وقت تو مسلمان (صحیح معنوں میں) نہیں رہے گا۔سوچ اور غور کر کہ تو دنیا میں حق کی نوا بن کر آیا ہے۔تیرا کام صدائے حق بلند کرتا ہے۔

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

جھوٹ بولنا ہی جھوٹی گواہی ہے

بعض لوگ صرف اُسے ہی جھوٹا گواہ سمجھتے ہیں جو عدالت میں جا کر جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ بیشک عدالت میں جھوٹی شہادت دینے والا جھوٹا گواہ ہے۔لیکن یاد رہے۔ کہ جھوٹی گواہی کا مفہوم بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾(سورة النساء : ۱۳۵)

''مسلمانو! خدا واسطے سچی گواہی دینے کے لئے تیار رہو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولو۔ ماں' باپ' بہن' بھائی' اولاد' بیوی' خاوند' قریبی' پڑوسی' دوست' استاذ' شاگرد' پیر' مرید' اپنا' بیگانہ' سب کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں ہر قسم کے معاملات کے اندر تا زیست عدل وانصاف سے کام لینا اور سچ بولنا چاہیے۔ واضح رہے کہ یہ عدل وانصاف سے کام لینا اور سچ بولنا دراصل سچ کی شہادت دینا' اور سچ پر گواہ ہونا ہے۔

جب بھی آپ کے سامنے' گھر میں' گلی میں' کوچہ و بازار میں ہر گام اور ہنگام پر' لین دین' اور خرید وفروخت وغیرہ کے وقت کسی کہ ومہ' آشنا و نا آشنا کے ساتھ کوئی امر درپیش ہو۔ اگر آپ پوری ایمان داری کے ساتھ بلا رو رعایت سچی بات کریں گے۔حق گوئی سے کام لیں گے تو اللہ کے ہاں آپ سچی گواہی دینے والے قرار پائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ نے زندگی میں درپیش آنے والے سینکڑوں امور' بیسیوں معاملات اپنوں' بیگانوں' کے قضیوں' باہمی جھگڑوں' دن بھر کے سابقوں رات بھر کے واسطوں' حیات مستعار کے معیشی' معاشرتی' مذہبی اور اخلاقی تقاضوں میں' عدل وانصاف اور صدق وسچائی کو بالائے طاق رکھ کر دانستہ جھوٹ بولا۔ دھوکہ اور فریب سے کام لیا' کذب بیانی اور دروغ گوئی برتی' تو عند اللہ آپ جھوٹی گواہی دینے والے ہوں گے' دیوان عمل میں شاہد کاذب لکھے جائیں گے۔اور آپ کے ہر جھوٹ کو قیامت کے دن شَهادت الزُّور کہیں گے۔خوب یاد رکھیں کہ سچ بولنا' سچی گواہی دینا ہے۔اور جھوٹ بولنا۔جھوٹی شہادت دینے کے حکم میں ہے۔ پھر ابھی اپنے اللہ سے عہد کر لیں' کہ کبھی

جھوٹ بول کر جھوٹ کے گواہ نہ بنیں گے۔ جھوٹی شہادت نہ دیں گے۔

جھوٹی قسم سے دوزخ

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِیْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنِ اٰثِمَةٍ وَّلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ))(ابن ماجه)[1]

''حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کسی نے میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی۔ خواہ سبز مسواک کے بارے میں ہی ہو۔ تو وہ (یاد رکھے) اپنی جگہ دوزخ میں بناتا ہے۔''

ملاحظہ:۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ' اور معمولی سے معمولی چیز کے متعلق بھی جھوٹی قسم کھانا دوزخ میں جانا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر گواہ بناتا ہے۔ نہایت دیدہ دلیری سے علام الغیوب کی آڑ لے کر جھوٹ بولتا ہے۔ بے ایمانی' دھوکہ' فریب' دجل' اور کذب پر عزیز لازوال کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ کے نام کو جھوٹ کے عوض بیچتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے اس قدر نفرت ہے کہ روزہ دار جو شدت کی گرمی میں بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے۔ اگر جھوٹ بولنا نہ چھوڑے' تو اللہ اس کے روزہ کو قبول نہیں کرتا۔ سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِه فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ))(بخاری)[2]

''جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل درآمد نہ چھوڑے تو اللہ اس روزہ دار کے روٹی اور پانی چھوڑنے کی پروا نہیں کرتا۔''

خبردار' خبردار

((عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَ قَوْلُ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ)) (بخاری)[3]

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الایمان والنذور باب ماجاء فی تعظیم الیمین عند منبر النبی ﷺ حدیث ۳۲۴۶۔ سنن ابن ماجه کتاب الاحکام باب الیمین عند مقاطع الحقوق حدیث ۲۳۲۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۳۱۳ حدیث ۳۲۴۶۔ صحیح سنن ابن ماجه ۲/۲۵۴ حدیث ۱۸۹۷۔ ارواء الغلیل ۸/۳۱۳ حدیث ۲۶۹۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم حدیث ۱۹۰۳۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر حدیث ۵۹۷۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر و اکبرھا حدیث ۸۷۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! فرمایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خبردار! جھوٹ بولنا' اور جھوٹی گواہی! خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی (سب سے بڑے گناہ ہیں) حضرت انور ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ میں (ابوبکرؓ) نے (دل میں) کہا کہ شاید اب آپ خاموش ہی نہ ہوں گے۔''

ملاحظہ:۔ اکبر کبائر کے بتانے میں حضور انور ﷺ نے جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا' جھوٹ بولنا' جھوٹی گواہی دینا' بار بار فرمایا۔ کئی بار فرمایا اور فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال گزرا۔ کہ شاید حضور ﷺ ان کلمات کو بیشمار بار فرماتے ہی رہیں گے۔ اور خاموش نہ ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ان کلمات کے ساتھ بہت مرتبہ ڈرایا ہوگا۔ جبھی تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو **لَا يَسْكُتُ** (خاموش نہیں ہونگے) کا خیال گزرا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا مسلمان کے ایمان کے لئے کس قدر خطرناک زہر ہے۔ اور پھر آپ نے کلمہ تنبیہ خبردار' خبردار' کہتے ہوئے اس اخلاق کے سم قاتل سے آگاہ کیا۔

مسلمان بھائیو! اور بہنو! خوب یاد رکھو کہ کبھی تا زیست جھوٹ [1] نہ بولنا جھوٹی شہادت نہ دینا۔ جھوٹی قسم نہ کھانا۔ کذب کے میلے سے ہمیشہ نفرت کرنا۔ اور دوسروں کو نفرت دلانا کہ یہی روش اللہ کو پسند ہے۔ قرب الٰہی کا ذریعہ' اور اخلاقی ماحول میں عزت و وقار کی موجب ہے۔

تکفیر ولعنت اور بدزبانی

انسان زبان سے اللہ کا ذکر' شکر' اس کی تعریف' حمد اور یاد کرتا ہے قرآن و حدیث پڑھتا پڑھاتا۔ وعظ و نصیحت اور تذکیر و تقریر کرتا ہے۔ زبان ہی سے حق بیانی کرتا۔ سچ بولتا۔ اور سچے فیصلے سناتا ہے۔ زبان فتنہ و فساد کو دور کراتی۔ صلح و آشتی کے جام پلاتی اور بچھڑے ہوؤں کو ملاتی ہے۔ ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر نے زبان ہی سے وحی کی تبلیغ کی۔ توحید پھیلائی۔ اور دنیا کے اطراف و اکناف میں دین کا ڈنکہ بجایا۔ اسی زبان کے چند کلمات' ہزاروں' لاکھوں

(۱) لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَ يَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا

حضور نے فرمایا وہ (عنداللہ گنہگار) جھوٹا نہیں ہے۔ جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرتا ہے اور (فتنہ وفساد اور نزاع دور کرنے کی غرض سے) نیک باتیں کہتا ہے اور (ایک کی طرف سے دوسرے کو) اچھی باتیں (بنا کر) پہنچاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

صحیح بخاری کتاب الصلح باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس حدیث ۲۶۹۲۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الکذب و بیان ما یباح منه حدیث ۲۶۰۵۔

انسانوں کی نجات وفلاح کا موجب ہوسکتے ہیں۔ یہ زبان خدا کی ان عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے۔ کہ جس کی خوبیوں' بھلائیوں' برکتوں' کرامتوں' بزرگیوں اور نیکیوں کو گنا نہیں جا سکتا۔

جیسے زبان کے جوہر اور گُن شمار سے باہر ہیں' ایسے ہی اس کی آفتیں شرارتیں اور عذاب ووبال قیامت برپا ہیں۔ یہ فتنہ وفساد اور شر وطغیان کا مرکز ہے۔ زبان کی لرزہ خیز شوخیوں' شرارتوں اور بدیوں' برائیوں سے عزازیل پناہ مانگ اٹھتا ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ کے نزدیک میرے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز کیا ہے؟

((فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِه وَقَالَ هٰذَا))(ترمذی)[1]

''حضرت اکرم ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر کہا۔ کہ (سب سے) زیادہ خوفناک چیز یہ ہے۔''

زبان سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب صبح ہوتی ہے۔ تو آدمی کے تمام اعضاء زبان کے روبرو عاجزی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ڈر اللہ سے ہمارے حق میں! کیونکہ (تابعداری میں) ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی۔ تو ہم بھی ٹیڑھے ہوں گے۔'' (ترمذی)[2]

تمام اعضاء اور جسم کی اصلاح کا اصل مدار دل پر ہے۔ مشکوۃ[3] میں حدیث ہے۔ کہ جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا (دل) ہے۔ اگر وہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر وہ فاسد ہے' تو تمام جسم میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

اوپر کی حدیث میں اعضاء کے سیدھے اور ٹیڑھے ہونے کا انحصار زبان کی استقامت اور کجی پر بتایا ہے۔ اور دوسری جگہ دل کو اصلاح وفساد کا باعث قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ جو کچھ دل سوچتا ہے۔ اور پروگرام بناتا ہے۔ زبان اس کو بیان کرتی ہے۔ اور پھر زبان کے بیان اور اعلان پر اعضا عمل کرتے ہیں۔ کہ دل کی خلافت کے فرائض بعافیت سرانجام دے۔ چغلی' غیبت' لگائی بجھائی' بہتان' لعن طعن' تشنیع وتکفیر' ذوالوجھینی' سخن چینی' بدگوئی' غمازی' گالی گلوچ' سب وشتم وغیرہ کی تیراندازی سے اعضاء وجسم کے لئے میدان کارزار

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۴۱۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۵۶۹۔ ۵۶۸۔ حدیث ۲۴۱۰۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۴۰۷۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۵۶۷ حدیث ۲۴۰۷۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع باب الکسب و طلب الحلال حدیث ۲۷۶۲ بحوالہ صحیح بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرا لدینہ حدیث ۵۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب المساقاۃ باب اخذ الحلال و ترک الشبھات حدیث ۱۵۹۹۔

گرم نہ کرے۔

زبان کی حفاظت کی ضمانت

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِّيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))(بخاری) (۱)

''سہل بن سعیدؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ضامن ہو میرے لئے اس چیز کا' کہ درمیان دونوں جبڑوں کے ہے۔ (یعنی زبان) اور اس چیز کا کہ درمیان دونوں پاؤں کے ہے۔ (یعنی شرم گاہ) ضامن ہوتا ہوں میں (اللہ کے حکم سے) اس کے لئے بہشت کا۔''

ملاحظہ:۔ ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ شخص زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کا عہد کرتا ہے۔ اور پھر اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے زبان کو بے فائدہ اور برے کلام سے بچاتا ہے۔ غیبت' بہتان' جھوٹ' فریب' بدعہدی' سب وشتم وغیرہ سے حفاظت کرتا ہے۔ اور اسی طرح شرمگاہ کا بھی نگران اور پاسبان رہتا ہے۔ تو ایسے ضامن سے رسول اللہ ﷺ خدا کے حکم سے بہشت کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس سے جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کس قدر اخلاق کی پاکیزہ تعلیم ہے۔

معمولی باتوں کے بھاری نتائج

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَادَرَجَاتٍ وَّاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ))(بخاری) (۲)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیشک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کی شان کو نہیں جانتا۔ (یعنی معمولی سمجھتا ہے۔ پر) اللہ تعالیٰ اس بات کے سبب اس کو بڑے مرتبے عطا کرتا ہے اور بیشک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ (معمولی جانتا ہے۔ لیکن) اسی ایک بات پر دوزخ میں جا گرتا ہے۔''

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان حدیث ۶۴۷۴۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان حدیث ۶۴۷۸۔

پہلے تولیں پھر بولیں

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان جو بات بھی منہ سے نکالے اسے گھٹیا۔ حقیر' اور معمولی نہ جانے' کیونکہ بعض اوقات وہی معمولی بات اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے دوزخ میں لے جاتی ہے۔ اور کبھی وہی حقیر کلمہ اللہ کو خوش کر کے بہشت کا وارث بنا دیتا ہے۔ ہر بات کو زبان سے نکالنے سے قبل سوچنا چاہئے کہ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اخلاقی نکتہ نظر سے کس پایہ کی ہے۔ جب اس کی خیریت کا یقین اور توثیق ہو جائے تو پھر اسے شرف تکلم بخشیں' اور بعد ازاں اس کے نتیجہ کے ثمر بار درخت کا پھل کھائیں' اور اگر وہ بات شرعاً اور اخلاقاً مذموم ہے۔ خواہ کتنی ہی معمولی ہو۔ اس کے التہاب نطق سے زبان کو بال بال بچائیں اور تکلم زا ہو کر عذاب سے دوچار نہ ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو کرتے وقت ایک شخص کہہ بیٹھا۔ ﴿مَا شَاءَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه﴾ ''جو اللہ اور اس کا رسول چاہیں۔'' غور کریں۔ بظاہر یہ کتنی معمولی بات ہے۔ اور آج کل بھی کئی لوگ بڑے مسلمانی انداز میں کہہ دیتے ہیں۔ ''اچھا جو میرا رب رسول چاہے۔'' ''جو میرے خدا رسول کو منظور۔'' لیکن سرتاج انبیاء' احمد مجتبیٰ شفیع الوریٰ' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ' نے اس شخص کو غضبناک ہو کر کہا۔

((اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا))

''کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔''

یعنی یہ بات کہہ کر کہ ''جو اللہ رسول ﷺ چاہیں۔'' تو نے شرک کیا ہے۔ توبہ کر! ﴿قُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ﴾ 'کہو جو اللہ اکیلا (بغیر کسی صلاح و مشورہ کے' آپ چاہے۔''[1] (مشکوٰۃ)

ناظرین غور کریں کہ بظاہر کتنی معمولی بات ہے۔ اس شخص نے زبان سے نکال دی۔ لیکن رحمتہ للعالمین نے اس بات کو اشراک باللہ قرار دیا۔ جس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ اس سے آپ باتوں کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور آپ کو بھی ضرور چاہئے کہ بڑی سوچ بچار کے بعد ہر چھوٹی بڑی' معمولی اور غیر معمولی بات زبان سے نکالا کریں اور اس طرح زبان کی بڑی حفاظت کریں۔ اور ایسے ہی کوئی بھی نیک کلمہ جو آپ زبان سے نکالیں۔ اسے حقیر نہ جانیں۔ ہوسکتا ہے۔ کہ وہی آپ کی نجات کا باعث بن جائے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الاسامی حدیث ۴۷۷۹۔۴۷۷۸۔ کتاب میں مذکور الفاظ مسند احمد ۲۱۴/۱ و ۲۲۴/۱۔ الادب المفرد باب قول الرجل ماشاء اللہ و شئت حدیث ۷۸۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲۶۶/۱ حدیث ۱۳۹۔ علامہ شعیب الارناؤط اور اُن کے رفقاء نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ لتحقیق المسند ۳۳۱/۳ حدیث ۱۹۶۴۔

((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا)) (مسلم)[1]

''کسی (قسم کی) نیکی کو بھی تم حقیر نہ جانو۔''

مسلمانوں کو کافر کہنا

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا))(بخاری، مُسلم)[2]

''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے۔ تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے۔''

انتباہ ۔

اس حدیث میں رحمت دو عالم ﷺ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ وہ بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کی تکفیر نہ کریں۔ اگر کوئی مسلمان فی الواقع کفر کو نہ پہنچا ہو۔ تو وہ مسلمان ہی ہوا۔ پھر جو اس کو کافر کہے گا۔ خود کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ یعنی مسلمان کو کافر کہنے پر آپ کفر سے ملاقی ہوا۔ پھر سمجھیں کہ اگر کوئی مسلمان در حقیقت کسی کفریہ قول یا فعل کے سبب کافر ہو گیا ہے تو وہ ٹھیک کفر کا محل ہے۔ فتویٰ کفر اس پر صادق آئے گا' ورنہ اس کے اسلام کو کفر قرار دینے والا خود کفر کا شکار ہو جائے گا۔ پس دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی بڑی حفاظت کرنی چاہئے' اور فتوی کفر دینے سے' یا کسی مسلمان کو کافر کہنے پر لرز اٹھنا چاہئے' کہ کہیں فتوی کفر مفتی پر ہی عود نہ کر آئے' یا کسی کلمہ گو کو بلا وجہ کافر کہنے والا خود ہی کفر سے دوچار نہ ہو جائے۔ ہاں تو یہ بھی یاد رہے' کہ جو مسلمان قرآن اور حدیث کے رُو سے درحقیقت کفر کو پہنچ گیا ہو' اس کو کافر نہ ماننا بھی کفر ہے۔ اس لئے کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول کافر کہے' یہ اسے مسلمان جانے تو گویا کفر کو اسلام جانا۔ اس لئے خود کافر ہوا۔

مال' جان اور آبرو

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان سچ مچ کے مسلمان کی بہت عزت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ)) (بخاری، مُسلم)[3]

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء حدیث ۲۶۲۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال حدیث ۶۱۰۴۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم: یا کافر حدیث ۶۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینهی من السباب واللعن حدیث ۶۰۴۴ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق و قتاله کفر حدیث ۶۴۔

''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے' اور اس کا مارڈالنا کفر ہے۔''

غور کریں کہ مسلمان کے قتل کی نہی میں کس قدر تغلیظ اور تشدید آئی ہے' کہ قاتل کو کافر کہا گیا ہے۔ پھر قتل تو بہت بڑی بات ہے' اس کو برا کہنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ کہ سباب مسلم زبان کی آلودگی اور گناہ ہے۔ حتی کہ حجتہ الوداع میں سوا لاکھ مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے حضور ﷺ نے یوں فرمایا۔

((فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ))(بخاری) [1]

''سنو اور قیامت تک کے مسلمانوں کو تبلیغاً سنا دو)۔ بیشک تمہارے خون (یعنی جانیں) اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم میں سے آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔'' (بخاری)

اخلاق کی کتنی بلند اور پاکیزہ تعلیم ہے۔ کہ مسلمان پر مسلمان کا خون حرام ہے' کوئی کسی کو قتل نہ کرے' اور مال بھی حرام ہے' کوئی کسی کا پیسہ تک نہ مارے' اور نہ ہی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے۔ خبردار! کسی کی ہتک عزت نہ کرے۔ جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی عزت پیاری سمجھتا ہے۔ بالکل اسی طرح دوسرے مسلمان اور اس کے اہل و عیال کی عزت کو عزیز جانے۔

فسق اور کفر کی تہمت

((وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِىْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُه كَذٰلِكَ))(بخاری) [2]

''حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص کسی شخص کو نہ فسق کی تہمت کرے نہ کفر کی تہمت کرے۔ اس لئے کہ (تہمت کرنے سے) کلمہ فسق و کفر کا پھرتا ہے۔ تہمت کنندہ پر' اگر نہ ہو صاحب اس کا جس کو وہ کلمہ کہا ہے۔ اس طرح کا۔''

یعنی اگر کسی کو فسق کی تہمت لگائی۔ اور وہ فاسق نہیں ہے۔ تو آپ فاسق ہوا۔ اور اگر کسی کو کافر کہا۔ اور نہیں ہے وہ کافر تو کہنے والا آپ کافر ہو گیا۔ حضرت انور ﷺ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر تہمت لگانے سے روک رہے ہیں تا کہ فضائے اخلاق تفسیق و تکفیر کی گندی ہوا سے خراب نہ ہو۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی ﷺ رب مبلغ او عنی (من) سامع حدیث ٦٧۔ صحیح مسلم کتاب القسامۃ و المحاربین باب تغلیظ تحریم الدماء و الأعراض و الاموال حدیث ١٦٧٩۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھی من السباب و اللعن حدیث : ٦٠٤٥۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم : یا کفر حدیث ٦١۔

سباب کی پہل ظلم ہے

((وَعَنْ اَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ))(مُسلم)[1]

''حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ گناہ اس چیز کا کہ دو شخص آپس میں برا کہنے والے کہیں' اس پر ہے کہ جس نے پہلے برا کیا جب تک کہ مظلوم تجاوز نہ کرے۔''

ملاحظہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ایک دوسرے کو برا کہیں گالی دیں' تفسیق و تکفیر کریں۔ تو اس برائی کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے۔ اور دوسرا شخص جس نے جواب میں برا کہا۔ اس کا گناہ بھی پہلے پر ہے۔ کیونکہ پہلا ظالم ہے۔ اور دوسرا مظلوم! اور ظالم یعنی پہل کرنے والا باعث ہے مظلوم کی لب کشائی کا۔ اگر ظالم اِبتداء نہ کرتا۔ تو مظلوم بھی جواب نہ دیتا۔ لیکن یاد رہے کہ مظلوم کے برا کہنے کا گناہ ظالم یعنی پہل کرنے والے پر اسی صورت میں ہوگا کہ جب تک مظلوم برا کہنے میں تجاوز نہ کرے۔ یعنی ظالم کے الفاظ کو من وعن لوٹا دے۔ اور اگر جواب میں زیادتی کرے گا۔ تو پھر مظلوم کا گناہ بڑھ جائے گا۔ اور وہ بھی گنہگار ہوگا۔ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم پر قربان جاؤ کہ کس خوبی سے مساوات اور عدل کا توازن قائم کیا ہے۔ فتنہ وفساد اور نزاع ومناقشات کے دروازں کو کیسے حکیمانہ انداز میں مقفل کیا ہے۔

صدیق لعان نہ ہو

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّكُوْنَ لَعَّانًا)) (مُسلم)[2]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں لائق صدیق کے لئے کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔'' (مسلم)

وضاحت: صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑے سچے' نہایت راست گو۔ کثیر الصدوق کو کہتے ہیں۔ صدیقیت خدا کے نزدیک ایک بہت بلند مقام ہے۔ جو نبوت کے بعد ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد پاک ہوتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب النهی عن السباب حدیث ۲۵۸۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب النهی عن لعن الدوات وغیرها حدیث ۲۵۹۷۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے گزرے درحالیکہ انہوں نے اپنے کسی غلام کو لعنت کی۔ رسول اللہ نے فرمایا: ﴿لَعَّانِیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ﴾ قسم ہے پروردگار کعبہ کی لعنت' اور صدیقیت' یہ دو صفتیں=

﴿فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ﴾ (سورۃ النساء : ٦٩)

''یہ لوگ (اللہ اور رسول کا کہا ماننے والے) ان (بہشتی مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے' جن پر اللہ نے (بڑے بڑے) انعامات کئے۔ (اور وہ انعام یافتہ لوگ) نبی ہیں۔ اور صدیق ہیں۔ اور شہید ہیں اور نیک بندے ہیں۔''

صدق اور راستی کی کثرت ایسے آدمی کی عادت' عمل اور طریقہ ہوتا ہے' جو صدیقیت کے نہایت بلند مقام پر پہنچ چکا ہو' صدیقیت سے اوپر نبوت کا درجہ ہے اور درجہ صدیقت اور مقام نبوت کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صدیقیت کو نبوت کے ساتھ قریب ترین اتصال حاصل ہے۔ اس اتصال کی رُو سے صدیق کو سزاوار نہیں کہ وہ لعان ہو۔ کیونکہ نبی ہرگز لعان نہیں ہوتا۔ ہاں مقام صدیقیت اس امر کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ کہ صدیق تا زیست لاعن بھی نہ ہو۔ یعنی عمر بھر اس سے چند بار بھی لعنت صادر نہ ہو۔ البتہ منصب نبوت پیغمبر کی زبان کا ذمہ لیتا ہے۔ کہ اس سے کبھی بھی کسی کے لئے لعنت سرزد نہ ہوگی۔

لعنت اور رحمت کے معنی

یاد رہے کہ لعنت کرنے کے معنی اللہ سے دور ہٹانے اور اس کی درگاہ سے ہانکنے کے ہیں۔ اور رحمت اللہ کی بارگاہ کے قریب ہونے کو کہتے ہیں۔ جتنے پیغمبر اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ سب کے سب رحمت بن کے آئے۔ یعنی لوگوں کو اللہ کے نزدیک کرنے اور قربِ الٰہی سے نوازنے کے لئے تشریف لائے۔ ہمارے پیغمبر حضرت

= ہرگز جمع نہیں ہوتیں۔ (یعنی لعنت کرنے والے صدیق نہیں ہوتے) اور تم نے صدیق اکبر ہو کر یہ کیا غضب ڈھایا (کہ غلام کو لعنت کی؟) حضرت ابوبکرؓ نے (اللہ سے ڈرتے ہوئے) اسی دن (کفارہ میں) ایک غلام آزاد کردیا۔ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہا (حضور ﷺ میری توبہ) آئندہ کسی کو لعنت نہیں کروں گا۔ (شعب الایمان) (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم حدیث ۴۸٦۸ بحوالہ شعب الایمان للبیھقی ۲۹۴/۴ حدیث ۵۱۵۴۔ الادب المفرد للبخاری باب من لعن عھدہ فاعتقہ حدیث ۳۱۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب ۵۹/۳ حدیث ۲۷۸۵۔)

حضرت اسلم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اس حال میں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کھینچتے تھے اپنی زبان کو (گویا نکال ڈالنا چاہتے تھے منہ سے' اظہار زجر ہے) حضرت عمرؓ نے کہا۔ (بھائی) اللہ آپ کو معاف کرے' ایسا نہ کرو' حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اس زبان نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا (رواہ مالک) (موطا امام مالک کتاب الکلام باب ماجاء فیما یخاف من اللسان ۹۸۸/۲۔ موقوفاً مسند ابی یعلی الموصلی ۲۴/۱ حدیث ۵/ عمل الیوم واللیلہ۔ ابن السنی حدیث ۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب ۹۴/۳ حدیث۔ ۲۸۷۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۷۱/۲ حدیث ۵۳۵۔) یعنی ایک دفعہ اس زبان سے غلام کو لعنت کی تھی۔ آج تک پچھتا رہا ہوں۔ ہائے زبان ہلاکت گاہوں میں گراتی ہے۔

محمد ﷺ دیگر انبیاء کی بہ نسبت کثرت سے لوگوں کو اللہ کے نزدیک لائے ہیں۔ آپ کی عالمگیر تبلیغ کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت نے آفاقی طور پر اللہ کا قرب پایا ہے۔ سارے جہان نے واحد القہار کے در پر سر جھکایا ہے۔ اسود احمر نے رسالت کے ہاتھوں جام توحید پیا ہے۔ اور سیرت پاک اور اسوہ حسنہ کی قندیل ہدایت تا قیامت بھکے ہوئے انسانوں کے لئے ضیا بار رہے گی۔ یہ وجہ ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں آپ کی نبوت کے تاج میں وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کا ہیرا نمایاں طور پر جگمگا رہا ہے۔ پس نبوت لوگوں کے لئے سراسر رحمت ہے۔ قرب ایزدی کا ذریعہ ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ نبی کسی پر لعنت بھیجے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کو اللہ سے دور ہٹائے۔ اللہ کے قریب آنے سے دھتکارے۔ اسی طرح صدیق بھی نبوت سے نہایت قرب کی وجہ سے لعان یعنی بکثرت لعنت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اس کی زبان عام لوگوں کے لئے لعنت کے تیر نہیں برساتی۔ بنی نوع انسان پر لعنت بھیجنا اس کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو اللہ کے قریب آنے سے دھکے نہیں دیتا۔ بلکہ وہ بھی نبوت کے قرب و اتصال کی برکت سے لوگوں کے لئے اپنے مرتبے کے لحاظ سے باعث رحمت ہوتا ہے۔ اس کے سراپا کا فیضان' لوگوں کو اللہ کا قرب بخشتا ہے۔

اللہ کے قریب لائیں

آپ کو معلوم ہو گیا کہ لعنت کے معنی دھتکار' پھٹکار' راندہ ہونے' اور نکال دینے کے ہیں۔ جس کو ملعون کہیں' یا اس پر لعنت بھیجیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کی جناب سے دھتکارا اور پھٹکارا ہوا ہے۔ راندہ درگاہ ہے اللہ کی جناب سے مردود اور مطرود ہے۔ شیطان اور ابلیس ہے۔ جہنمی روح ہے۔ لعنت کے ان معنوں پر غور کر کے انسانی ہمدردی اور اخلاقی تقاضوں کے رُو سے بتائیں۔ کہ کیا آپ چاہتے ہیں' کہ لوگ اللہ سے دُور ہوں۔ راندے اور پھٹکارے جائیں۔ مردود اور مطرود ہو کر جہنم میں جائیں؟ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو اس نہ چاہنے کی عملی صورت یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی پر کبھی لعنت نہ بھیجیں۔ کسی کو ملعون [1] نہ کہیں۔ پھٹکار اور دھتکار کے پتھر نہ برسائیں اور پھر جس آدمی پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ اس بات کا کیا شرعی ثبوت ہے کہ وہ فی الواقع ہی انجام کے لحاظ سے راندہ درگاہ ایزدی۔ جہنمی ہے' رحمت دو عالم ﷺ کے تابعداروں' خدا ترس انسانوں اور پرہیز گار مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو رحمت کے پیغام پہنچائیں' اور انہیں اللہ کے قریب لائیں۔ نہ کہ ان پر لعنت بھیج کر اللہ سے دور کریں' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا۔ کہ مشرکوں پر بددعا کیجئے (تا کہ سب ہلاک ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہے کہ بہت سے لوگوں پر خدا کا غضب آیا۔ کئی بندر اور سور بنا دیئے گئے یہودی تحریف تورات وغیرہ کے سبب پھٹکارے گئے' ان لوگوں کو ہم ملعون کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے افعال اور انجام کے سبب ثابت ہو چکے ہیں' اسی طرح جو شخص بھی ایسا کام کرے جو کتاب و سنت کی رو سے مورد لعنت ہو تو بیشک وہ شخص ملعون ہے اور اس کام کے سبب اس کو ملعون کہا جا سکتا ہے۔

((اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً))(مُسلم)(۱)

"نہیں بھیجا گیا ہوں میں لعنت کرنے والا' اور ضرور بھیجا گیا ہوں میں رحمت کے واسطے۔"

یعنی میں لوگوں کو خدا کے در پر جھکانے اور اس سے ملانے کے لئے آیا ہوں' نہ کہ انہیں بارگاہ الٰہی سے دھتکارنے اور اس سے دور کرنے کے لئے آیا ہوں۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

لعن طعن کی ممانعت

((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ))(ترمذی)(۲)

"حضرت ابن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (پورا) مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے اور نہ لعن (لعنت) کرنے والا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی فحش بکنے والا' اور نہ ہی زبان درازی کرنے والا ہوتا ہے۔"

ملاحظہ:۔ ہر شخص اچھائیوں اور خوبیوں میں ترقی کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اپنی مسلمانی اور دینداری کی تکمیل و ترقی کے لئے کوشاں ہونا چاہئے۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ ہم روز بروز صالح زندگی گزارنے کے درپے ہوں۔ جو قدم کتاب اللہ کے خلاف اُٹھ رہا ہو۔ آئندہ نہ اُٹھائیں۔ جن باتوں سے پیغمبر رحمت ﷺ نے منع کیا ہو' رُک جائیں۔ حدیث بالا میں حضرت انور ﷺ نے لعن طعن کرنے فحش بکنے اور زبان درازی کرنے کو مومن کی شان کے منافی بتایا ہے۔ اس رذائل کے حامل کو لَيْسَ الْمُؤْمِنُ (مومن نہیں ہوتا) کے روح فرسا جملہ سے جھنجھوڑا ہے۔ کہ خبردار کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو ہرگز نہ کہے کہ تجھ پر لعنت ہو اور نہ کوئی کسی کو طعنہ مارے' نہ فحش بکے اور نہ زبان درازی کرے۔

یاد رہے کہ گندی گالیاں دینے' فحش بکنے' زبان درازی کرنے' طعنے مہنے مارنے' اور منہ پھٹکارنے والے مرد و عورتیں ایمان کے شعور اور مسلمانی کی لذت سے محروم ہیں۔

مومن لعّان نہیں ہوتا

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِیْ رِوَايَةٍ

---

۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب النهی عن لعن الدواب حدیث ۲۵۹۹۔

۲) سنن ترمزی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی اللعنة حدیث ۱۹۷۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۰ حدیث ۱۹۷۷ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۶۳۴ حدیث ۳۲۰۔

لَا يَنْبَغِىْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا))(ترمذی)(۱)

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔نہیں ہوتا (کامل) مومن بہت لعنت کرنے والا' اور ایک روایت میں (حضرت انور ﷺ سے) یہ الفاظ آئے ہیں۔نہیں لائق (پورے) مومن کو کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔"

ملاحظہ:۔اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔"نہیں لائق واسطے صدیق کے کہ ہو بہت لعنت کرنے والا۔" اور حدیث بالا میں کامل مومن کی شان بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ وہ بھی لعان نہیں ہوتا۔ یالعان ہونا اس کو سزاوار نہیں' بات یہ ہے کہ جوں جوں انسان کے ایمان کی تکمیل ہوتی جاتی ہے۔اس کی پرواز کا رُخ صالحیت کی فضا سے صدیقیت کے آسمان کی طرف ہوتا جاتا ہے' اس لئے ایمان کی تکمیل کی منازل ثابت قدمی سے طے کرنے کے لئے ترک لعانیت ناگزیر ہے۔تاکہ مومن صدیقیت کے مقام پر پہنچنے کے لائق ہو جائے۔اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ **مومن لعان نہیں** ہوتا۔اور نہ لعانیت ان کی شایان شان ہے۔کیونکہ لعان ہونے سے طائر لاہوتی کی پرواز رُک جاتی ہے۔

سکونِ دِل سے سامانِ کشودِ کار پیدا کر
کہ عقدہ خاطر گرداب کا آبِ رواں تک ہے

لعنت کی بددُعا نہ کرو

((وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ))(ترمذی' ابو داؤد)(۲)

"حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔نہ بددعا کرو آپس میں ساتھ لعنت کے اور نہ بددعا کرو آپس میں ساتھ اللہ کے غضب کے اور نہ بددعا کرو۔آپس میں ساتھ داخل ہونے دوزخ میں۔"

ملاحظہ:۔اس حدیث کے حکم سے کوئی کسی کو مت کہے کہ تجھ پر لعنت ہو' یا تجھ پر خدا کا غضب ہو' یا دوزخ میں

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی اللعن والطعن حدیث ۲۰۱۹۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۵حدیث ۲۰۱۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی اللعنة حدیث ۱۹۷۶۔سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن حدیث ۴۹۰۶۔یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔صحیح الترغیب والترہیب ۳/۲۰ حدیث ۲۷۸۹۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۵۵۵حدیث ۸۹۳۔سنن ترمذی اور ابو داؤد میں ولا بجھنم کے بجائے ولا بالنار کے الفاظ ہیں ولا بجھنم کے الفاظ شرح السنة ۱۳/۱۳۵حدیث ۳۵۵۷ میں اور مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۹۵۳۱ میں ہیں۔

جائے تو۔ان تینوں بددعاؤں سے نبی رحمت ﷺ نے منع کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپس میں خواہ کتنی ہی شکر رنجی' یا ناراضگی ہو۔پھر بھی مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو اللہ کی بارگاہ سے مردود وملعون دیکھ کر خوش ہو یا خواہش کرے۔کہ قوم عاد وثمود کی طرح اس پر خدا کا غضب آئے' یا اس کے دوزخ میں جانے کی تمنا کرے' دراصل یہ تینوں بددعائیں خدائے قہار کے تین قسم کے عذاب ہیں۔جو اللہ کے بدترین دشمنوں اور اس کے نبیوں کے بدخواہوں اور قاتلوں پر نازل ہوئے تھے۔وہ مشرک اور کافر' اور تورات وانجیل کے سودے کرنے والے یہودی اور عیسائی' ملعون' مغضوب' جہنمی قرار پائے گئے۔تو پھر کس طرح ہوسکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو آپس میں ان عذابوں کے ساتھ بددعا کرنے سے منع نہ کرتے۔پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی کو بھی اللہ کی لعنت اس کے غضب' اور اس کے عذاب نار کے تیر کا نشانہ نہ بنائے۔

ہوا پر لعنت نہ کرو

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًانَا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهٗ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَ اِنَّه مَنْ لَّعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَه بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ))(ترمذی' ابوداؤد) (۱)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہوا نے ایک شخص کی چادر اڑائی تو اس نے ہوا پر لعنت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ہوا پر لعنت مت کرو کیونکہ وہ مامور (حکم کی گئی) ہے اور مسئلہ یاد رکھ جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرے' جو لائق لعنت نہ ہو۔تو لعنت اس لعنت کرنے والے) پر لوٹ آتی ہے۔''(ترمذی' ابوداؤد)

لعنت لاعن پر لوٹ آتی ہے

((وَعَنْ اَبِىْ دَرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِىْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَّ اِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا)) (ابوداؤد) (۲)

''ابودرداءؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن حدیث ۴۹۰۸۔سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی اللعنة حدیث ۱۹۷۸۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۰۳ حدیث ۴۹۰۸۔صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۰ حدیث ۱۹۷۸۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۲ حدیث ۵۲۸۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن حدیث ۴۹۰۵۔یہ حدیث حسن ہے۔صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۰۳۔۲۰۲ حدیث ۴۹۰۵۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۳/۲۶۵۔

تحقیق بندہ جب لعنت کرتا ہے۔ کسی چیز کو (آدمی ہو یا غیر آدمی) تو (پہلے) چڑھتی ہے وہ لعنت آسمان کی طرف۔ پس آسمان کے دروازے اس لعنت کے آگے بند کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دائیں اور بائیں مائل ہوتی ہے۔ لیکن اِدھر سے بھی ردکی جاتی ہے۔ پھر جب (ٹھیرنے کے لئے) کوئی راہ نہیں پاتی۔ تو پھرتی ہے اس شخص کی طرف جولعنت کیا گیا ہے۔ اگر وہ شخص لعنت کے لائق ہو۔ تو پہنچتی ہے اس کو اور اگر لائق نہ ہو۔ تو پھر لاعن پر لوٹ آتی ہے وہ لعنت۔"

لعنت قہرِ الٰہی ہے

جب کوئی شخص کسی آدمی وغیرہ پر لعنت کرتا ہے۔ تو لعنت (جو قہرِ الٰہی ہے) چھوٹتے ہی اس آدمی پر نہیں جا پڑتی۔ یعنی خدائے رحیم اس بددعا 'لعنت' اور اپنے غضب کو اول ہی اول اس آدمی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب اِدھر کی رخصت نہیں ملتی تو وہ بددعا جوش میں آکر آسمان کی طرف صعود کرتی ہے۔ لیکن آسمان کے در بھی بند پاتی ہے۔ پھر زمین کی سمت آتی ہے۔ اسے یہاں بھی سمانے کی سہولت میسر نہیں آتی۔ پھر یمین و یسار کا رُخ کرتی ہے۔ یہاں بھی اسے ٹھیرنے کی جگہ' کوئی جگہ نہیں ملتی۔ آخر اس آدمی کی طرف رجوع کرتی ہے' جس پر لاعن نے بھیجی تھی۔ پھر اگر یہ آدمی عنداللہ فی الواقع ہی لعنت کے لائق ہو۔ پھٹکار کا صحیح محل ہو۔ تو اس پر ٹھہر جاتی ہے۔ وہ ملعون ہے اور اگر وہ محل لعنت نہ ہو۔ پھٹکار کے لائق[1] نہ ہو۔ تو پھر وہ لعنت بددعا قائل ولاعن پر ہی ٹوٹ پڑتی ہے۔ لعنت بھیجنے والا ہی مردود و ملعون ہو جاتا ہے۔ اسی پر اللہ کا غضب آجاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلا تحقیق و تصدیق کسی پر لعنت بھیجنا اپنے آپ کو موردِ لعنت بنانا ہے۔ پھر یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک کسی سے ایسا کام سرزد نہ ہو۔

جو قرآن اور حدیث کی رُو سے درخورِ لعنت ہو۔ ہرگز اسے نہ کہیں کہ تجھ پر لعنت ہو۔ لائق لعنت امور کے صدور پر البتہ لعنت کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اور لعنت بھی بھیج سکتے ہیں۔ لیکن لعنت کے لائق امور کا تعین کتاب و سُنت کے استدلال سے ضروری ہے۔

موردِ لعنت افعال

یہودی اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدے کرنے لگ گئے۔ قبروں پر میلے لگا لگا کر وہاں سے نذریں' نیازیں اور چڑھاوے لینے لگے۔ یہودیوں کے ان فعلوں پر ہمارے رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ

(۱) کسی آدمی وغیرہ کا محل لعنت یا لائق پھٹکار ہونا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا شارع کی خبر کے بغیر کسی شخص کا مستحق لعنت ہونا متیقن نہیں ہو سکتا۔ جب لعنت کی سزاواریت کی نشان دہی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر بلا ثبوت کسی پر لعنت بھیجنا بالآخر اسے اپنی طرف ہی لوٹانا ہے۔

الْیَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ خُشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا))(ترمذی)[1]

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں کہ جس سے آپ جان بر نہ ہو سکے۔ ارشاد فرمایا خدا کی لعنت ہو یہودیوں پر انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی (یعنی قبر پرستی کا ڈر) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر ظاہر طور پر (عام گزرگاہ میں) بنواتے لیکن آپ اس بات سے ڈرتے تھے۔ کہ مبادا قبر کو سجدے ہونے لگ جائیں۔ اس لئے روضہ اطہر آپ کے رہائشی مکان کے اندر ہی بنایا گیا۔'' (بخاری)

غور فرمایا آپ نے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر لعنت بھیجی اس لئے کہ انہوں نے قبروں کی پوجا پاٹ اور سجدہ سجود سے اپنے آپ کو لعنت کا حقدار بنالیا۔ اس حدیث کے استدلال سے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ قبروں کو سجدے کرتے ہیں۔ اور جو ان سجدوں کی ترغیب دلاتے اور قبر پرستی کے تنوع کے سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ وہ بھی ملعون ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا))(بخاری)[2]

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (راوی حدیث عبداللہ بن عباس کہتے ہیں) اسی بیان سے آپ اپنی امت کو (قبر پرستی کے) اس لعنتی فعل سے روکنے کے لئے متنبہ کرتے ہیں۔''

ملاحظہ: ۔ معلوم ہوا کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے لعنت کے لائق ہیں۔ اور ضرور ملعون ہیں۔ بزبان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

((اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَسْجِدَ))(رواہ مالك مُرسلًا)[3]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور حدیث ۱۳۳۰۔ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور۔ حدیث ۵۲۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب ۵۵۔ حدیث ۴۳۶۔۴۳۵۔ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور۔ حدیث ۵۳۱۔

(۳) مؤطا امام مالك کتاب قصر الصلاۃ فی السفر باب جامع الصلاۃ ۱/۱۷۲۔ یہ روایت مرسل ہے۔ البتہ اس کی سند صحیح ہے۔ تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد صفحہ ۲۶ تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ طبع مکتبہ المعارف الریاض۔ اردو ترجمہ بنام قبروں پر مساجد اور اسلام صفحہ ۲۴۔ ترجمہ مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی طبع فیصل آباد۔

''ان لوگوں پر خدا کا سخت تر غضب نازل ہوا۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں (سجدہ گاہیں)
عبادت گاہیں بنالیا۔''

ملاحظہ:۔ مسجد کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ اور عبادت گاہ قبروں کو مسجدیں بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قبروں کو سجدہ کیا جائے۔ اور قبروں کو مسجدوں کی طرح عبادت گاہ بنایا جائے۔ یعنی جس طرح مسجد میں نماز' قیام' رکوع' سجدہ اور اعتکاف کیا جاتا ہے۔ مسجد میں دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح قبروں پر سجدے' رکوع' اعتکاف' قیام کرنا اور اہل قبور سے بھوک ننگ' غریبی' غم' اندوہ' بیماری' کرب' بے چینی' قرض وغیرہ کے دور ہو جانے کی دُعا کرنا قبروں کو مسجدیں بنانا ہے۔ ان فعلوں کے سبب یہود و نصاریٰ ملعون ہوئے اور خدائے قہار کے غضب کے مورد ٹھہرے۔ پھر یہ لعنت کچھ یہودیوں پر ہی موقوف نہیں۔ جو لوگ بھی جس زمانہ میں ان افعال کے مرتکب ہوں گے۔ وہ اللہ کی لعنت اور غضب کے اہل ہونگے اور انہیں ان کاموں کے کرنے کے بعد ملعون کہہ سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَاءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ المائدۃ : ۷۸)

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی (بد) دعا سے (خدا کی) لعنت آئی۔ یہ (لعنت ان پر) اس لئے آئی کہ وہ نافرمانی کرتے اور حدیں پھاند جاتے تھے۔''

اسی طرح قرآن مجید میں مشرکوں' کافروں' منافقوں' یہودیوں اور عیسائیوں کی اللہ سے سرکشی' بغاوت' کفر' طغیان' انکار' نافرمانی اور دین سے ٹھٹھا' مخول' مذاق' استہزاء' احکام الٰہی میں تحریف و تبدیل کانٹ چھانٹ' حیلہ سازیوں' اور فریب کاریوں کی وجہ سے ان پر بکثرت لعنت اور پھٹکار آئی ہے۔ اور اس لعنت اور پھٹکار کے تذکرہ سے امت محمدیہ ﷺ کو سبق سکھانا مقصود ہے۔ کہ جو بھی افعال مذکور کا مرتکب ہوگا۔ وہ سزاوار پھٹکار قرار پائے گا۔

اوپر آپ نے متعدد حدیثیں پڑھی ہیں کہ جن میں کسی کو پھٹکارنے اور اس پر لعنت کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور قرآنی آیات' اور بعض احادیث میں کافروں اور یہودیوں وغیرہ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ یہ دونوں باتیں کوئی متضاد چیز نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی لعنتی فعل کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ تو ارتکاب کے بعد اسے ملعون کہنا روا ہے۔ جیسے یہودی ارتکاب جرائم کے بعد ملعون قرار دیئے گئے۔ اور لعنت کے لائق کاموں کے کرنے کے بغیر کسی کو پھٹکارنا' یا اس پر لعنت بھیجنا سخت منع ہے۔ استشہاد قرآنی کے سوا ملعون کہنا بڑا گناہ ہے۔ بدوں تحقیق لعنت کا پتھر مارنا ظلم ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

کسی کو اللہ کا دشمن کہنا

((وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا عَادَ عَلَيْهِ))(بخاری، مسلم)(۱)

''حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارے اور نہ ہو وہ شخص اس طرح (یعنی کافر یا اللہ کا دشمن نہ ہو) تو رجوع کرتا ہے۔ وہ کفر یا عداوت اس (کہنے والے) پر۔'' (بخاری، مسلم)

ملاحظہ:۔ بانی اخلاق صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ پر قربان جائیں۔ کہ آپ نے کیسی نیک اور پاک تعلیم دی ہے۔ کہ اگر کسی کو کافر کہو گے۔ یا اللہ کا دشمن پکارو گے تو وہ کافر یا اللہ کا دشمن نہ ہوا۔ تو تم آپ کافر یا اللہ کے دشمن بن جاؤ گے۔ اللہ تم کو کافر اور اپنا دشمن قرار دے گا۔ اب اس بات کا اندازہ لگائیں کہ کفر اور اللہ کی دشمنی کس قدر روسیاہی اور دین وایمان کی تباہی کا باعث ہے۔ پس زبان کو قابو میں رکھیں، اور بہت سوچ بچار کے بعد کلام کرنے کی عادت ڈالیں۔

دورویہ زندگی

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ))(بخاری، مسلم)(۲)

''حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بدترین لوگوں کا قیامت کے دن دورویہ شخص (منافق صفت) ہے۔ کہ آتا ہے ایک جماعت کے پاس ایک رنگ میں۔ اور دوسری جماعت کے پاس اور ڈھنگ میں۔''

ملاحظہ:۔ ذوالوجہین دورویہ شخص کو کہتے ہیں۔ جس کے دومنہ، دو چہرے اور دورُخ ہیں۔ یعنی ایسا جو ایک جماعت کے پاس جا کر حق اور راستی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مطلب براری کے لئے اس کی خوشامد کی باتیں کرتا ہے۔ اور دوسری جماعت کے سامنے اس کی لجاجت کی باتیں کرتا ہے۔ تاکہ وہاں سے بھی علی الرغم حق، اپنا اُلو سیدھا کرے، ایک شخص کے منہ پر اس کی تعریف اور اس کے رقیب کی برائی بیان کرتا ہے، اور اس طرح اس کی خیرخواہی جتا کر اس کو خوش

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھی من السباب واللعن حدیث ۶۰۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لأخیه المسلم : یا کفر حدیث ۶۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما قیل فی ذی الوجھین حدیث ۶۰۵۸۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب ذم ذی الوجھین حدیث ۲۵۲۶۔

کرتا ہے۔ پھر اس کے رقیب کے پاس بھی جاتا ہے۔ اور اس کے منہ پر اس کی تعریف کے پل باندھتا ہے' اور ساتھ ہی اس کے رقیب (پہلے شخص) کی مذمت بھی کرتا ہے۔ اور اس دورویہ روش سے اس کا ہمدرد بن کر اسے بھی خوش کرتا ہے۔ گویا وہ دورخا ہوا۔ ایک کے منہ پر ایک روش اور دوسرے کے سامنے دوسرا رنگ۔ اسلام میں اس طرز زندگی کو منافقت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن میں موجود ہے کہ منافق جب مسلمانوں کے پاس آتے' تو کہتے۔ اٰمَنَّا. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ --- پھر جب اپنے ہم نوالہ' اور ہم پیالہ لوگوں کے پاس جاتے' تو وہ پوچھتے۔ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ یہ اُن کے منہ پر کہتے ہرگز نہیں! ہم تو تمہارے ساتھی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس تو ان کا مذاق اڑانے گئے تھے۔ یہ ہے منافقوں کی دورویہ چال' جسے اسلام ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ مسلمانوں میں سے جو شخص ایسا طریق اختیار کرے گا۔ منہ پر کچھ اور' پیٹھ پیچھے کچھ اور گل کھلائے گا۔ دورنگی چال چلے گا۔ منافقوں کی راہ پر گامزن ہوگا۔ تو سرور دو عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق حشر کے میدان میں سب لوگوں سے بدترین شمار ہوگا اور دنیا میں بھی ایسا شخص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

آگ کی دو زبانیں

((عَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ))(ابوداؤد)[1]

''حضرت عمارؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں دورخا (دو رویہ) ہوگا۔ محشر کے دن اس کی دو زبانیں آگ کی ہونگی۔''

ملاحظہ:۔ مسلمان بھائیو! اور بہنو! ہمیشہ دنیا میں یک رُو ہو کر رہو یک رُخے بن کر زندگی گزارو۔ جو آپ کی زبان پر ہو۔ دل اس کی تصدیق کرنے والا ہو۔ جس شخص سے آپ ملیں۔ اخلاص کے ساتھ ملیں۔ جیسے منہ پر ہوں ویسے ہی پیٹھ پیچھے ہوں۔ ایسا کبھی نہ کریں کہ سامنے تو برادر خواندگی' اور خیر خواہی کا دم بھریں۔ اور غیبت میں اسی زبان سے بدخواہی اور مخالفت کے انگارے برسانے لگیں۔ نفاق آشنا زندگی میدان حشر میں بہت ذلیل کرے گی۔ منہ میں دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔

جو دنیا میں دورویہ روش اختیار کریگا مزا چکھائیں گی' اللہ سب بھائیوں اور بہنوں کو ایسے عذاب سے محفوظ رکھے' دنیا میں ایک رنگ ہو کر اخلاص مندانہ زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

برد رِ مے خانہ رفتن کارِ یک رنگاں بود!
خود فروشاں را بکوئے مے فروشاں راہ نیست (حافظؒ)

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی ذی الوجهین حدیث ۴۸۷۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۹۶/۳۔ حدیث ۴۸۷۳۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵۵۴/۲ حدیث ۸۹۲۔

غیبت' بہتان اور حفظ لسان

غیبت اور بہتان برے کام ہیں' ان کے سبب لوگوں کے درمیان غیظ وغضب' کینہ وبغض' شرارت ونفرت' فتنہ وفساد' اور جذباتِ انتقام پیدا ہوتے ہیں۔ جدال ونزاع کی آگ بھڑکتی ہے۔ جس سے محبت واخوت' اتفاق واتحاد اور باہمی خیر خواہی کا خرمن جل کر راکھ سیاہ ہو جاتا ہے۔ موالات کے بستانوں اور ہمدردی کے باغوں کی بہار کو سخن چینی کی لو اور تہمت کے بھبو کے بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ انسان اخلاقی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں۔ فضائل میں نقصان آتا ہے۔ اور رذائل کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسلام نے غیبت اور بہتان کو نہایت سختی سے روکا۔ چغل خوروں اور لتروں کو اللہ کے خوف سے ڈرایا۔ اور تہمت تراشوں اور بہتان بازوں کو دوزخ کی سزا کا منظر دکھا کر لرزہ براندام کیا ہے۔

اب آپ غیبت اور بہتان کے معنی اور مطلب معلوم کریں کہ غیبت مسلمان بھائی کے عیب کو اس کے پس پشت بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ عیب جو فی الواقع اس میں پایا جاتا ہو۔ اور اگر وہ عیب یا بدی اس میں موجود نہ ہو اور پھر اس کو (گھڑ کر) بیان کیا جائے تو اس کو بہتان کہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور (اللہ کے بتانے سے) اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا (سنو)! غیبت وہ ہے۔ کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی وہ (بری) چیز ذکر کرو۔ جس کو وہ برا جانتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضور ﷺ فرمایئے کہ اگر وہ (بری) چیز اس میں پائی جاتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ جو چیز تم ذکر کرو اگر اس میں پائی جاتی ہے۔ تو تم نے یقیناً اس کی غیبت کی' اور اگر نہ پائی جاتی ہو۔ اور تم (از خود) بیان کرو تو تم نے بیشک اس پر بہتان باندھا۔'' (مُسلم)[1]

غیبت کے احوال وکوائف

رسول اکرم ﷺ کے اِرشاد سے آپ کو اُوپر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ کسی کو ایسے عیب کے ساتھ یاد کرنا جو اس کو ناگوار گزرے۔ غیبت کہلاتا ہے۔ اب ہم ان عیبوں کی مختلف صورتیں آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ جن کا اظہار وبیان غیبت میں داخل ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور محتاط رہیں۔

بدن کے عیب بیان کرنا

مثلاً مجلس میں کسی شخص کا ذکر آپ کر رہے ہیں۔ تو کوئی پوچھے' کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟ تو جواب میں یہ کہنا! فلاں آدمی .... نام لے کر' نہیں پتہ چلا؟ اجی وہ لنگڑا ہے نا' جو وہاں رہتا ہے' ہاں ہاں! بس اسی لنگڑے کی

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الغیبۃ حدیث ۲۵۸۹۔

ہی بات کر رہے ہیں ہم! یا کسی کا پتہ بتاتے' غائبانہ تعارف کراتے' ذکر کرتے پوچھتے وقت یہ کہنا' فلاں صاحب جس کے بدن پر سفید داغ ہیں۔ وہ پھلبہری والا۔ کوڑھا! آپ جانتے ہیں اس کو.......... نام لے کر؟ نہیں اجی وہ کانا ایک آنکھ والا۔ جی ہاں یاد آ گیا' آج اسی کی شادی ہوئی نا!

مجھے فلاں محکمہ میں ایک ضروری کام ہے۔ اگر آپ کی وہاں واقفیت ہو تو جائز سفارش کر دیں۔ ہاں ضرور واقفیت ہے۔ ہیڈ کلرک کو میرا اسلام کہنا' اور اپنے کام کے متعلق میری یہ سفارشی چھٹی لے جاؤ۔'' محترم دوست آپ کا بڑا بڑا شکریہ۔! ہیڈ کلرک وہی ہے نا سیاہ فام۔ کالا کلوٹا؟

کہاں سے آئے ہو بھائی! بازار سے کپڑا لے کر' دکھاؤ تو یہ کپڑا بڑا خوبصورت اور عمدہ ہے۔ کس کی دکان سے لائے ہو؟ آپ جانتے ہی ہیں کہ بڑے بازار میں وہ ٹھگنا[1] دکاندار! ہاں جانتا ہوں۔ بس اسی بونے پستہ قد سے لایا ہوں۔

قرض دار سے تقاضے کر کر تھک گیا ہوں۔ آخر اس پر دعویٰ ہی کرنا پڑے گا۔ کس پر؟ وہ بابو ہے نا لم چھڑا۔ اس پر اچھا اگر وکیل کرنا پڑا۔ تو چوہدری لم کنا بہت لائق ہے۔ اسے ہی کرنا۔

فلاں مقدمہ میں آج اس نے ایسی سچی شہادت دی ہے کہ لوگ اس کی جرأت' اور حق گوئی پر آفرین کہہ رہے ہیں۔ خوب! کون صاحب ہیں وہ؟ آپ کو پتہ نہیں وہ ٹنڈا نمازی!

شیخ صاحب نے اپنے نوکر سے کہا۔ خیرو![2] یاد رکھنا۔ سبزی لینے جاؤ تو فلاں بازار میں ایک مشہور گنجا سبزی فروش ہے۔ اسی سے ہی لایا کرو۔ کیونکہ وہ ہمیشہ تازہ اور عمدہ سبزی لاتا ہے۔

---

(۱) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اپنی سوت حضرت صفیہؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ وہ قصیرہ یعنی ٹھگنی ہے' اس پر حضور نے فرمایا کہ ''اگر اس کلمہ (غیبت) سے دریا کو ملایا جائے تو (باوجود اس کی وسعت اور لمبائی کے) اس کو متغیر کر دے۔'' (ترمذی' ابوداؤد)

(سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حديث لو مزج بها ماء البحر حديث ۲۵۰۲۔ سنن ابو داؤد كتاب الادب باب فی الغيبة حديث ۴۸۷۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح سنن ترمذی ۲/۶۰۵ حديث ۲۵۰۲ صحيح سنن ابو داؤد ۳/۱۹۶۔ حديث ۴۸۷۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقارت کے خیال سے کسی کو کوتاہ قد کہنا بھی اس کی غیبت ہے' ایسی غیبت جو اعمال صالح کے دریا کی فراخی پر غالب آ کر اس کے شفاف پانی کو گدلا کر دیتی ہے۔ مسلمان بھائیو! اور بہنو! زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھو اور ہر قسم کی غیبت سے باز رہو۔ (محمد صادق)

(۲) خیرو خیر الدین سے بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔ کسی کے نام کو بگاڑ نا دھرنا' بدتہذیبی اور اخلاق کے منافی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (سورة الحجرات : ۱۱) اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو۔ مسلمانوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ اور کسی عورت' مرد' لڑکی' لڑکے کے نام کو بگاڑ کر نہ بلائیں' نام نہ دھریں۔ (محمد صادقؒ)

بدنی عیبوں کی غیبت

آپ غور فرمائیں۔ کہ اگر متذکرۃ الصدر اصحاب العیوب اپنے ان بدنی عیبوں کے اظہار و بیان کو سن پائیں۔ تو کیا ناراض نہ ہوں گے؟ ضرور ناراض ہونگے' اور برا منائیں گے۔ پس یاد رکھیں کہ کسی کو لنگڑا' لنجا' لولہا' کوڑھا' مبروص' پھلبہری یا' چندھا' کانا' کالا کلوٹا' ٹھنگنا' بونا' پستہ قد' لم چھڑا' لم ڈھینگ' لم کنا' ٹنڈا' گنجا' وغیرہ وغیرہ کہنا۔ سخن چینی اور غیبت ہے۔ یاد رکھیں' کبھی لوگوں کا نام لے کر ان کے بدنی عیبوں کو ایسے طریق پر ذکر نہ کریں' کہ وہ اگر سن پائیں۔ تو برا منائیں۔

حضرت انور ﷺ فرماتے ہیں:

((ذِکْرُكَ اَخاكَ بِمَا یَکْرَہُ))(مُسلم)(۱)

''تیرا ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کو ساتھ ایسی چیز کے کہ وہ برا جانے۔ غیبت ہے۔''

اسی طرح کسی کے نفس اور اخلاق کے' عقل اور سمجھ کے' اسکے دین اور دنیا کے مال' اولاد اور بیوی کے رفتار' گفتار' لباس' نشست و برخاست اور حرکات و سکنات کے عیبوں کو ایسے رنگ سے بیان کرنا کہ اس کو برا لگے۔ غیبت ہے۔ کسی شخص کی خاموشی' سخن گوئی' تند خوئی' ترش روئی' بد دماغی' چڑچڑا پن' اور تنک مزاجی کے متعلق سخن چینی کرنا بھی منع ہے۔

پھر جس طرح غیبت الفاظ کے ساتھ حرام ہے' اسی طرح رمز و کنایہ اور سر' ہاتھ' آنکھ اور ابرو کے اشاروں کے ساتھ اظہار عیب گناہ ہے۔ بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ دو آدمی آنکھ یا ابرو کے اشارہ سے کسی تیسرے شخص کی (جو پاس ہی کھڑا ہوتا ہے) برائی' عیب' بے عقلی اور نادانی' کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ایسا اشارہ کرتے وقت' مسکراتے بھی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بھی غیبت ہے' اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے۔

سکوت میں نجات

((وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا)) (ترمذی)(۲)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص چپ رہا۔ (کلام بد سے) اس نے (دین و دنیا میں) نجات پائی۔''

---

(۱) صحیح مسلم : کتاب البرو الصلۃ : باب تحریم الغیبۃ' حدیث ۲۰۸۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب حدیث من کان یومن باللّٰہ فلیکرم ضیفہ ...... حدیث ۲۵۰۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۶۰۴/۲ حدیث ۲۵۰۱ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۷۲/۲۔ حدیث ۵۳۶۔

وضاحت

انسان اکثر زبان ہی کی آفتوں' بدیوں' اور برائیوں کی وجہ سے گرفتار بلا ہوتا ہے۔ زبان کی بے راہ روی مصائب سے دوچار کرتی ہے۔ اور اسی کی فتنہ انگیز طاقت انسان کے جادہ سفر میں ایک صحرائے آفت برپا کرتی ہے ازبس کہ زبان کی شرارتیں' آفتیں' اور فتنے بے شمار ہیں۔ اس لئے رحمت دوعالم ﷺ نے ایک ایسا حکیمانہ گر بتایا ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زبان کی آفتوں سے مصئون و مامون ہو سکتا ہے۔ اور وہ گر ہے۔ خاموشی! لعن طعن' تکفیر' سب و شتم' گالی گلوچ' چغلی' غیبت' بہتان' جھوٹ' لسانی ایذاؤں اور لایعنی کلام سے خاموشی! پس جب ہر قسم کے برے اور ایذا رساں کلام سے خاموشی برتی' تو نتیجہ لامحالہ نجات کی صورت میں نکلے گا۔ انسان کو لازم ہے۔ کہ وہ حتی الوسع خاموش ہی رہے' جو کلام بڑا ضروری ہو وہ کرے۔ بڑی اہم بات کے لئے زبان ہلائے۔ اس پر ضبط کا ایسا پہرہ بٹھائے کہ ضرورت شرعی کے بغیر ہرگز حرکت نہ کرے' کہ سکوت و صموت میں ہی نجات و فلاح کا راز مضمر ہے۔ صدف جب تک خاموش رہتا ہے۔ اس کے اندر موتی موجود ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ لب ہلاتا ہے۔ اس کی مہر سکوت ٹوٹ جاتی ہے۔ تو اس کا سینہ جواہرات سے خالی ہو جاتا ہے۔

زبان کی حفاظت کا حکم

((وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ)) (ترمذی)[1]

''حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ (حضور ﷺ! ...... کیا ہے (دین و دُنیا میں) سبب نجات کا؟ آپ نے فرمایا۔ محفوظ رکھ تو زبان اپنی اور گنجائش دے تجھ کو گھر تیرا (یعنی تو گھر میں بیٹھا رہے) اور روتو اپنی خطاؤں پر۔''

ملاحظہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے نجات کے سوال کے جواب میں زبان کی حفاظت کا حکم دیا۔ کہ اے عقبہ بن عامر! زبان کو تھامو۔ اس کی نگرانی کرو۔ کہ کوئی کلمہ خلاف شریعت منہ سے نہ نکلے' پھر آپ نے زبان کی حفاظت کے لئے فرمایا۔ کہ گھر میں بیٹھے رہو۔ یعنی بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ کیونکہ عوام کے خلا ملا سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنی پڑ جاتی ہیں۔ کئی قسم کے امور زیر بحث آ جاتے ہیں۔ اور پھر زبان کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے گھر میں جمے رہو۔ اور اپنی خطاؤں کو یاد کر کے آنسو بہاؤ۔ تاکہ رحمت ایزدی تمہیں آلے۔

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان حدیث ۲۴۰۶ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۵۶۷ حدیث ۲۴۰۶ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۵۵۱۔ حدیث ۸۹۰۔

آجکل کا ماحول

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ پاک میں ''نزولِ وحی کے دور میں' خیر محض کی فضا میں' عقبہ بن عامرؓ کو باہر کی عام مجلسوں میں شریک ہونے سے روک دیا اور گھر کے گوشہ عافیت میں قرار پکڑنے کو نجات کا سبب بتایا۔ حفظ لسان کا راز بتایا اور کشت معاصی کو چشم کی اشک باری سے سیراب کرنے کا حکم دیا۔ اب آپ فضائے خیر القرون کا آج کل کے ماحول سے موزانہ کریں کہ کس قدر ظلمت ہی ظلمت چھائی ہوئی ہے۔ اگر حضور ﷺ کے زمانے میں (جب شیطان مایوس ہو چکا تھا)۔ نجات اور زبان کی حفاظت گھر میں بیٹھ رہنے پر تھی۔ گناہوں کی آگ کو آنسوؤں سے بجھانے میں تھی۔ تو آج کل (جب شیطان پورے زوروں پر ہے)۔ گھر چھوڑ کر باہر پھرنے میں کس طرح نجات اور حفاظت زبان ہو سکتی ہے۔ جب کہ تمام گلی کوچوں' بازاروں' سڑکوں' گزرگاہوں' شاہراہوں' تفریح گاہوں' کلبوں' اسٹیشنوں' ہوٹلوں' ریستورانوں' نمائشوں' تھیٹروں' سینماؤں اور رقص گاہوں میں وہ ایمان لیوا بادِ سموم چل رہی ہے' جہاں صد سالہ زاہد کی عبادت کا فانوس ایک ہی جھونکے میں گل ہو جاتا ہے اور شیطان کچھ اس ڈھنگ سے ننگا ناچ رہا ہے۔ کہ حسن فتنہ زا کی پہلی جھلک ہی تقویٰ کے ایوانوں اور ایمان کے خزانوں کو لوٹ لیتی ہے۔ اور معاشرہ کے تمام خلاؤں میں زبان کی آزادیاں روح اور نفس کے لئے سامانِ شیون ہو گئی ہے۔

چغل خور کا انجام

((وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))(بخاری' مُسلم)[1]

''حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ بہشت میں نہ جائے گا (اول نجات پائے ہوؤں کے ساتھ) چغل خور۔''

ملاحظہ :۔ ایک اور روایت اسی مضمون کی صحیح مسلم میں آئی ہے۔ وہاں قتات کی جگہ نمام آیا ہے۔ نمام اور قتات کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی فساد ڈلوانے کی غرض سے جو شخص ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا ہے۔ اس کو قتات یا نمام کہتے ہیں۔ ایسے فساد پیدا کرنے والے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے والے چغل خور کے لئے بہشت کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ اسلام دنیا میں اتفاق' اتحاد' محبت اخوت کا پیام لے کر آیا ہے۔ پھر جو شخص اسلام کے اس عظیم الشان مقصد کے خلاف مسلمانوں میں لگائی بجھائی کر کے ان کی محبت کا شیرازہ منتشر کرتا ہے۔ وہ بڑا گنہگار ہے۔ ایسے مجرم کے لئے کیونکر بابِ جنت وا ہو۔ غیبت جس قدر خطرناک اور نتیجہ کے لحاظ سے روح فرسا ہے۔ اتنی ہی لوگوں

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یکرہ من النمیمۃ حدیث ۶۰۵۶ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ حدیث ۱۰۵۔

نے معمولی سمجھ رکھی ہے۔ اور اس کے عواقب سے نڈر ہو کر بے اعتنا ہو گئے ہیں۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنے لئے آخرت میں غیبت کے انگاروں کا ڈھیر نہیں لگانا چاہیے۔ خبردار! دوسروں کی بدیوں' اور برائیوں کو مزے لے لے کر بیان نہ کریں' سخن چینی اور غیبت کو مشغلہ نہ بنائیں۔ اور بہتر ہے کہ اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر اشک ندامت بہائیں۔

دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈتا ہے رات دن
چشم عبرت سے مگر اپنی سیہ کاری بھی دیکھ

برائیوں کا تزکرہ اور شکایتیں

((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ)) (ابو داؤد)[1]

"حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہ پہنچائے مجھ کو کوئی میرے صحابیوں میں سے کسی کی طرف سے کوئی چیز (انکی کوتاہیوں تقصیروں اور برائیوں سے) کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ نکلوں تمہاری طرف اس حال میں کہ (تمہارے متعلق) صاف ہو سینہ میرا۔"

ملاحظہ:۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ارشاد فرمایا۔ کہ میرے پاس دوسرے دوستوں اور یاروں کی برائیاں اور کوتاہیاں نہ پہنچایا کرو۔ ان کے عیبوں کا تذکرہ نہ کیا کرو کہ فلاں ایسا ہے۔ فلاں نے یوں کہا۔ اور فلاں نے یہ کہا۔ آپ نے دوسروں کی بدیوں' اور شکایتوں کے بیان کرنے سے اس لئے روکا۔ کہ ان کی طرف سے طبیعت میں رنج' غصہ' ناراضگی اور کینہ وغیرہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور پھر جب وہ لوگ ملیں۔ تو ان سے سینہ کی صفائی کے ساتھ نہ مل سکیں گے۔

اس حدیث شریف میں ہمارے لئے بھی یہ تعلیم موجود ہے کہ امیروں' بزرگوں' عالموں' بڑے لوگوں' بلکہ کسی کے پاس بھی کسی کی برائی نہ پہنچائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کدورتیں' کینے' بغض اور عناد پیدا نہ ہوں۔ اور سب آپس میں ایک دوسرے کو سلیم الصدر ہو کر ملا کریں۔

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی رفع الحدیث من المجلس حدیث ۴۸۶۰ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۸۶۰۔ حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی سند کو ولید بن ابی ہشام اور زہد بن زائدہ کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ بتخریج ریاض الصالحین مترجم ۲/۴۰۹ حدیث ۱۵۳۹۔

دریا کو متغیر کردینے والی غیبت

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِي قَصِيرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ))(ترمذی' ابوداؤد)[1]

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔آپ کو صفیہؓ (کے عیب) سے ایسا[2] اور ایسا (اشارہ بالشت سے بتایا) کافی ہے۔مراد رکھتی تھیں۔حضرت عائشہؓ اس بات سے کہ صفیہؓ کوتاہ قد ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناخوش ہوکر) فرمایا:
(عائشہؓ)! تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس (کلمہ غیبت) کے ساتھ دریا ملایا جائے تو یہ کلمہ دریا کو متغیر کر دے۔''

ملاحظہ:۔غور فرمائیں کہ اسلام نے کس قدر پاکیزہ اخلاقی تعلیم دی ہے کہ کسی کو کوتاہ قد اور ٹھنگنا تک کہنے کی اجازت نہیں دی ہے۔حضرت عائشہؓ کی زبان سے حضرت صفیہؓ سے متعلق ٹھنگنی (قصیرہ) کا لفظ نکلتا ہے اور ساتھ ہی بالشت سے اشارہ بھی کرتی ہیں۔کہ صفیہ ایسی (کوتاہ قد) ہے۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہہ فرماتے ہیں۔عائشہؓ! یہ کلمہ جو تو نے کہا ہے۔اگر دریا میں مل جائے۔تو اسے بگاڑ دے۔متغیر کردے۔''

اس سے قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب حقارت سے کسی کو ٹھنگنا کہنا اخلاقی طور پر اتنا بدبودار اور متعفن کلمہ ہے کہ اس کا امتزاج (اعمال کے) دریا کو بگاڑ سکتا ہے۔تو جو لوگ دوسروں کے بڑے بڑے عیبوں' قصوروں' خطاؤں اور برائیوں کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ان کے کلمات غیبت کی غلاظت کتنے دریاؤں اور سمندروں میں روحانی تعفن پیدا کرے گی؟ آپ کبھی کسی کی غیبت نہ کریں۔

نقل نکالنا غیبت ہے

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا))(ترمذی)[3]

---

(۱) سنن ترمذی : ابواب صفۃ القیامۃ باب حدیث لومزج بھاماءالبحر حدیث ۲۵۰۲۔سنن ابوداؤد : کتاب الادب باب فی الغیبۃ حدیث ۴۸۷۵۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی : ۲/۶۰۵۔حدیث ۲۵۰۲۔صحیح سنن ابوداؤد : ۳/۱۹۶۔حدیث ۴۸۷۵۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے ساتھ بھی کسی کا عیب ظاہر کرنا غیبت ہے۔منہ

(۳) سنن ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب حدیث لومزج بھا ماء البحر ...... حدیث ۲۵۰۳۔سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ حدیث ۴۸۷۵۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/۶۰۵ حدیث ۲۵۰۳۔صحیح سنن ابوداؤد ۳/۱۹۶حدیث ۴۸۷۵۔

''حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں نہیں دوست رکھتا کہ نقل نکالوں کسی کی اگر ہو میرے لئے (دُنیا کا مال) ایسا اور ایسا۔''

ثریا رفعت اخلاق

متذکرہ بالا حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں کسی کی نقل نکالنے کو دوست نہیں رکھتا اگرچہ (نقل نکالنے کے عوض) میرے لئے ایسا اور ایسا ہو۔

ایسا اور ایسا ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ خواہ مجھے دُنیا کا کتنا ہی مال مل جائے۔ سونے اور چاندی کے میرے آگے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ ہیرے اور جواہرات کے خزانے میسر آئیں۔ تمام دُنیا کی زمام حکومت میرے حوالہ کر دی جائے۔ لیکن میں مال دولت' سونے چاندی' ہیرے' جواہرات اور دُنیا کی حکومت کے عوض کسی کی نقل نکالنے کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی قولی یا فعلی نقل نکالنا یقیناً غیبت محرمہ میں سے ہے۔ نہ کسی انسان کی سی آواز بنا کر اس کی آواز کی نقل اُتارنی چاہئے' اور نہ کسی لنگڑے کی نقل نکال کر لنگڑا کر چلنا چاہئے۔ اسی طرح دوسرے کے اقوال وافعال کی نقالی یقیناً اظہارِ عیب' چغلی اور لتراپن ہے۔ یہ سب محاکات عوام ہیں' پست اخلاق انسانوں کے کام ہیں۔ گھٹیا لوگوں کی حرکات ہیں۔ آپ ان کے قریب نہ پھٹکیں۔ بلکہ جوان اخلاقی معاصی کے مرتکب ہوں۔ انہیں منع کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان غیبت کے کاموں کو بہت برا جانا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان افعال سے روکا ہے۔

رحمت للعالمین ﷺ کی سات نصیحتیں

((وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِه اِلیٰ اَنْ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْكَ بِتَقْوٰی اللّٰهِ فَاِنَّه اَزْیَنُ لِاَمْرِكَ کُلِّه قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّه ذِکْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ وَ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّه مَطْرَدَةٌ لِلشَّیْطَانِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلیٰ اَمْرِ دِیْنِكَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ اِیَّاكَ وَ کَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّه یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لِیَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِكَ)) (مشکوۃ شریف)[1]

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث ۴۸۶۶ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی: ۴/۲۴۲۔ حدیث ۴۹۴۲۔ اس حدیث میں موجود سات نصیحتوں میں سے نمبر ۳ اور ۷ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب ۲/۲۳۷ حدیث ۱۷۰۶۔ باقی حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب ۳/۹۱ حدیث ۲۸۶۸۔

''حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس ذکر کی (ابوذرؓ نے) حدیث دراز۔ حتیٰ کہ ابوذرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ اَے اللہ کے رسول! نصیحت کرو مجھ کو! آپ نے فرمایا۔ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں' کیونکہ تقوی بہت زینے دینے والا ہے۔ تیرے تمام (دِین و دُنیا کے) کاموں کو۔ میں نے کہا (حضور ﷺ!...... اور نصیحت فرماؤ مجھے۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا۔ لازم ہے تجھ کو قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ تعالیٰ کا۔ بے شک تلاوت قرآن اور اللہ کا ذکر تیرے لئے ذکر کرنے کا سبب ہے آسمان میں۔ (یعنی آسمان میں تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خیر کے ساتھ یاد کریں گے) اور نُور کا سبب ہے تیرے لئے زمین میں (یعنی دُنیا میں نورِ معرفت یقین اور ہدایت کے ظہور کا سبب ہے) میں نے عرض کیا زیادہ کیجئے مجھ کو نصیحت۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ چپ رہنا لازم پکڑ۔ کیونکہ خاموشی شیطان کو ہانکنے کا سبب ہے' اور تیرے لئے کارِ دین پر مدد کرنے والی ہے۔ میں نے کہا۔ اور نصیحت فرمایئے مجھے۔ اِرشاد ہوا۔ بہت ہنسنے سے بچتا رہ کہ کثرت ہنسی دل کو مار دیتی ہے۔ اور چہرے کا نور کھو دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اور نصیحت کیجئے مجھ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہہ حق! اگرچہ تلخ ہو! (یعنی نفس کو تلخ ہو) میں نے کہا زیادہ فرماؤ نصیحت مجھ کو۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا۔ اللہ کے دِین کے اظہار میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر! میں نے کہا اور نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ روک[1] رکھے تجھے لوگوں کے عیبوں (کو بیان کرنے) سے' وہ چیز کہ جانتا ہے تو اپنے نفس سے۔'' (مشکوۃ)

نصائح رسالت مآب ﷺ پر ایک نظر

حدیث مذکور میں حفظ لسان کے لئے طول سکوت کا لزوم' کثرت ضحک اور عامتہ الناس کی سخن چینی کا امتناع' تہذیب نفس کے ارم کے لئے بادِ بہاری کا پیغام ہے۔ اور ساتھ ہی بادِ بہاری کے رُوح پرور جھونکوں کو حیات جاوداں بخشنے کے لئے دوسری نصائح میں آبِ حیات کی برکھا جھوم جھوم کر برس رہی ہے۔ صرف رسالت مآب ﷺ کی ان سات نصیحتوں پر غور کریں۔

---

(۱) یعنی اپنے نفس کی کرتوتوں اور بدیوں کو یاد کر کے دوسروں کے عیبوں کو بیان کرنے سے باز رہنا چاہئے' اپنے گریبان میں منہ ڈال کر استغفار میں ایسے مشغول رہیں کہ لوگوں کے عیبوں کو بیان کرنے کے لئے موقع ہی نہ ملے' اپنے نامہ اعمال کی سیاہی دوسروں کی اخلاق تاریکی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہ دے۔ علامہ اقبال نے غالباً اسی حدیث کی تائید میں فرمایا ہے۔

تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی!
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

① اللہ کا ڈر۔

② تلاوتِ قرآن کا التزام اور ذکر الٰہی۔

③ طولِ سکوت یا ثبات خامشی۔

④ کثرتِ ضحک سے اِجتناب۔

⑤ حق گوئی ہر قیمت پر۔

⑥ اظہارِ دِین بلا خوف لومہ لائم!

⑦ اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے رکھنا۔

اللہ کا ڈر

آدمی بے شمار قسم کی اخلاقی برائیوں سے جبھی بچ سکتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو۔ ہم یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ صرف اللہ کا خوف ہی انسان کو دھوکہ' فریب جھوٹ' بدعہدی' وعدہ خلافی' خیانت' چوری' ظلم' رشوت' غیبت' بہتان' سب وشتم' لعن طعن' ایذارسانی' حق تلفی' اقربا نوازی' حسد' بغض' کینہ' وغیرہ کے ارتکاب سے لرزہ براندام کرسکتا ہے۔ داورِ محشر کے حضور کھڑے ہوکر حساب دینے کا ڈر ہی اس کی سیرت کو سنوار' اور طبیعت کو بنا سکتا ہے۔ نقوشِ اندرون کی عذراؤں کے مرمریں جسم کا اُبٹن خشیت ایزدی کی سلسبیل کے پانی میں گوندھ کر بنایا جاتا ہے۔ اور زہرہ وشانِ سیر کے عارضِ غضبان پر شفق خوف کا غازہ ہی ان کے حسن کو چار چاند لگا تا ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کیا۔ اور وداعی نصیحتیں کرتے ہوئے کچھ دور تک اُن کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب نصائح کے موتیوں سے معاذؓ کا دامن سعادت بھر چکا۔ تو حضرت انور ﷺ نے انہیں آخری مرتبہ فرمایا۔ معاذؓ! ہوسکتا ہے کہ تم اس سال کے بعد میری ملاقات نہ کرسکو۔ اور جب لوٹ کر مدینہ جاؤ۔ تو بجائے میرے میری قبر ہی کو پاؤ۔

یہ روح فرسا خبر (بوحی خفی) سن کر حضرت معاذؓ کا دل ہل گیا اور شفیع المذنبین' رحمت للعالمین' اکرم الاولین' اکرم الاخرین حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس فراق کی خبر سے بے تاب ہوکر رونے لگ گئے۔

حضرت انور ﷺ نے انہیں آب دیدہ دیکھ کر فرمایا:

((اِنَّ اَولَی النَّاسِ بِي الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَحَیْثُ کَانُوْا))(مسند احمد)[1]

''معاذ! (غم نہ کر' اس جہان کے بعد بھی ملاقات ہوگی' یاد رکھ)! میرے سب سے زیادہ نزدیک وہی لوگ ہونگے جو دُنیا میں خدا سے ڈر کر عمل کرتے ہیں' وہ کوئی بھی ہوں' اور جہاں کہیں بھی ہوں۔'' (مسند احمد)

---

(۱) مسند احمد ۵/۲۳۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق حدیث ۵۲۲۷ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۰۱۲۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز یہ آیت پڑھی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾(سورة التحريم : ٦)[1]

"اے مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (عیال) کو آگ سے بچالو۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس (دوزخ کی آگ) پر فرشتے تعینات ہیں۔ تندخو' سخت مزاج' خدا ان کو جو حکم دیتا ہے۔ وہ (ہرگز) نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ اور جو (بھی انہیں) حکم دیا جاتا ہے۔ (بلاچون وچرا) اس کی تعمیل کرتے ہیں۔"

پھر آپ نے (یہ آیت پڑھ کر) فرمایا۔ کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اسے ہزار سال تک (اور) جلایا گیا تو سفید ہوگئی۔ اس کے بعد پھر ایک ہزار سال تک تیز کیا گیا۔ تو سیاہ ہوگئی۔ اور وہ اب بھی سیاہ ہے۔ اس کا شعلہ ہرگز نہیں بجھتا۔ رسول اللہ ﷺ کے روبرو ایک (اہل دل) حبشی تھا۔ وہ حضرت انور ﷺ کا یہ وعظ سن کر بے اختیار چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔

﴿مَنْ هٰذَا الْبَاكِیْ بَیْنَ یَدَیْكَ﴾

"آپ کے سامنے یہ رونے والا کون ہے؟"

رحمۃ للعالمین ﷺ نے جواب دیا۔

رَجُلٌ مِّنَ الْحَبْشَةِ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ "ملک حبش کا کوئی شخص ہے۔"

پھر آپ نے اس کی جچے تلے الفاظ میں تعریف کی۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا (حضور ﷺ)! ......اس (سیاہ فام اور اللہ کا خوف رکھنے والے) آدمی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

((وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِیْ فَوْقَ عَرْشِیْ لَاتَبْكِیْ عَیْنُ عَبْدٍ فِي الدُّنْیَا مِنْ مَّخَافَتِیْ اِلَّا اَكْثَرْتُ ضِحْكَهَا فِي الْجَنَّةِ))(ترغيب و ترهيب)[2]

"مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! اور عرش پر رہنے کی سوگند کو جس آدمی کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر کے سبب

---

(۱) الترغيب و الترهيب كتاب التوبة و الزهد۔ باب الترغيب فى البكاء من خشية الله تعالىٰ ۴/۱۳۱۔۱۳۰حديث ٤٨٧٩۔ بحواله شعب الايمان للبيهقى ۱/۴۹۰۔۴۸۹۔ والبعث و النشور للبيهقى حديث ٥٥٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے ضعيف الترغيب و الترهيب ۲/۳۴۲ حديث ۱۹۴۱۔ حدیث میں موجود آیت سورۃ تحریم کی آیت نمبر ٦ ہے۔

(۲) الترغيب و الترهيب كتاب التوبة و الزهد باب الترغيب فى البكاء من خشية الله تعالىٰ ۴/۱۳۲۔۱۳۱۔ حديث ۴۸۸۰۔ شعب الايمان للبيهقى ۱/۴۹۲۔ حديث ۸۰۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعيف الترغيب و الترهيب ۲/۳۴۳ حديث ۱۹۴۲۔

روئے گی۔ میں اسے جنت میں چمن چمن ہنساؤں گا۔"

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ (ایک روز) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ معاً آندھی کا ایک ایسا زبردست جھونکا آیا۔ کہ درخت کے تمام سوکھے پتے جھڑ گئے اور صرف سبز اور ہرے باقی رہ گئے۔ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ منظر دیکھ کر) فرمایا

((مَا مَثَلُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ!))

"(دوستو)! کیا مثال ہے اس درخت کی۔"

صحابہ نے جواب دیا۔

((اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُه اَعْلَمُ))

"خدا اور (خدا کے بتانے سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔"

پھر پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَقَالَ مَثَلُ الْمُؤمِنِ اِذَا اقْشَعَرَّ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَعَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُه وَ بَقِيَتْ لَه حَسَنَاتُه))

(ترغیب ترھیب)

"اس درخت (کے پتے جھڑنے اور باقی رہنے) کی مثال مردِ مومن کے اس حال کے مانند ہے۔ کہ جب اس کے رونگٹے صرف اللہ ہی کے ڈر سے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اس کے تمام گناہ جھڑ کر صرف نیکیاں ہی نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔"

گندے گھروندے

قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ جب اللہ کا خوف انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کی کائناتِ بدن میں ایک لرزہ آتا ہے۔ کہ جس سے اخلاقی رذائل کے تمام گندے گھروندے پیوندارض ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بانی اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اخلاقِ حسنہ کا سبق دیتے ہوئے تعمیر درس خوف الٰہی کی بنیاد پر استوار کی ہے۔ تاکہ فضائل کا قصر رفیع تا بہ ثریا جا سکے۔

تلاوتِ قرآن کا التزام اور ذکر الٰہی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری نصیحت تلاوتِ قرآن کا التزام اور ذکر الٰہی فرمائی مذہبی نقطہ نظر سے یہ بھی ایک اساسی اخلاقی نصیحت ہے۔ تلاوتِ قرآن کا التزام دراصل تعمیل قرآن کے التزام کے لئے ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ سارا قرآن اخلاقی تعلیم سے بھرا ہوا ہے ارشاد باری ہوتا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِه شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (سورۃ النساء : ۳۶ تا ۳۸)

''اور عبادت صرف اللہ ہی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ' اور ماں باپ' اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں' اور قرابتی پڑوسیوں' اور پاس بیٹھنے والوں' (دوستوں) اور مسافروں اور (مقبوضہ) لونڈی غلاموں کے ساتھ (ہمیشہ) حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اُترانے والوں' شیخی خوروں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو خود آپ (بھی) بخل (اور کنجوسی) کریں۔ اور (دوسرے) لوگوں کو بھی بخل اور کنجوسی کی صلاح دیں۔ اور اللہ نے جو انہیں (محض) اپنے فضل سے دے رکھا ہے۔ اس کو (غریبی ظاہر کرنے کے لئے) چھپائیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کے لئے جو (ہماری نعمتوں کی) ناشکری کریں۔ ذلت کی سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور (اگر) اپنے مال خرچ کریں۔ تو لوگوں کو دکھانے کے لئے (نہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے) اور (ان کے) ایمان کا یہ حال ہے کہ نہ اللہ پر ہے' اور نہ روزِ جزا پر' اور جس کا شیطان ساتھی ہو۔ تو (سمجھ لو کہ وہ بہت ہی) برا ساتھی ہے۔''

اللہ کی پوجا

متذکرۃ الصدر آیت میں اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور طبیعت بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ عبادت اور بندگی صرف خالق اور مالک ہی کی کرنی چاہئے۔ پس ہر مملوک' مرزوق اور مربوب کو اپنے خالق' مالک' رازق اور رب کی پرستش اور پوجا کرنی لازمی اور ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مملوکوں کی مرزوقیت اور ربوبیت سے دست کش ہو جائے۔ تو سب کے سب آنِ واحد میں ہلاک ہو جائیں۔ اس لئے تہذیب نفس کی رُو سے اس کے احکام کی بجا آوری لابدی ہے۔ اس کی خالص عبادت میں زندگی گزارنا اخلاق کے تقاضوں سے ہے۔ بندوں کی بندگی کی شاہراہ پر (قندیل رسالت کی روشنی میں) گامزن ہونا ناگزیر ہے۔

شرک سے اجتناب

جتنے پیغمبر اللہ کی طرف سے دُنیا میں آئے' سب کے سب شرک کی تردید اور بیخ کنی کے لئے آئے۔ لوگ اللہ کو مانتے تھے۔ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔ لیکن عبادت خالص نہیں کرتے تھے۔ یعنی اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ اس شرک کو مٹانے اور توحید کی شمع جگانے کے لئے ہی پیغمبروں کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے رسول بن کر آتے ہیں۔اور مشرک قوم کو یوں خطاب کرتے ہیں۔

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (سورۃ الاعراف : ۵۹)

''اے میری قوم اللہ کی (خالص) عبادت کرو۔(کیونکہ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں۔''

اگر حضرت نوح علیہ السلام صرف اتنا ہی کہتے کہ اللہ کی بندگی کرو تو کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔جب انہوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔قولی' بدنی' مالی' عبادت صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے اللہ کی اس مالکیت میں کوئی نبی' ولی' فرشتہ' جن' قطب' اوتار' ابدال' بزرگ' شہید' ہرگز ہرگز شریک نہیں ہے۔بس اس بات پر وہ لوگ بگڑ بیٹھے' اور حضرت نوح علیہ السلام کی جان کے دشمن ہو گئے۔ایسے دشمن ہوئے کہ ساڑھے نو سو برس تک انہیں ہاتھ اور زبان سے سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔

ان کا مذاق بھی اُڑایا۔تکذیب بھی کی۔اینٹ اور پتھر بھی مارے۔کئی بار سر کو زخمی کیا۔بدن سے خون بہایا۔اس لئے کہ تم یہ کیوں کہتے ہو' کہ اللہ کے سوا کوئی اور سجدہ' سجود' قیام قعود اعتکاف' نذر نیاز کے لائق نہیں ہے۔بالآخر وہ اس شرک کی وجہ سے ہی پانی کے طوفان سے ہلاک کر دیئے گئے۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہودؑ تشریف لائے ان کی تبلیغ کا پہلا جملہ بھی یہی تھا۔

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (سورۃ الاعراف : ۶۵)

''بھائیو! عبادت (صرف) اللہ ہی کی کرو۔اس کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہیں ہے۔''

یہ قوم بھی پنجے جھاڑ کر حضرت ہود صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رد شرک کی وجہ سے ہی پڑ گئی۔کہنے لگے۔کہ یہ نئی تعلیم تم کہاں سے لائے ہو۔کہ اللہ کے سوا کسی اور کو (معبود) نہ مانو۔آخر جن اللہ کے پیاروں کو ہم مانتے ہیں۔وہ بھی تو اسی کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ہم ان کے نام کی نذریں' نیازیں' قربانیاں' چڑھاوے دیتے ہیں۔تاکہ وہ خوش ہوں۔پھر جب وہ خوش ہوتے ہیں۔تو ہم اپنی حاجتوں اور مشکلوں کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اور پھر وہ اللہ کو کہتے ہیں۔تو اللہ ان کی مان کر ہمارے بیڑے پار کر دیتا ہے۔تم یہ نیا مذہب اپنے پاس ہی رکھو' کہ اللہ کو براہِ راست پکارو۔وہ خود آپ تمہیں بالراست جواب دے گا۔ہم نے یہ بات اپنے آباؤ اجداد سے نہیں سنی۔اِنَّا لَنَرٰكَ فِىْ سَفَاهَةٍ ہم تمہیں (بلاشبہ) احمق اور بے وقوف پاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ تم کہتے ہو۔

﴿لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا﴾ (سورۃ الاعراف : ۷۰)

''ہم صرف اکیلے ایک ہی اللہ کی عبادت کریں' اور جن (اللہ کے پیاروں) کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے تھے' ان سب کو چھوڑ دیں۔''

الحاصل! خدا کی خالص عبادت نہ کرنے کے سبب قرآن ان مشرکوں کے انجام کی خبر دیتا ہے۔

﴿فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۃ الاعراف : ۷۲)

''انجام کار ہم نے حضرت ہود اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور جو (مشرک) لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان کی جڑ کاٹ دی۔ اور وہ (توحید پر) ایمان لانے والے نہ تھے۔''

پھر ایک اور وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو پہلے پہل وہی توحید کا پیغام دیا۔ جو ان سے قبل دوسرے انبیاء دے چکے تھے۔ ارشاد باری ہوتا ہے۔

﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾
(سورۃ الاعراف : ۷۳)

''اور (ہم نے) قوم ثمود کے بھائی صالح کو ان کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے کہا۔ برادرانِ قوم! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ (کیونکہ) اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں۔''

قوم ثمود میں جہاں بڑے بڑے جرائم' اور گناہ پائے جاتے تھے۔ وہاں شرک کی نجاست سے ان کے سینے اَٹے ہوئے تھے۔ حضرت صالح بڑی جانفشانی اور خیر خواہی سے انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے' اور اخلاقی عیبوں سے بھی روکتے رہے۔ لیکن انہوں نے توحید کو قبول نہ کیا۔ اخلاق کو نہ سنوارا۔ آخر کار رجز الٰہی نے ان کا بھی صفایا کر دیا۔

﴿فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ (سورۃ الاعراف : ۷۸)

''پھر ان کو زلزلے نے آ لیا۔ اور صبح کو اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا﴾ (سورۃ الاعراف : ۸۵)

''اور (ہم نے) اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (پیغبر بنا کر) بھیجا۔''

﴿قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾ (سورۃ الاعراف : ۸۵)

''حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا۔ بھائیو! (صرف) اللہ (ہی) کی خالص عبادت کرو۔ (کیونکہ) اس کے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے پر حضرت شعیب علیہ السلام نے زور دیا۔ اور شرک یعنی خدا کی ہر قسم کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنے کی تردید و مذمت میں بہت سی تقریریں کیں۔ قوم ان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کی تاب نہ لا کر کہنے لگی۔

﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ (سورة الاعراف : ۸۸)

"ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ (توحید پر) ایمان لائے ہیں (ان کو) اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا (بستی میں رہنے کے لئے یہی ہوگا کہ) لوٹ آؤ گے تم ہمارے مذہب میں۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قوم شعیب کے مشرک لوگ بھی مذہب کے دعویدار تھے۔ اللہ کو مانتے اور اس کی اپنے رسمی طریقوں سے عبادت کرنے والے تھے۔ لیکن اللہ کے نزدیک ان کا خود ساختہ مذہب اور شرک کی گندگی سے لتھڑی ہوئی عبادت مردود تھی۔ جبھی تو حضرت شعیبؑ توحید کا عقیدہ خالص عبادت کا طریقہ لے کر آئے تھے۔ جب یہ قوم بھی شرک سے باز نہ آئی۔ اللہ کی عبادت کے طریقوں میں دوسروں کو شامل و شریک کرنے سے نہ رکی۔ پھر اتمام حجت کے بعد ان پر ایسا عذاب آیا کہ۔

اہل مدین کا نام ونشان نہ رہا۔ ان کے مساکن کھنڈرات بن گئے۔ اور ان کی نعشوں کو زاغ وزغن نوچ نوچ کر کھا گئے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت کا شرف بخشا۔ تو آپ نے غار حرا سے نکل کر سب سے پہلا خطاب جو مشرکانہ عقائد واعمال کے ساتھ اللہ کو ماننے والوں سے کیا۔ یہ تھا۔

﴿اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

"لوگو! بولو اللہ کے سوا کوئی بھی (قولی' بدنی' مالی) عبادت کے لائق نہیں۔"

یعنی اللہ کی خالص عبادت کرو۔ جس طرح میں تم کو بذریعہ وحی تعلیم دوں۔ اور شرک سے توبہ کرو۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس پر مشرکین مکہ نے کہا۔

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (سورة الزمر : ۳)

"ہم ان (اصنام) کی پوجا پاٹ صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ (اللہ کے پیارے) ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔"

﴿وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (سورة یونس: ۱۸)

"اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) کہ (ہمارے) یہ معبود اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

یعنی ہم گنہگار ہیں۔ بدکار ہیں۔ اللہ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا ہم اپنی حاجتیں' ضرورتیں' مشکلیں اپنے معبودوں کے آگے عرض کرتے ہیں۔ پھر وہ ہماری عرض اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ چونکہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ اس لئے اللہ ان کی مان لیتا ہے۔

اور پھر ہماری بگڑی بن جاتی ہے۔ اے محمد (ﷺ) ہم ان کو اللہ سمجھ کر ان کے پاس نہیں جاتے۔ بلکہ اس لئے جاتے

ہیں۔ کہ وہ اللہ سے ہماری مرادیں پوری کرا دیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ اُونٹ' گائے' بکری ان کی نذر کر کے ذبح کرتے ہیں۔ تا کہ وہ خوش ہو کر اللہ کے پاس ہماری سفارشیں کریں۔ کام اللہ ہی کرتا ہے۔ وہ صرف سفارشی ہیں۔

بس اسی سفارشِ اصنام کے شرک کو مٹانے کے لئے سرورِ دو عالم ﷺ ان کے ساتھ تئیس برس تک برسر پیکار رہے۔

بے شمار تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھائیں' اور جہاد و غزا کے معرکے قائم ہوئے تا کہ صرف ایک اللہ کی ہی پرستش کی جائے۔ اور نباتاتی' جماداتی' اور حیواناتی بتوں اور انسانی طاغوتوں اور خداؤں سے دُنیا پاک ہو جائے۔

آپ خیال کرتے ہوں گے کہ اخلاقیات کے بیان میں شرک کی تردید کے کیا معنی؟ معزز ناظرین یاد رکھیں۔ کہ خودداری کو اخلاق میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اور شرک خودداری کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ غیرت جیسی اخلاقی فضیلت کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ اور انسان کو انسان کے آگے جھکاتا' اور غلامی کا سبق سکھاتا ہے۔ آپ غور کریں کہ اس شخص سے بڑھ کر کمینہ' ذلیل' فرومایہ' اور رذیل انسان اور کون ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتا ہے۔ سجدہ بجالاتا ہے۔ پوجا پاٹ اور پرستش کرتا ہے۔ عبدیت اور غلامی کا دم بھرتا ہے۔ بزرگوں' ولیوں اور شہیدوں کے مزاروں پر سجدے کرتا' اور انہیں حاجت روا' اور مشکل کشا سمجھتا ہے۔ انسانی طاغوتوں کی الوہیت کے حضور دست بستہ قیام کی بھینٹ چڑھاتا۔ اور جبہ سائی کرتا ہے۔ یہ چیزیں اخلاق کے سخت منافی ہیں۔ سیرت کو بگاڑتی اور روح کو گندا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تُشْرِکُوْا بِہ ''اللہ کے ساتھ کسی کو (اس کی عبادت میں) شریک نہ بناؤ۔'' خوب یاد رکھیں کہ شرک سے اخلاق کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ اور اسلامی اخلاق میں شرک سے بڑھ کر کوئی کام مخرب اخلاق نہیں۔ شرک' رذالت' کمینگی' سفلہ پن' اور نہایت درجہ دنایت ہے۔ خواہ عقیدہ میں ہوں۔ قول میں ہو۔ یا فعل میں ہو۔

ایک لکھا پڑھا آدمی عقل و حواس رکھتے ہوئے بھیک مانگے۔ تو یہ کس قدر رذالت اور اخلاق کی پستی ہے۔ حالانکہ گداگری ہر حال میں رُوح اور نفس کی موت ہے۔ پس اشرف المخلوقات انسان کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے مقام کو پہچانے' اور رذائل کی دلدل سے نکل کر اپنے مقام تک رسائی حاصل کرے۔

مقام بندۂ مومن کا ہے ماورائے سپہر!
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات
خود آگہاں کہ ازیں خاکداں بروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

(اقبالؒ)

دو آیتوں کا سر چشمہ

قرآن پاک کی دو آیتیں ہم نے اُوپر تحریر کی ہیں۔ ان دونوں میں سولہ اخلاقی موضوع ایسے بیان ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک موضوع پر علیحدہ علیحدہ ایک ایک رسالہ لکھا جا سکتا ہے۔ سطور بالا میں مختصر طور پر آپ اللہ کی عبادت اور شرک سے اجتناب ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس تحریر کے مطالعہ سے صاحب بصیرت پر اصلاح نفس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور اخلاقی قدروں کی تعمیر کے لئے مضبوط بنیاد ڈال سکتے ہیں۔ اسی طرح والدین کے ساتھ احسان۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی۔ یتامیٰ کی خبر گیری، مساکین کو کھانا کھلانا، قرابتی ہمسایوں سے نیک روی۔ اجنبی پڑوسیوں کی بہی خواہی۔ احباب سے حسن سلوک، مسافروں سے مہربانی، نوکروں اور غلاموں پر نوازش۔ فخر و نمود سے نفور، بخل سے امتناع، ترغیب بخل پر قدغن، کتمانِ نعمت کی مذمت، ریاکاری سے حبط اعمال کے اخلاقی احکام کا متلاطم دریا مذکورہ آیتوں کی وادی تعلیم میں بہ رہا ہے۔ اور اس کے آبِ زلال کی سقایت کے فرائض حضرت ساقی کوثر ﷺ انجام دے رہے ہیں۔ یہ صرف ایک یا دو آیتوں کا سر چشمہ ہے۔ جس سے تمام معاشرہ اخلاقی طور پر سیراب ہے، اس سے آپ سارے قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ اس میں اصلاحِ نفس کا کتنا بڑا سمندر تلاطم خیز ہے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق سے متعلق دریافت کیا۔ تو اُم المومنین نے فرمایا۔ قرآن پڑھ کر دیکھ لو۔ جو خلق قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہی خلق رسول اللہ ﷺ کا تھا۔[1] یعنی حضور ﷺ قرآنی خلق کا عملی نمونہ تھے، پس تلاوت قرآن کا سب سے بڑا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ اور قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرنے سے نجات آخرت کے ساتھ انسان کی زندگی اخلاقِ فاضلہ کے زیور سے بھی آراستہ ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت انور ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو تلاوتِ قرآن کے التزام کی نصیحت فرمائی تھی۔ کہ آخرت کے بہشت کے علاوہ دُنیا میں بھی زندگی اخلاقِ حسنہ کے بہشت کی کیاریوں میں خراماں پھرے۔

تلاوتِ قرآن کے التزام کے ساتھ حضرت اکرم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کی بھی وصیت کی تھی، اللہ کے ذکر، یعنی اللہ کو یاد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اوامر خداوندی کو بجالایا جائے۔ اور نواہی الٰہی سے اجتناب کیا جائے۔ نماز اللہ کا بہت بڑا ذکر ہے۔ روزہ بھی ذکر ہے حج اور زکوۃ کی عبادت بھی ضرور اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اللہ کا ذکر ہی بدیوں سے روکتا ہے۔ اللہ کی یاد ہی برائیوں سے باز رکھتی ہے۔ شیطانی مساس کی غنودگی تذکر یزداں کے انتباہ سے ہی دور ہوتی ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾

(سورۃ الاعراف : ۲۰۱)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنه أو مرض حدیث ۷۴۶۔

"تحقیق جو لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ (شرک اور کبیرہ گناہوں سے) جب کبھی شیطانی خیال ان کو چھو بھی جاتا ہے۔ یاد کرتے ہیں اللہ کو (یعنی اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ پس ناگہاں وہ (راہِ صواب) دیکھنے لگتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کی یاد انسان کو متنبہ کرتی ہے' ہوشیار اور بیدار کر کے بدیوں اور گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ پس اخلاقی رذائل کا علاج صرف اخلاقِ ایزدی کے تخلق اور تذکر سے ہی ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ کی تسبیحیں' تکبیریں' تہلیلیں' اسمائے حسنیٰ کی دعوتیں۔ قرآنی دعائیں اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان کے بے شمار اذکار' اوراد' ادعیہ اور نالہ ہائے شب گیر سے زبان کو تر رکھنا بھی بیشک اللہ کا ذکر ہے۔

طولِ سکوت

تیسری نصیحت جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو فرمائی تھی' ہمیشہ چپ رہنا لازم پکڑ! ہمیشہ چپ رہنے یعنی طولِ سکوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کلام ہی نہ کریں۔ چپ سادھ لیں۔ گفتگو ہی بند کر دیں۔ یا تارکِ دُنیا ہو کر باہر جنگل میں کٹیا بنا کر وہیں رہنے لگ جائیں۔ طولِ سکوت کا دراصل مفہوم یہ ہے۔ کہ زبان پر کڑا پہرہ بٹھائیں' اس پر احتساب قائم کریں' بے معنی باتیں' لایعنی کلام' بے محل گفتار' غیر شرعی اقوال' کلماتِ فسق اور الفاظِ فجور ہرگز منہ سے نہ نکالیں۔ یاد رہے' کہ ہمیشہ چپ رہنا کثرتِ کلام کے انتقا کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص کثرتِ کلام کا عادی ہو جائے۔ صبح سے شام تک بولتا ہی چلا جائے۔ گھر میں' گلی میں' کوچہ و بازار میں۔ مجالس و محافل میں محوِ گفتار ہی رہے۔ تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کے سارے دن کی ہزاروں باتوں میں سے کوئی بھی جھوٹ نہ ہو۔ سارے کلام میں کسی کی غیبت' کسی پر بہتان اور کسی پر الزام نہ ہو۔ کثرتِ گفتار کے انبار میں معصیت کردگار کے غل و غش نہ ہوں؟ طلوعِ سحر سے لے کر غروبِ آفتاب تک اگر مقراضِ لسان کترتی ہی رہے۔ تو صرف گندے اور غلیظ "ٹاٹ" ہی چیتھڑوں میں تبدیل نہ ہوں گے' بلکہ سندسِ کلام بھی بے طرح دھجیاں بن کر رہ جائے گا۔ اسی لئے تو رسول رحمت ﷺ نے ابوذرؓ کو ہمیشہ چپ رہنے یعنی بہت کم گفتگو کرنے کی تاکید بھی کی تھی۔ یاد رکھیں' کہ جس قدر کسی شخص کی گفتار کم ہوگی۔ اسی قدر گفتار کے عیب بھی کم ہوں گے' اور جتنا کلام زیادہ ہوگا۔ اتنے ہی کلام کے عیب بھی زیادہ ہوں گے' اور ہم لوگ نبی تو ہیں نہیں۔ کہ ہمارا ہر لفظ وحی کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا ہو۔ ہمارا سارے کا سارا کلام نبیوں کے کلام کی طرح زرِ سرخ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری غیر محتاط گفتار کی کثرت' روح کو اُداس چہرے کو افسردہ' اور دل کو پژمردہ کر دیتی ہے۔ بڑی دوراندیشی سے ہمیں گفتگو کرنی چاہئے۔ حضرتِ شیخ عطارؒ نے کثرتِ گفتار سے متعلق بہت درست فرمایا ہے۔

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

یعنی کثرتِ گفتار سے دِل بدن کے اندر مردہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی گفتار عدن کے موتی ہوں۔

کثرتِ ضحک

چوتھی وصیت حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ابوذرؓ کو یہ تھی۔ اِیَّاکَ وَکَثْرَةَ الضَّحْکَ "بہت ہنسنے سے بچتا رہ"! اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت زیادہ ہنسنا آدمی کے وقار' متانت' سنجیدگی' اور وجاہت کے لئے موجب زیاں ہے۔ مہذب اور بلند اخلاق لوگ کبھی پکار کر نہیں ہنستے۔ اور نہ ہی قہقہہ مارتے ہیں۔ بلکہ اپنی شائستگی' اور تہذیب کے تقاضے سے بجائے کھکھلانے کے مسکراتے ہیں۔ اس طرح ہنستے ہیں کہ ہونٹ نہیں کھلتے۔ تبسم کی ضیاء ہی لبوں پر کھیلتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

((مَارَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰی اَرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ وَاِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ)) (بخاری)(۱)

"نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بہت ہنستے ہوئے کہ تمام منہ کھل جائے' یہاں تک کہ دیکھوں میں ان سے کوا ان کا (یعنی منہ کھول کر نہ ہنستے کہ تالو نظر آئے) اور سوائے اس کے نہیں کہ آپ مسکراتے ہی تھے۔"

ہمارے رسول پاک ﷺ سے بڑھ کر کوئی خوش خلق' خوش مزاج اور زندہ دل نہیں ہو سکتا۔ جب کہ آپ نے ساری زندگی کبھی قہقہہ نہیں لگایا۔ کبھی پکار کر نہیں ہنسے۔ نہ منہ کھول کر کھلکھلائے۔ تو ہمیں بھی آپ کی اس سیرت' عادت' اور خلق کی پیروی کرتے ہوئے' نہ قہقہہ لگانا چاہئے' نہ پکار کر ہنسنا چاہئے' بلکہ مسکرانا چاہئے۔

کثرت ضحک سے جو رسول اللہ ﷺ نے بچنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں۔ کہ اسلام عبوسیت کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ منہ بسورے ماتھے پر شکن ڈالے۔ ہر وقت تیوری چڑھائے بیٹھے رہو ہر گز نہیں۔ اسلام چیں بجبیں ہونے کی تعلیم نہیں دیتا۔ عبوسی چہرے کو گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ ہنس مکھ' خوش مزاج' اور ہر وقت شگفتہ رو رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حارث ابن جزء کہتے ہیں۔

((مَا رَءَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ))(ترمذی)(۲)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحك حدیث ۶۰۹۲۔ صحیح مسلم کتاب صلاۃ الاستسقاء باب التعوذ عند رؤیة الریح والغیم والفرح بالمطر حدیث ۸۹۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب المناقب باب قول ابن جزء: ما رایت أحدا اکثر تبسما ..... حدیث ۳۶۴۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۴۹۵/۳۔ حدیث ۳۶۴۱۔

”نہیں دیکھا میں نے کسی کو کہ بہت ہو مسکرانے میں رسول اللہ ﷺ سے۔“

نوٹ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی بھی بہت مسکراتا نہ تھا۔ یعنی حضور پُر نور ﷺ کے لبوں کو ہروقت تبسم چومتا رہتا تھا۔ آپ ہر گھڑی ہنس مکھ اور شگفتہ رو رہتے۔ جو شخص چہرہ مبارک کو دیکھتا، مسکراتا ہوا پاتا۔ رنج و بلا کی بجھی بجھی فضا میں بھی روئے انور ﷺ فردوس تبسم کا آئینہ دار ہوتا۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہیں' کہ اسلام خوش طبعی' خوش مزاجی' شگفتہ روئی' اور خندہ پیشانی کی اجازت نہیں دیتا؟ ضرور اجازت دیتا ہے۔ لیکن اخلاق اور اعتدال کے تقاضوں کے ساتھ۔ تبسم کے گلزار سے نکل کر' قہقہہ کے ریگ زار میں نہ چلے جائیں۔

قہقہہ دل کی موت ہے

آجکل مجلسوں' محفلوں' سوسائٹیوں' مشاعروں' تماشوں' سینماؤں' تفریح گاہوں' بیاہ شادی کی مجلسوں میں ہنسنے' ہنسانے اور قہقہوں سے جمگھٹوں کو کشت زعفران بنانے کا عام رواج ہے۔ بھانڈ' نقال' مسخرے' اور بہروپئے لوگوں کو ہنسا[1] ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیتے ہیں اگر آپ سچ پوچھیں تو ہم عرض کریں گے۔ کہ اسلامی تہذیب ایسی زعفرانی کشتوں' مغنیوں کی تالوں' قہقہوں کی آوازوں' اور ہنسی تمسخر کی حدود فراموشیوں کی اجازت نہیں دیتی۔ دیکھئے! رسول اللہ ﷺ جن سے بڑھ کر کوئی ادب و تہذیب سکھانے والا نہیں ہے۔ اِرشاد فرماتے ہیں۔

---

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”تحقیق بندہ بولتا ہے ایک بات صرف اس ارادے سے کہ ہنسائے لوگوں کو ساتھ اس کے۔ تو گرتا ہے اس بات کے سبب (دوزخ میں) ایسا گرنا کہ دور تر ہے آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے اور بیشک بندہ پھسلتا ہے بسبب اپنی زبان کے زیادہ تر اپنے قدم کے پھسلنے سے۔“ (شعب الایمان ۲۱۳/۴ حدیث ۴۸۳۲ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان و الغیبة والشتم حدیث ۴۸۳۶۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب ۲۴۰/۲ حدیث ۱۷۱۵۔ اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبیداللہ التیمی راوی متروک ہے۔) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ادھر اُدھر کی واہی تباہی' جھوٹی سچی باتوں سے لوگوں کو ہنساتا ہے وہ دوزخ میں اتنا گہرا گرایا جائے گا۔ کہ وہ گہرائی آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ ہوگی' یہ ہے زبان کا پھسلنا جو قدم کے پھسلنے سے بے حد خطرناک ہے' قدم کے پھسلنے سے بدن کو ضرر پہنچتا ہے' اور زبان کی پھسلن دوزخ میں گرا دیتی ہے' اب آپ غور کریں کہ کیا حال ہوگا' ان مداریوں' بھانڈوں اور نقالوں' بھروپیوں اور تماشے دکھانے والوں کا جو زبان کی خرافات اور مسخرے پن سے لوگوں کو ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ایسی خطرناک مجلسیں منعقد نہیں کرنی چاہئیں اور نہ ان میں شریک ہونا چاہئے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ وَيْلٌ لِّمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهُ وَيْلٌ لَّهُ وائے (ہلاک عظیم) ہے اس شخص کیلئے جو بات کرے پھر جھوٹ بولے (خرافات بیان کرے) تاکہ ہنسائے ساتھ اس کے قوم کو' وائے ہے واسطے اس کے' وائے ہے واسطے اس کے۔“ (سنن ترمذی' ابواب الزھد' باب ماجاء من تکلم بالکلمة یضحك الناس حدیث ۲۳۱۵۔ سنن ابوداؤد: کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث ۴۹۹۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۰/۲۔ حدیث ۲۳۱۵۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۲۶/۳۔ حدیث ۴۹۹۰) البتہ جو لطائف' ظرائف' فکاہات اور ہنسی مزاح حقیقت اور سچائی پر مبنی ہوں' ان کے سننے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔ (محمد صادق)

((اِيَّاكَ وَ كَثْرَةَ الضِّحْكِ فَإِنَّه يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِالْوَجْهِ))[۱]

''بہت ہنسنے (قہقہوں وغیرہ) سے بچتے رہو کہ ہنسی کی کثرت دل کو مار دیتی ہے اور چہرے کا نور گنوا دیتی ہے۔''

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں۔ کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا صحابہؓ ہنستے تھے؟ قَالَ نَعَمْ وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ[۲] انہوں نے کہا۔ ہاں (شاذ و نادر) ہنستے تھے۔ درحالیکہ ان کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے بہت بڑا تھا۔ حضرت بلال بن سعد تابعی کہتے ہیں۔

((اَدْرَكْتُهُمْ يَشُدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا))(مشکوۃ)

''میں نے صحابہؓ کو پایا۔ کہ وہ (تیراندازی کے وقت) تیروں کے نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور (اس وقت) بعض ان کا بعض کی طرف متوجہ ہو کر ہنستا تھا۔ پھر جب رات ہوئی۔ تو وہ (عبادت میں) اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے۔''

ملاحظہ:۔ حضرت ابن عمرؓ نے صحابہؓ کی ہنسی سے متعلق پوچھنے والے کو جواب دیا۔ کہ ہاں ہنستے تھے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے بڑا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ایسا نہ ہنستے تھے۔ جیسا غافل اور اللہ سے برگشتہ لوگ ہنستے ہیں۔ کہ ایسا ہنسنا دل کو مار دیتا ہے۔ اور ایمان کی روشنی مدہم ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ شاذ و نادر اگر ہنستے تھے' تو شرع کے آداب نہیں چھوڑتے تھے۔ ان کی ہنسی کا دل پر کچھ مضر اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور ان کے دلوں میں جبل الایمان

---

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان حدیث ۴۸۶۶ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی : ۲۴۲/۴ حدیث ۴۹۴۲۔ اس حدیث میں موجود سات نصیحتوں میں سے نمبر ۳ اور ۷ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب و الترہیب ۲/۲۳۷ حدیث ۱۷۰۶۔ باقی حدیث ۵ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب و الترہیب ۳/۹۱ حدیث ۲۸۶۸۔

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب باب الضحک حدیث ۴۷۴۹ بحوالہ شرح السنۃ للبغوی ۱۲/۳۱۸ تعلیقاً اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی (تنقیح الرواۃ ۳/۳۰۰) حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل الجلوس فی مصلاۃ بعد الصبح و فضل المساجد حدیث ۶۷۰ میں اس کی موید روایت موجود ہے۔ الادب المفرد للبخاری باب المزاح حدیث ۲۶۶ میں اس کا بعض مفہوم میں صحیح شاہد بھی موجود ہے۔

کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبارحون بالبطیخ فإذا کانت الحقائق کانوھم الرجال یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر تربوز خربوزہ (کے ٹکڑے) پھینکتے تھے اور جب حقائق (اہم معاملات) ہوتے تو وہ مرد میدان ہوتے تھے۔ ان شواہد کی روشنی میں شرح السنۃ والی روایت حسن ہے۔ دیکھیے ماہنامہ شہادت جون ۲۰۰۳ صفحہ ۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے الادب المفرد والی روایت کو صحیح کہا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/۷۹۷ حدیث ۴۳۵۔

جوں کا توں راسخ اور قائم رہتا تھا۔ اور پھر جب رات ہوتی۔ تو اللہ کے خوف سے عبادت کرتے۔ خواب نوشیں چھوڑ کر روتے۔ لرزتے' کانپتے' ڈرتے' رکوع وسجود' اور قیام وقعود سے شب خیز رہتے۔ یعنی تیر اندازی کے وقت اگر کبھی ہنستے۔ تو رات رونے میں گزارتے۔ بلکہ یہ ان کا معمول تھا۔ ہمیشہ لیلائے شب کی زلفیں ان کے آنسوؤں سے تر رہتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ تمام زندگی حضور ﷺ نے قہقہہ نہیں لگایا۔ البتہ رخ روشن تازیست تبسم زار رہا ہے۔ آپ بھی حضرتِ انور ﷺ کی عادت کو اپناتے ہوئے قہقہہ نہ لگایا کریں۔ بجلی کے سمندر سے ہلکی ہلکی موجیں اُٹھیں۔ لب رنگیں پر تبسم کی ضیاء ہو۔

حق گوئی ہر قیمت پر

حق گوئی کو اخلاقیات میں بڑا رُتبہ حاصل ہے۔ دِین کا یا دُنیا کا کوئی معاملہ ہو۔ حیات مستعار کے متعدد شعبوں میں کسی ایک سے متعلق کوئی قضیہ درپیش ہو' اپنوں اور بیگانوں میں تنازعہ پڑ جائے۔ والدین۔ حقیقی بھائیوں' بہنوں' قریبیوں' رشتہ داروں' دوستوں' استادوں' بزرگوں' ہادیوں' مرشدوں' پیروں' درویشوں اور اپنے اہل وعیال سے متعلق کسی امر میں شہادت دینی پڑے۔ تو ان تمام صورتوں میں اخلاقی جرات سے کام لے کر سچ کہنا' اور حق گوئی سے کام لینا لیلائے سیرت کی عصمت بچانا اور دوشیزۂ اخلاق کی پاک دامنی پر خدا کو گواہ بنانا ہے۔ خواہ یہ حق گوئی امور متذکرہ میں اپنوں کے خلاف ہو یا موافق۔ فائدہ پہنچائے یا نقصان۔ بہرصورت حق گو اللہ کی رضامندی کی وجہ سے روحانیت میں بڑا مقام حاصل کر لے گا۔ اور اخلاقی دُنیا میں لوگ اس کے کیریکٹر کو بطور سند استعمال کریں گے۔ اسی طرح سلطان جائر کے منہ پر' اور ظالم حاکموں کے روبرو حق کہنا اخلاقی ہمت کا اتنا بڑا کارنامہ ہے۔ کہ اسلام نے اسے افضل الجہاد کا آفاقی مرتبہ بخشا ہے۔ ایسے ہی احکام الٰہی اور احادیث مصطفائی کو ان کے درست ترجے' اور صحیح سپرٹ کے ساتھ' ضرورت موقع اور محل پر بغیر ردو رعایت سنانا حق گوئی کے درخت کا پھل کھانا ہے' اور جسم کو طبیعت صالح کا میسر آنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پانچویں نصیحت ابوذرؓ کو حق گوئی سے متعلق ہی تھی۔

((قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا))

''ابوذرؓ (اور میری امت) کہہ حق اگرچہ تلخ ہو۔''

یعنی سچ کہنا نفس کو اگرچہ تلخ لگتا ہے۔ بڑا مشکل ہے۔ جان جوکھوں کا کام ہے۔ پل صراط پر قدم رکھنا ہے۔ لیکن خبردار! حق گوئی کبھی ترک نہ کرنا۔ ہمیشہ ہمیشہ سچ کہنا۔ زندگی میں کوئی ساعت ایسی نہ آئے۔ جس میں حق بیانی دب جائے۔ حق کا کڑواپن اس کے اظہار میں کبھی مانع نہ ہو' اور اس کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں حق کہنے سے

باز نہ رکھے۔ کہ مردانِ حق آگاہ کا شیوہ ہی حق گوئی ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اظہارِ دین بلاخوف لومہ لائم

چھٹی نصیحت ہادی عالم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو یہ فرمائی۔ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ "اللہ کے دِین کے اظہار میں کسی لائم کی ملامت کا خوف نہ کر۔"

دین مسلمان کی بے حد پیاری چیز ہے۔ اس کی عزت وحرمت اور حفظ و بقا کے لئے مسلمان کو اپنی جان' اولا' مال' اور ہر چیز قربان کر دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی مسلمان سے اس کا دین چھیننا چاہے۔ تو وہ جان دے سکتا ہے۔ دِین کی متاع نہیں دے گا۔

چونکہ دین نجاتِ آخرت کا فارمولا ہے۔ دُنیا میں عدل وانصاف حق وراستی' صلح وآشتی' اللہ کی توحید اور اس کی احکم الحاکمینی کا پیغام ہے۔ اس لئے مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ دِین کو ظاہر اور بیان کرے۔ اس کی تبلیغ اور اشاعت کرے۔ تاکہ دین کے توحیدی اور عدلی تقاضوں کے پورا ہونے سے طاغوتوں کا حکم' بندوں کی خدائی۔ انسانوں کی پوجا۔ تمیز بندہ وآقا یکسر ختم ہو جائے۔ دھوکہ' فریب اور ظلم وعدوان کا نام ونشان نہ رہے۔ اور کرہ ارض کے تمام انسان مواخات ومساوات کے جامہ میں صرف اللہ ہی کے غلام بن کر اسی کی عبودیت میں زندگی گزاریں۔

پھر جب آپ اخلاقی رذائل' اور برائیوں سے باز رہنے کے لئے لوگوں کو تبلیغ کریں گے۔ بدیوں' بدکاریوں' بے حیائیوں' جھوٹ فریب' بدعہدی' ظلم' خیانت' شرک کے خلاف قرآن بیان کریں گے' حاکموں' وزیروں' پیروں' جماعتوں' امارتوں اور قبروں کی پرستش (۱) کے متعلق دین کے احکام بتائیں گے۔ تو ضرور آپ کی مخالفت ہوگی۔ ملامت کے پتھر برسیں گے۔ اور ہر طرح کی ایذا پہنچائی جائے گی۔ آپ جب مٹی' پتھر' تانبہ' پیتل کے بتوں سے کئی گنا زیادہ خطرناک انسانی بتوں کا ذکر کریں گے۔ یا ان لوگوں کا پتہ بتائیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں اللہ کا مقام لے رکھا ہے۔ یا جو کھلے بندوں اپنی پوجا کرا رہے ہیں۔ ان کی رگِ الوہیت پر توحید کی چھری رکھیں گے۔ تو احقاق حق' اور اظہار دین کے اس تبلیغی دور میں آپ پر مصائب ومشکلات کے پہاڑ گرائے جائیں گے۔ انتقام کے خوفناک دیو آپ کی جان لینے کے درپے ہوں گے۔ عنتریوں اور مرحبوں کی سامریت وہ جادو جگائے گی۔ کہ اس فتنہ سے بجز حول خداوندی آپ کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ ابطال باطل کی اس سعی پیہم میں اگر حق لایزال آپ کی جان کا نگہبان نہ

(۱) دین کے مقابلہ اور معارضہ میں اندھا دھند تقلید کرتے ہوئے جس کی بات بھی مان لی جائے گی۔ یاد رہے کہ یہ ماننا ہی اس کی پرستش ہے۔ ﴿اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله﴾ (سورة التوبة : ۳۱) "ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے۔ آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ (محمد صادق)

ہوا۔ تو آمریت کے خدا نفس کی آمد و شد کا سلسلہ بحال نہ رہنے دیں گے۔ ایسے نازک' صبر آزما' اور حوصلہ شکن مواقع پر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ (اور اپنی اُمت کو) نصیحت فرماتے ہیں۔ پیغمبرانہ شان سے اخلاقی جرات کی تعلیم دیتے ہیں۔

﴿لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾

"(خبردار)! اللہ کا دِین بیان کرتے وقت کسی (ظالم' جابر' فاسق' فاجر) ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈرو۔"

یعنی ان کی معاندانہ روش اور منتقمانہ کاروائیوں کے خوف سے دِین کی حق بیانی چھوڑ نہ دے۔ بلکہ بے خوف اور نڈر ہو کر ملت بیضا کے احکام سنائے جا۔

ناظرین کرام! ...... یہ ہے اخلاقی جرات جس کا سبق رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو پڑھایا ہے۔ کہ وہ اللہ کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرے۔ کسی سے خوف نہ کھائے۔ سچائی اور راستی کو کسی قیمت پر نہ چھوڑے۔ کلمہ حق کی شعلہ بیانی میں کسی صورت بھی فرق نہ آنے دے۔ اور اگر کبھی حق و باطل کی مزاحمت کا وقت آ جائے۔ تو آتش نمرود میں بے خطر کود پڑے کہ

حنا بند عروس لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے

(اقبال)

اپنے گریبان میں منہ

انسان کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ دوسروں کے عیبوں اور برائیوں کی ٹوہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے گریباں میں منہ نہیں ڈالتا۔ دوسرے بھائیوں کے دامن اخلاق کا دھبہ دیکھتا ہے۔ مگر اپنی تاریک زندگی کے گھناؤنے مناظر سے آنکھ موند لیتا ہے۔ تعجب ہے کہ زندگی کی منجدھار میں پاپوں بھری ناؤ میں بیٹھ کر دوسروں پر نکتہ چینی کرتا۔ مین میکھ نکالتا' اوران کے عیب بیان کرتا ہے۔ اپنے مرور حیات کی سیاہ رات میں ابنائے جنس کے کسوف زندگی پر حرف لاتا ہے۔ حالانکہ کسی سیاہ فام کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ سمن بروں کے خال رُخ کی جسامت کے درپے ہو۔ یا بال خورا کی ردگن زہرہ جبینوں کے بکھرے بالوں پر اعتراض کرے۔ اسی نکتہ چینی اور عیب جوئی سے متعلق پیغمبر اخلاق حضرت محمد ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی۔ اور یہ آپ کی ساتویں وصیت تھی۔ کہ

"اے ابوذر رضی اللہ عنہ! چاہئے کہ روک رکھے لوگوں کے عیبوں (کو بیان کرنے) سے وہ چیز کہ جانتا ہے تو اپنے نفس سے۔"

اس حدیث پاک میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ دوسروں کے عیب بیان کرنے کے بجائے ہم اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر روئیں اور نامہ اعمال کی سیاہی دھوئیں۔ اپنی ہی بدیوں' برائیوں' قصوروں اور عیبوں کے پہاڑوں کو ہموار کریں۔ غیبت کی جگہ استغفار کو دیں۔ کہ دل کے مکدر آئینہ میں جلا پیدا ہو۔ یہ ہیں رحمت دو عالم ﷺ کی سات اخلاقی نصیحتیں۔ جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اگر ہم ان پر کاربند ہو جائیں۔ تو زندگی سنور جائے۔

غیبت سے عذاب

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَايُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ۔ وَاَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ))(بخاری)(۱)

''حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں (۲) مردوں کو (قبروں میں عذاب) دیا جا رہا ہے۔ اور وہ کسی بڑے امر کی وجہ سے مبتلائے عذاب نہیں ہیں۔ (کہ اس امر سے بچنا ان کے لئے مشکل تھا) ان میں سے ایک آدمی اس لئے عذاب میں ہے کہ وہ (لوگوں کی) غیبت کرتا پھرتا تھا۔'' (بخاری)

غیبت' زنا سے سخت تر ہے

((وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهٗ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرَ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرُهَا لَه صَاحِبُهٗ))(شعب الایمان)(۳)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله حدیث ۲۱۸۔۲۱۶صحیح مسلم کتاب الطهارة باب الدلیل علی النجاسة البول و وجوب الاستبراء منه حدیث ۲۹۲۔

(۲) ایک چغلخور اور دوسرا پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا (بخاری) یہ رسول اللہ کا معجزہ تھا کہ خدا نے آپ کو قبروں میں عذاب ہوتے دکھایا' تاکہ آپ اپنی امت کو عذاب کے ان فعلوں سے منع کر دیں (محمد صادق)

(۳) شعب الایمان للبیهقی ۳۰۶/۵حدیث ۶۷۴۱۔مشکوٰة المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث ۴۸۷۵۔ ۴۸۷۴۔ الترغیب والترهیب کتاب الادب باب الترهیب من الغیبة والبیت و بیانهما والترغیب فی ردهما ۴۹۶/۳ حدیث ۴۱۸۲ یہ حدیث المعجم الاوسط للطبرانی ۶۴/۵۔۶۳ حدیث ۶۵۹۰ اور ابن ابی الدنیا کی الغیبة و النمیمة حدیث ۲۵ میں الصمت حدیث ۱۶۴ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث کی سند عباد بن کثیر الثقفی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ علامہ البانی ؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۲۲۰۳۔ ضعیف الترغیب و الترهیب ۲۳۲/۲۔۲۳۱حدیث ۱۶۹۰سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳۲۵/۴حدیث ۱۸۴۶۔

"روایت ہے ابوسعیدؓ اور جابرؓ سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیبت کرنی زنا سے سخت تر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! غیبت زنا سے کیونکر سخت تر ہے؟ (صحابہؓ نے حیران ہوکر پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا۔ (سنو)! آدمی البتہ زنا کرتا ہے۔ پھر توبہ کرتا ہے پھر اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (زانی) توبہ کرتا ہے۔ پس اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کی بخشش نہیں کی جاتی۔ یہاں تک کہ بخشے اس کو وہی جس کی غیبت کی ہے۔"

(شعب الایمان)

ملاحظہ:۔ گوش ہوش سے سن رہے ہیں؟ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ "غیبت کرنی زنا سے سخت تر ہے۔" کیونکہ زنا اللہ کا گناہ ہے۔ خلوصِ دل سے توبہ کرنے پر بخشا جاسکتا ہے۔ اور غیبت کرنے میں دو گناہ ہیں۔ اللہ کی نافرمانی کا گناہ۔ اور جس کی غیبت کی جائے اس کا گناہ۔ پس جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہو۔ معاف نہ کرے۔ غیبت کا گناہ معاف نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ واقعی غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ فرمایئے! کیا آپ کسی کی غیبت کرنے کی اپنے میں ہمت پائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ اکبر! سخت تر ہے لوگوں کے عیب بیان کرنا۔ کس چیز سے؟ حرام کاری سے۔

غیبت سے وضو اور روزہ کا اعادہ

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَ کَانَا صَائِمَیْنِ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ قَالَ اَعِیْدُوْا وُضُوْءَ کُمَا وَصَلٰوتَکُمَا وَامْضِیَا فِیْ صَوْمِکُمَا وَاقْضِیَاہُ یَوْمًا اٰخَرَ قَالَ لَا لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا))(شعب الایمان)[1]

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے نماز پڑھی ظہر کی یا عصر کی۔ اور تھے دونوں روزہ دار پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو فرمایا۔ پھر کرو وضو اور لوٹاؤ نماز اور پورا کرو روزہ اپنا (یعنی افطار نہ کرو) اور قضا کرو بدلے اس کے ایک دن اور (یعنی تمہارا یہ روزہ فاسد ہوگیا ہے۔ اس کے بدلے قضا واجب ہے۔ لیکن اسے افطار نہ کرو۔ بلکہ پورا کرو۔) ان دونوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیوں؟ (یعنی وضو نماز اور روزہ کا اعادہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی۔"

(۱) شعب الایمان للبیہقی ۵/۳۰۳ حدیث ۶۷۲۹ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم حدیث ۴۸۷۳۔ محقق العصر حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں عباد بن منصور قول راجح میں ضعیف مدلس اور مختلط ہے دیکھیے تہذیب التہذیب وغیرہ اور مثنی بن بکر مجہول ہے۔ (لسان المیزان ۵/۱۴ حدیث ۶۸۸۹۔ لہٰذا یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ (ماہنامہ شہادت جون ۲۰۰۳ صفحہ ۴۱)

ملاحظہ :۔ دو روزہ دار شخصوں نے وضو کر کے نماز پڑھی' اور پھر وہ کسی کی غیبت کر بیٹھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ لوٹاؤ وضو کو بھی' نماز کو بھی' اور روزہ کو بھی۔ یعنی پھر وضو کرو۔ پھر نماز پڑھو' اور پھر روزہ رکھو۔ موجودہ روزہ اگرچہ فاسد ہو گیا ہے۔ لیکن افطار شام کو کرو۔ اس حدیث کے ظاہری حکم سے معلوم ہوا کہ غیبت محرمہ سے وضو اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث میں جو وضوء نماز اور روزہ کا غیبت کے سبب اعادہ آیا ہے۔ تغلیظ اور زجر کے لئے ہے۔ درحقیقت وضو اور روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن ان کے اجر کا کمال ضائع ہو جاتا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ غیبت کرنے سے اللہ کے نزدیک وضو اور روزہ فی الحقیقت ٹوٹ جاتے ہیں۔ یا ثواب کا کمال حاصل نہیں ہوتا۔؟ اس بحث میں ہم نہیں پڑتے۔ ہمیں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم اَعِیْدُوْا (لوٹاؤ) کے ماتحت وضو اور روزہ کو لوٹا کر تعمیل کرنی چاہئے۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی لوٹانے ہی میں ہے۔ اور اس بات میں حرج ہی کیا ہے۔ کہ ہم پھر وضو کر لیں۔ اور بعد رمضان ایک روزہ رکھ لیں۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل میں وہ دونوں شخص بلا چون و چرا' وضوء نماز' او روزہ کا اعادہ کرتے ہیں۔ تو کیوں نہ ہم بھی بلا تامل اعادہ کا مسلک ہی اختیار کریں۔ کہ متوضی اور صائم اگر غیبت کا مرتکب ہو۔ تو وضو اور روزہ کی تعمیر نئی بنیادوں پر استوار کرے۔

غیبت سے وضوء نماز اور روزہ کے دہرانے کا حکم سن کر ہر شخص کو غیبت محرمہ کے تصور سے کانپ اُٹھنا چاہئے کہ لوگوں کی غیبت گوئی کی شرارت' اور نجاست نہ صرف معاشرہ میں فتنہ و فساد پیدا کرتی ہے۔ بلکہ اخلاقی اور روحانی فضا کو بھی متعفن کر دیتی ہے۔

خدا کے بہترین' اور بدترین بندے

((وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ)) (شعب الایمان)[1]

"عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں۔ یاد کیا جائے اللہ (یعنی ان کی زیارت سے اللہ یاد آ جائے) اور بدترین بندے اللہ کے وہ ہیں۔ جو (فتنہ و فساد کی غرض سے) چلتے ہیں مجلسوں میں ساتھ غیبت کے) جدائی ڈالتے ہیں۔ درمیان دوستوں کے چاہتے ہیں پاک لوگوں سے (انہیں مہتم کر کے) مشقت' فساد' ہلاک'

(۱) مسند احمد ۴/ ۲۲۷۔و ۶/ ۴۵۶۔شعب الایمان للبیہقی ۷/ ۴۹۴ حدیث ۱۱۱۰۸ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث ۴۸۷۲۔ ۴۸۷۱۔ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب و الترہیب ۳/ ۷۴ حدیث ۲۸۲۴۔ علامہ شعیب الارناؤط اور اُن کے رفقاء نے بھی اس حدیث کو شواہد کی بناء پر حسن قرار دیا ہے۔ تحقیق المسند ۲۹/ ۵۲۱ حدیث ۱۷۹۹۸ او ۴۵/ ۵۷۷ حدیث ۲۷۶۰۱۔

گناہ زنا۔"(شعب الایمان)

اہل اللہ کی زیارت

اللہ کے بدترین بندوں کی نشاندہی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے نیک' صالح' اور مقرب بندوں کا ذکر فرمایا ہے۔تاکہ ہم اہل اللہ کی زیارت اور صحبت کے نور سے توحید کی شاہراہ کا راستہ پائیں۔اور موخر الذکر شریروں کی لگائی بجھائی کے شراروں سے دامن عافیت بچالیں۔

"ید بیضا در آستین" صفت بندگان خدا اور اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے۔کہ جب ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔نظر ان کے چہرے پر پڑتی ہے۔تو زائر کا دل ماسوی اللہ کے لات ومنات سے خالی ہو کر اللہ احد کے ذکر سے بھر جاتا ہے۔خدا کی یاد سب یادوں پر غالب آ جاتی ہے۔غیر اللہ کی استمداد کے تمام عقیدے' تصور اور تخیل حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔قرآن پاک کے زبردست اتباع' اور لیلائے حدیث کے عشق کی وارفتگی سے ان کے روئے اطہر پر قربِ الٰہی کے آثار وانوار کچھ اس شان سے جلوہ بار ہوتے ہیں۔کہ ان پر نظر پڑتے ہی شرک واحداث کا بے آب وگیاہ صحرا جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔اور ایمان زار دل میں اللہ کے ذکر کی نسیم چلنے لگتی ہے۔یہ ہیں وہ بندگان اللہ' جن کی زیارت کبریت احمر اور صحبت اللہ چاہے تو کایا کلپ کا حکم رکھتی ہے۔ستارے ایسے ہی بندوں کی گردِ راہ ہیں۔ان ہی کی منزل چرخِ نیلی فام سے پرے ہے۔مہر و ماہ' اور سپہر وستارہ کا طلسم توڑنے والے یہی اہل توحید ہیں۔ایسے ہی موحدوں کو ایک نظر دیکھنے سے انسان عرفان کے سمندر میں غواصی کرنے لگتا ہے۔ان خاصہ خاصان عباد کی یہ شناخت بھی یاد رکھیں' کہ ان کے قول وفعل میں بدعت ملعونہ کو ہرگز دخل نہیں ہوتا۔ان کی محفلیں اور مجلسیں بھی احداث کی غلاظت سے پاک ہوتی ہیں۔وہ خرقہ سالوس کے اندر مہاجنی نہیں کرتے۔بلکہ کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش رکھتے ہیں۔جو ان کی قوت حلال کا ضامن ہوتا ہے۔آپ ان کے ہاتھ کو ہمیشہ اُونچا دیکھیں گے۔پست نہ پائیں گے۔اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ سنت کی پیشوائی میں گزرتا ہے۔حدیث کی امامت میں بسر ہوتا ہے۔اُمید ہے کہ آپ اللہ والوں کی اس شناسائی سے"شیر نیستاں" اور"شیر قالین" میں فرق کرلیا کریں گے۔"عقابوں" اور"زاغوں" کے امتیاز کو نہ بھلائیں گے۔تاکہ ہم نشینی میں جلائے دل کی جگہ ظلمت نفس حاصل نہ ہو۔اور طائر لاہوتی اپنی اگلی پرواز سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔

مفسد چغل خور

اللہ کے بہترین بندوں کی جان پہچان بتانے کے بعد رسول اللہ ﷺ بدترین انسانوں کا پتہ بتاتے ہیں۔کہ وہ چلتے ہیں۔مجلسوں میں ساتھ غیبت کے' جدائی ڈالتے ہیں درمیان دوستوں کے' چاہتے ہیں پاک لوگوں سے مشقت' گناہ' فساد' یعنی وہ لوگ مجلسوں' محفلوں' سوسائٹیوں' اور برادریوں میں آ کر ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں۔زید کو

کہتے ہیں کہ بکر تجھے یہ کہتا ہے۔اور بکر کے پاس یوں چغلی کھاتے ہیں۔کہ زید تجھے ان برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اوراس طرح دونوں کو لڑاتے ہیں۔اوراسی روش پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان چغلیاں کھا کھا کر تفریق ڈالتے ہیں۔لگائی بجھائی کی آگ سے احباب کی اُلفت اور اتحاد کو برباد کر کے ان میں دشمنی اور جدائی کا بیج بوتے ہیں۔ دوستوں' بھائیوں' بہنوں' پڑوسیوں' رشتہ داروں' اور مسلمانوں کے گھرانوں کی موالات ومواخات' اور صلح وآشتی کے ایوانوں کو غیبت کے ڈائنامیٹ سے اڑاتے ہیں۔اور پھر غیبت کے مشغلہ پر ہی اکتفا نہیں کر پاتے۔بلکہ اپنی فطرت کی برائی کو اوج کمال تک پہنچانے کے لئے نیک اور پاک لوگوں پر بہتان' اور اتہام کی گندگی بھی اچھالتے ہیں۔ لوگوں کی بیویوں' بیٹیوں' بہوؤں' نیک اولاد اور شریف انسانوں پر بہتان جوڑ کر انہیں بدنام کرتے ہیں۔ایسے مفسد' شرارتی' فسادی' بدطینت' چغلخوروں اور بہتان بازوں کو سرورِ دو عالم ﷺ نے بدترین انسانوں میں شمار فرمایا ہے۔ کیونکہ ان رزیلوں کے سبب اخلاقی فضا نہایت گندی اور گھناؤنی رہتی ہے۔

خدا محفوظ رکھے۔غیبت کرنا بڑا گناہ ہے۔اوراس کی سزا بھی بہت بری' اور دردناک ہے۔

حضرت انسؓ سے ایک روایت ابوداؤد میں آئی ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔جب مجھے معراج ہوا۔تو میں (وہاں) ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا۔جن کے ناخن تانبہ کے تھے۔اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے' میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا۔یہ کون ہیں؟ اس نے کہا۔

((هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ)) (۱)

"(حضور ﷺ!) یہ وہ لوگ ہیں۔جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔(یعنی چغلیاں کرتے تھے) اوران کی آبروریزی کرتے تھے۔"

غیبت کی برائیاں اور مفاسد اس قدر خطرناک اور انجام کے لحاظ سے ہلاکت خیز ہیں۔کہ حضرتِ انور ﷺ نے غیبت کو روک دینے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انسؓ (۲) سے مشکوۃ میں ایک اور روایت موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اگر کسی شخص کے

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب في الغيبة حديث ۴۸۷۸۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ابوداؤد ۳/۱۹۷ حدیث ۴۸۷۸۔سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۶۹۔حدیث ۵۳۳۔

(۲) مشكوة المصابيح كتاب الآداب باب الشفقة والرحمة على الخلق حديث ۴۹۸۰ بحواله شرح السنة ۱۳/۱۰۷ حديث ۳۵۳۰۔الترغيب والترهيب كتاب الادب۔باب الترهيب من الغيبة والبيت و بيانهما والترغيب في ردهما ۳/۵۰۲ حديث ۴۱۹۷۔رواه الاصبهاني في ترغيبه حديث (۲۲۰۷) ابن ابي الدنيا في الغيبة والنميمة حديث ۱۰۶۔یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ضعيف الجامع الصغير حديث ۵۴۵۸ ضعيف الترغيب والترهيب ۲/۲۳۵ حديث ۱۶۹۹ سلسلة الاحاديث الضعيفة ۳/۳۶۳ حديث ۱۸۸۸۔شرح السنة للبغوى بتحقيق شعيب الارناؤط ۱۳/۱۰۷ حديث ۳۵۳۰۔

روبرو اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہو رہی ہو۔ اور وہ روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ تو روک دے۔ (اس روکنے کے سبب) اللہ تعالیٰ دین[1] اور دنیا (کی مصیبتوں) میں اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس سے (جیسے چاہے) باز پرس کرے گا۔"

سلف صالحین غیبت کے نام سے لرزتے تھے۔ ان کی روح چغلی کرتے یا سنتے وقت کانپتی تھی۔ ان میں سے اگر کوئی کسی کی غیبت کر بیٹھتا۔ تو جب تک اس کے پاس جا کر بخشوا نہ لیتا۔ اسے کسی کروٹ چین نہیں آتا تھا۔ خواہ اسے اس غرض کے لئے کہیں دور سفر کرنا پڑتا۔ لیکن ہم غیبت کو بڑی معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اسے دل لگی، تفریح، اور ہنسی مذاق کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ سب بھائی بہنوں کو اپنے دل سے عہد کر لینا چاہئے۔ کہ وہ کبھی غیبت محرمہ کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اور اگر کوئی ان کے سامنے غیبت کی غلاظت کو ہوا دینے لگے۔ تو وہ فوراً انہیں روک دیں گے کہ اسلامی اخلاق نے ہمیں ایسی ہی تعلیم دی ہے۔

بہتان کی فتنہ انگیزی

آپ اُوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ اگر کسی کا وہ عیب پس پشت بیان کیا جائے۔ جو اس میں پایا جاتا ہو۔ تو اسے غیبت کہتے ہیں۔ اور اگر کسی سے متعلق کوئی برائی خود گھڑ کر بیان کی جائے۔ تو اس کو بہتان کہا جاتا ہے۔ غیبت کرنے کے گناہ اور سزا وغیرہ کا حال تو آپ مفصل طور پر سطور بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ اس کے تصور سے زمین پاؤں تلے سے نکل جاتی ہے۔ اور بہتان لگانے والوں کا کیا حال ہوگا۔ جو بدیوں، بدکاریوں، عیبوں، اور گناہوں کی تہمتیں جوڑ کر پاک دامنوں اور بے گناہوں کو بدنام کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے۔ مسلمانوں سے متعلق الزام تراش کر ان کی آبرو ریزی کرنا اللہ کے غضب میں آنا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ اور ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں (ایک نہایت ضروری) خطبہ سنایا۔ اس خطبہ میں آپ کی آواز اس قدر بلند تھی۔ کہ پردہ نشین عورتوں نے اپنے گھروں کے اندر بھی سن لیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! زبان سے تو ایمان لائے ہو۔ لیکن وہ ایمان ہنوز دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا۔ (خبردار)! مسلمانوں کو تکلیف نہ دو۔ انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی برائیاں نہ ڈھونڈو۔ نہ مسلمانوں کی غیبتیں کرو۔ نہ ان کی پردہ داریوں کے پیچھے پڑو۔ (یاد رکھو)! جو کسی

---

(۱) حضور انور ﷺ نے فرمایا جو شخص غیبت کرنے والے کو اپنے بھائی کا گوشت کھانے (یعنی غیبت کرنے سے روکتا ہے۔ خدا پر لازم آتا ہے کہ اسے جہنم کی آتش سے بچائے۔ (مشکوٰۃ)

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق حدیث ۴۹۸۱ بحوالہ شعب الایمان للبیھقی ۶/۱۱۳ حدیث ۷۶۴۳۔ مسند احمد ۶/۴۶۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۴/۱۷۶۔۱۷۵۔ حدیث ۴۴۳۔۴۴۲ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب ۳/۸۲ حدیث ۲۸۴۷۔

مسلمان بھائی کی پردہ داری اور پوشیدگی کی ٹوہ اور تلاش میں لگ جائے گا۔ اللہ اس کے چھپے عیبوں کے درپے ہو جائے گا۔ اور یقین جانو۔ کہ جس کے عیبوں کے درپے اللہ ہو جائے۔ وہ اسے ذلیل کر کے چھوڑے گا۔ حتی کہ اس کے گھر میں اس کی فضیحت ہو جائے گی۔ راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ کی نگاہ ایک بار جب کعبہ پر پڑی تو (مومن کی عزت کا تصور کر کے) بولے۔ **مَا اَعْظَمَکَ وَمَا اَعْظَمَ حُرْمَتَکَ** "کعبہ بے شک تو بڑی عزت والا ہے' اور لاریب تیری حرمت بہت بڑی ہے۔" **وَالْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْکَ** پر بخدا مومن کی حرمت و آبرو اور عزت و عظمت اللہ کے ہاں تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔" (ابوداؤد' ترمذی)[1]

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا۔ کہ حدیث مذکور میں رسول اللہ ﷺ نے ان مسلمانوں سے ایک گونہ نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور ان کے ایمان کی مضبوطی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ چغلیاں کھاتے' غیبتیں کرتے' لغزشیں ڈھونڈتے اور ان کی رازداریوں کی ٹٹول میں رہتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔ کہ اگر وہ مومنوں کی عیب جوئی' اور عیب گوئی سے باز نہ آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرنے کی ٹھان لے گا۔ کیونکہ وہ چغل خور' بدگو' اور لوگوں کی پوشیدگیوں کو تلاش کرنے والے فرشتے تو ہیں نہیں۔ کہ معصوم ہوں۔ بلکہ وہ بھی گنہگار ہیں۔ ان کی رازداریاں بھی تاریک اعمال کی پناہ گاہیں' اور پوشیدگیاں بداعمالی کے شکار کے فتراک ہیں۔

پھر حضرت ابن عمرؓ کا مومن کی عزت کو کعبہ کی حرمت پر فوقیت دینا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ مومن کی آبروریزی کرنے والا خانہ کعبہ کو گرانے والے سے بڑا گنہگار ہے۔ پس جو شخص مسلمانوں پر بہتان باندھتا۔ تہمت لگاتا' اتہام تراشتا' اور بدکاری' بدچلنی اور اخلاقی گراوٹوں کے افسانے گھڑ کر ان کی آبرو برباد کرتا ہے۔ بے گناہ مردوں' اور باعصمت عورتوں کی بہتان کے ہاتھوں عزت چھینتا ہے۔ یقین مانئے کہ وہ کعبۃ اللہ کی عزت سے ایک بڑی عزت کو غارت کرتا ہے۔

دوزخ کے پل پر قید بہتان کے جرم میں

((عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يَرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ))(ابوداؤد)[2]

"معاذ ابن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے کسی مسلمان کو رسوا کرنے

---

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی تعظیم المومن حدیث ۲۰۳۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبة حدیث ۴۸۸۰۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترهیب ۲/۵۸۸ حدیث ۲۳۳۹۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من رد عن مسلم غیبة حدیث ۴۸۸۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۱۹۸ حدیث ۴۸۸۳۔

کی غرض سے اس پر (کسی قسم کی) تہمت لگائی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دِن) دوزخ کے پل پر قید رکھے گا۔ اس وقت تک کہ وہ اپنی بات (تہمت) سے چھٹکارا نہ پالے۔"

ملاحظہ:۔ قیامت کے دِن دوزخ کے اُوپر ایک پل بنایا جائے گا۔ اور ہر شخص کو اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔ میدانِ حشر میں فلاح پانے والے بھی اس پل کو عبور کر کے داخل بہشت ہوں گے۔ حضرت انور ﷺ کی حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس شخص نے دُنیا میں کسی مسلمان پر بہتان باندھ کر اس کو بدنام کیا ہوگا۔ اس کو پل صراط پر روک لیا جائے گا۔ ملائکہ اسے پل پر قید کر لیں گے۔ اور اس وقت تک قید رکھیں گے۔ بہشت میں نہیں جانے دیں گے۔ جب تک وہ شخص اسے بخش نہ دے گا۔ جس پر اس نے دُنیا میں تہمت لگائی تھی۔ جن مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قیامت آنے والی ہے' اور اس دِن اُنہوں نے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ انہیں خوف کرنا چاہیئے' اور اس جہانِ فانی کے اندر کسی مسلمان مرد یا عورت پر ہرگز بہتان نہیں لگانا چاہیئے۔ اور اگر کسی کے زجاج عصمت کو تہمت کے پتھر سے توڑا ہے۔ تو اس سے معذرت کر کے یہاں ہی صفائی کر لینی چاہیئے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سی چیزیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

1. اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔
2. جادو کرنا۔
3. کسی کو ناحق قتل کرنا۔
4. سود کھانا۔
5. یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔
6. جہاد کے دِن (میدان جنگ سے) پشت دے کر بھاگنا۔
7. وَقَذْفَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

"اور پاک دامن مسلمان عورتوں پر وہ تہمت لگانی۔ جس کا انہیں کوئی پتہ تک نہ ہو۔"(۱)

غیبت کا کفارہ

((وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ

(۱) صحیح بخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً و سیصلون سعیراً۔ حدیث ۲۷۶۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر و اکبرھا حدیث ۸۹۔

اِغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَهٗ))(رواہ البیھقی فی دعوت الکبیر)[1]

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق کفارہ غیبت کا یہ ہے کہ تو اس کے لئے (خدا سے) بخشش چاہے۔ جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہہ تو (یوں) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یاالٰہی بخش ہم کو اور اس کو۔''

ملاحظہ:۔ حدیث پاک کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس شخص کی غیبت کی ہے۔ اگر غیبت کا اس کو علم ہو گیا۔ تو پھر بالراست اس کے پاس جا کر گناہ بخشوانا چاہئے۔ اور اگر اس کو غیبت نہیں پہنچی' تو گڑ گڑا کر پہلے اپنے لئے بخشش کی دعا مانگنی چاہئے۔ تاکہ خود گناہوں سے تو پاک ہو لیں' اور پاک ہو کر پھر دوسرے کے لئے دعا مانگیں تاکہ مستجاب ہو۔ یا اللہ! ہمیں بھی بخش' اور اس کے گناہوں کو بھی بخش دے' کہ جس کی ہم نے غیبت کی ہے۔'' پھر جس کی غیبت کی ہے۔ اگر وہ فوت ہو گیا ہو۔ تو بھی اس کی بخشش کی دعا کرنی چاہئے۔ اُمید ہے' کہ اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دے گا۔ اور وہ مواخذہ سخن چینی نہ کرے گا۔ اسی قیاس پر بہتان لگائے گئے شخص سے بھی تہمت[2] کا گناہ بخشوانا چاہئے۔ اور اگر وہ چل بسا ہو۔ تو اس کی مغفرت کی دعا کرنی چاہئے۔ رو رو کر خدا سے اس کی بخشش مانگنی چاہئے۔ اور اس کے بعد تہیہ کر لیں۔ کہ آئندہ چغل خوری اور بہتان کے دھکتے ہوئے انگاروں سے زبان کو بچائیں گے۔ فتنہ و فساد پھیلانے' اور کسی کو ناحق بدنام کرنے کی غرض سے نہ غیبت محرمہ کے مرتکب ہوں گے' اور نہ اتہام کے زہرابہ سے عصمتوں کا خون کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بُہتان

مومن کی عزت بہت بڑی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی حفاظت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان و الغیبۃ و الشتم حدیث ۴۸۷۷ بحوالہ الدعوات الکبیر للبیہقی ۲/۲۹۴۔ حدیث ۵۰۷۔ شیخ سلیم الہلالی نے تخریج الوابل الصیب من الکلم الطیب صفحہ ۳۴۷ میں اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ البانی ؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۴/۲۸ حدیث ۱۵۱۹ اس حدیث کی سند عنبسہ بن عبدالرحمن القرشی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

(۲) زنا کی تہمت پر حد مارنے کا حکم ہے جو اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ جہاں شرعی حدیں نافذ ہوں' وہاں تہمت کے گناہ بخشنے یا بخشوانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ تہمت زنا پر حکومت کی طرف سے اسی کوڑے مارے جائیں گے' جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی۔ تو چند مسلمانوں کی زبان سے بھی حضرت عائشہ طاہرہ کے متعلق تہمت کے گندے کلمے نکل گئے پھر جب قرآنی وحی حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی میں نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسطحؓ' حضرت حسانؓ' حضرت حمنہ کو بہتان لگانے کی شرعی سزا میں اسی اسی کوڑے مارے تھے۔ جن سے وہ پاک ہو گئے تھے۔ (محمد صادق)

((فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ بَیْنَکُمْ حَرَامٌ))(بخاری)(۱)

''مسلمانو! تمہارے خون' تمہارے مال' اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان ایک کی ایک پر حرام ہیں۔''

یعنی جس طرح کسی کو قتل کرنا۔ اور کسی کا مال مارنا یا لوٹنا حرام ہے۔ اسی طرح کسی کی عزت پر حملہ کرنا' اسے مٹانا' اور برباد کرنا حرام ہے' قتل کے تصور سے آپ کانپ اُٹھتے ہیں۔ ڈکیتی کی واردات پر آپ نفرین بھیجتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمان کی آبروریزی کے خیال سے بھی آپ کو لرزہ براندام ہونا چاہئے۔ کہ رحمت عالم ﷺ نے ایک ہی جملہ میں تینوں فعلوں کو حرام کہا ہے۔

ہر مسلمان کو چاہئے۔ کہ جس طرح وہ اپنی جان' مال اور گھر کے ہر فرد کی عزت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کی جانوں' مالوں اور ان کی عزتوں کی پاسبانی کرے۔

ہتک عزت' اور آبروریزی میں بہتان کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اس میں عیب' گناہ' بدی' اور بدکاری خود گھڑ کر کسی کے ذمہ لگائی جاتی ہے' اور اس طرح اس کو لوگوں میں ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے۔ بہتان لگانا' بہت گھٹیا' ذلیل اور کمینے لوگوں کا کام ہے۔ جنہیں اللہ کا کچھ خوف نہ ہو۔ جو دل مردہ' روح افسردہ' اور ایمان پژمردہ' رکھتے ہوں۔ منافق' ملحد۔ اور بے دین ہوں۔

تعجب اور حیرانی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر بدباطن منافقوں نے بہتان باندھا۔ حورانِ بہشتی کے فردوس عفت کو اپنے اخلاق کی پہنائیوں میں سمونے والی عائشہؓ پر تہمت لگائی۔ اس بہتان کے تصور سے روح کانپتی' اور قلم لرزتا ہے۔ افک عائشہؓ کا واقعہ ہم یہاں ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ متعدد مسائل ان کی معلومات میں اضافہ کریں اور پھر وہ تہمت کی کالی گھٹاؤں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کا چاند نکلتے دیکھ کر باغ باغ ہوں۔ ام المومنینؓ کی پاک دامنی پر دس آیتوں کا نزول' اللہ تعالیٰ کی شہادت پڑھ کر کیف ایمان پائیں۔

جگر خراش واقعہ افک

ام المومنین (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے (پھر اگر کسی بیوی کو ساتھ لے جانا ہوتا) تو اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے۔ جس بیوی کا نام نکلتا۔ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ ایک دفعہ غزوہ (بنی مصطلق) کے موقعہ پر جو آپ نے قرعہ ڈالا۔ تو میرا نام نکل آیا۔ میں اس سفر میں آپ کے

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم' باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من سامع حدیث ۶۷۔ صحیح مسلم کتاب القسامة و المحاربین باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال حدیث ۱۶۷۹۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب التفسیر باب لولا سمعتموه ظن المومنون والمومنات (سورة النور: ۱۲۔۱۳) حدیث ۴۷۵۰۔ صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك و قبول توبة القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

ساتھ چل دی۔ چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ اس لئے میں ہودج (Litter) میں سوار تھی۔ ہودج ہی اٹھا کر (اُونٹ پر) رکھ دیتے تھے اور اُتار لیتے تھے۔ اسی طرح ہم چلتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ جب جہاد سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب آ گئے۔ تو ایک رات آپ نے (پڑاؤ کے بعد) کوچ کا اِعلان کیا۔ میں رفع حاجت کے لئے چلی گئی۔ جب فارغ ہو کر اپنے ہودج کے پاس آئی۔ تو اپنے سینہ کو ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ بلوری موتیوں کا ظفاری[1] ہار کہیں ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں پھر ہار کی تلاش میں واپس گئی۔ اور ہار کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے کچھ دیر ہو گئی۔ اِدھر جو لوگ مجھے کجاوہ پر بٹھایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے میرے ہودج کو اُٹھا کر میری سواری کے اُونٹ پر رکھ دیا۔ اُنہوں نے خیال کیا کہ میں ہودج کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں ان میں مٹاپا نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں کھانے کو غذا کم ملتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ (ہودج) اُٹھاتے وقت لوگوں کو پتہ نہ چل سکا (کہ میں اس کے اندر نہیں ہوں) اور ویسے بھی میں کم عمر[2] لڑکی تھی۔ (کہ میرا بوجھ ہی کیا تھا)۔ لوگ (میرا) اُونٹ اُٹھا کر روانہ ہو گئے۔ اور لشکر کے کوچ کرنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔

میں جب لوٹ کر پڑاؤ پر آئی۔ تو اس جگہ کسی کو نہ پایا۔ چاروناچار میں نے اسی جگہ بیٹھ رہنے کا ارادہ کیا۔ جہاں (پہلے) اُتری تھی۔ اس خیال سے کہ (منزل پر پہنچ کر) جب لوگ مجھے (ہودج میں) نہ پائیں گے تو پھر ضرور (میری تلاش میں) لوٹ کر واپس آئیں گے۔

وہاں بیٹھے بیٹھے نیند نے غلبہ پایا۔ اور میری آنکھ لگ گئی۔ صفوان[3] بن معطل سلمی لشکر کے پیچھے تھے۔ (ان کی یہ ڈیوٹی تھی۔ کہ لشکر کے پیچھے رہیں۔ اور بعد میں گری پڑی چیز یا بھولا بچھڑا آدمی ساتھ لیتے آئیں) صبح کو میری جگہ پر سوئے ہوئے آدمی کو دیکھ کر اُنہوں نے مجھے پہچان لیا۔ کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُنہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ مجھے پہچانتے ہی اُنہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ان کی آواز سے میں جاگ اُٹھی۔ اور چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کے علاوہ اللہ کی قسم نہ میں نے صفوان سے کچھ کلام کیا۔ اور نہ اُنہوں نے مجھ سے کوئی لفظ تک کہا۔

پھر صفوان نے جھک کر اپنا اُونٹ بٹھایا۔ اس کے اگلے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا۔ (تا کہ اُٹھ نہ بیٹھے) میں پھر کھڑی ہو کر اُونٹ پر سوار ہو گئی۔ اُنہوں نے اس کی نکیل تھامی۔ اور چل دیئے چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ہم

(۱) ظفار ایک جگہ کا نام ہے وہاں سے موتی آتے تھے ان ہی موتیوں کا وہ ہار تھا۔ جو حضرت عائشہؓ صدیقہ کے گلے سے ٹوٹ کر گر گیا تھا۔

(۲) اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۵ برس کے قریب تھی۔ (محمد صادق)

(۳) صفوان بن معطلؓ جنگ خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ اور عہد فاروقی ۱۹ھ میں جنگ ارمینیہ میں شہید ہوئے۔ (محمد صادق)

قافلہ میں جا ملے۔ کیونکہ قافلہ والے ایک پڑاؤ پر اُترے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہلاک ہونے والے مجھ پر افترا بندی کر کے ہلاک ہو گئے۔ اور منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اس طوفان کا بانی مبانی تھا۔ (۱)

(بخاری)

حضرت عائشہؓ پر رنج وغم کے پہاڑ

حضرت عائشہ صدیقہؓ (۲) فرماتی ہیں۔ مدینہ میں پہنچ کر میں مہینہ بھر بیمار رہی' لوگ افتراء بندوں کی باتوں کا چرچا کرتے تھے۔ لیکن مجھے (ابھی تک) اس طوفان انگیزی کا علم نہ تھا' البتہ بیماری کی حالت میں مجھے شک ضرور گزرتا تھا۔ کیونکہ جو لطف وکرم میں نے گذشتہ بیماریوں میں رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ وہ اس بیماری میں نظر نہیں آتا تھا۔ آپ تشریف لاتے اور صرف سلام کر کے اتنا پوچھتے تھے۔ کہ طبیعت کیسی ہے؟ یہ پوچھ کر واپس چلے جاتے تھے' اس سے مجھے شبہ ضرور ہوتا تھا' لیکن برائی (طوفان) کی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ (بخاری شریف)

طوفان کی بھنک کانوں میں (۳)

میں ام مسطح (۴) کے ساتھ (رات کو) رفع حاجت کے لئے خالی میدان کی طرف گئی' کیونکہ خالی میدان (جنگل) ہی رفع حاجت کا مقام تھا اور صرف رات کو ہی ہم وہاں جاتی تھیں۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ کہ جب

(۱) حضرت عروہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے روبرو جب اس واقعہ افک کا تزکرہ ہوتا تو وہ کان لگا کر سنتا اور اثبات واقعہ کرتا اور اس کو شہرت دیتا تھا۔ افترا بندوں میں حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے نام بھی میں جانتا ہوں' باقی لوگوں کے نام مجھے معلوم نہیں' ہاں یہ ضرور ہے کہ افترا انگیزوں کی ایک جماعت تھی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ) اور اس کا بانی مبانی عبداللہ بن ابی تھا۔ (بخاری)

صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافك حدیث ۴۱۴۱ و کتاب التفسیر باب ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة۔ حدیث ۴۷۵۷۔ صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك و قبول توبة القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب التفسیر باب لولا سمعتموه ظن المومنون والمومنات۔ (سورہ النور: ۱۲۔۱۳) حدیث ۴۷۵۰۔ صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك و قبول توبة القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً حدیث ۲۶۶۱ صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك و قبول توبة القازف حدیث ۲۷۷۰۔

(۴) ام مسطح ابورہم بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیٹی۔ اثاثہ بن عباد بن مطلب کی بیوی' مسطح بن اثاثہ کی والدہ تھیں۔ اور ام مسطح کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں۔ (بخاری باب حدیث الافک۔ محمد صادق۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافك حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك و قبول توبة القازف حدیث ۲۷۷۰۔

مکانوں کے نزدیک پاخانے (Latrine) نہیں بنے تھے' اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم رفع حاجت کے لئے جنگلوں میں جایا کرتی تھیں۔ کیونکہ گھروں کے قریب پاخانے بنانے سے ہمیں کراہت آتی تھی' جب ہم دونوں رفع حاجت سے فارغ ہو کر اپنے مکان کے قریب آئیں۔ تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا۔ اور اس کی زبان سے کوسنا نکل گیا کہنے لگی۔ مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کو برا کہتی ہو جو جنگ بدر میں شامل تھا۔ اس نے کہا۔ بھولی بیٹی! کیا تو نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ میں نے پوچھا' کیا کہتا ہے؟ تو پھر ام مسطح نے مجھ پر بہتان لگائے جانے کا واقعہ میرے روبرو کہہ سنایا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ یہ سن کر میری بیماری پر ایک اور بیماری کا اضافہ ہو گیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہؓ میکے گھر

جب میں (رفع حاجت سے فارغ ہو کر) گھر آئی۔ تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور حال پوچھا۔ میں نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو۔ تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہاں جانے سے میرا مطلب یہ تھا کہ والدین سے مجھے (میرے طوفان کی) یقینی خبر مل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اجازت دے دی۔ اور میں اپنے میکے گھر چلی آئی۔ (بخاری شریف)[1]

آنکھوں سے اشکوں کی برکھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کو کہتی ہیں اچھی اماں! لوگ کیا چرچے کر رہے ہیں؟ والدہ جواب دیتی ہیں۔

''پیاری بیٹی! تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ اللہ کی قسم اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو عورت خوبصورت' اور اپنے خاوند کی چہیتی ہو۔ اور اس کی سوتیں بھی ہوں۔ تو اس کے پیچھے ایسی باتیں لگا ہی کرتی ہیں۔''

حضرت عائشہؓ نے کہا

سبحان اللہ! یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ لوگوں کی زبان سے ایسے کلمات میری بابت نکل رہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ پھر تو میں تمام رات روتی رہی۔ سحر تلک آنسو نہ تھمے۔ آنکھوں میں نیند نہ آئی۔ اور پھر صبح اشکوں کی برکھا! (اللہ! عائشہ پر یہ طوفان)! (بخاری شریف)[2]

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الشهادات : باب تعديل النساء بعضهن بعضاً حديث ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم' كتاب التوبة باب في حديث الافك و قبول توبة القاذف حديث ۲۷۷۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضاً حديث ۲۶۶۱ و كتاب المغازی باب حديث الافك حديث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم كتاب التوبة باب في حديث الافك و قبول توبة القاذف حديث ۲۷۷۰۔

عائشہ کی طلاق کے مشورے

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ کہتی ہیں کہ صبح کو میں تو روتی رہی۔ اور اُدھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور اُسامہؓ کو بلایا۔ کیونکہ وحی کے آنے میں توقف ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات سے میرے متعلق پوچھ گچھ کی۔ (آہ)!

((وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ)) (۱)

''اور ان دونوں سے مجھے طلاق دینے کے متعلق مشورہ کیا۔''

حضرت اسامہؓ کی شہادت

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت اُسامہ ؓ نے تو میری پاک دامنی بیان کی' اور حضور ﷺ کو وہی مشورہ دیا۔ جس کا تقاضا ازواج مطہرات کی محبت کرتی تھی۔ (اسامہؓ نے کہا' حضور ﷺ! عائشہ آپ کی بیوی ہیں۔ اور ہم ان میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ (وہ سراسر پاک دامن ہیں اور یہ خبر بالکل جھوٹ اور محض بہتان ہے۔ (بخاری)) (۲)

حضرت علیؓ کی شہادت

حضرت عائشہ طاہرہؓ فرماتی ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے آپ کے لئے

(۱) حوالہ سابق۔ سورۃ الانعام: ۵۰

(۲) سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لَّا أَعْلَمُ الْغَيْبَ (میرے پیارے رسول ﷺ! کہہ دے کہ میں غیب نہیں جانتا۔'' ناظرین غور کریں' کہ اگر رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہوتے۔ تو اپنی عصمت مآب' پاکدامن عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ بیوی کو طلاق دینے کے مشورے کرتے اور صحیح بخاری کے الفاظ کی رو سے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے اس عفت مآب عائشہ کا چال چلن پوچھتے جس کے لحاف میں خود رسول اللہ ﷺ پر وحی اُترنے لگتی تھی' وہ عائشہ ؓ عفیفہ جو عفت مریم عصمت حوراں اپنے دامن میں سموئے ہوئے تھیں' اس عائشہؓ کے متعلق گھر کی خادمہ بریرہ سے آپ ﷺ پوچھتے' یہ الفاظ صحیح بخاری هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يُرِيبُكِ ⁰ کیا تو نے عائشہ کے چال چلن میں کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب رحمت اللعالمین۔ خاتم النبیین۔ شفیع المذنبین اکرم الاولین واکرم الآخرین حضرت محمد ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ جبھی تو اس بہتان کے سلسلہ میں اتنا طویل عرصہ خود آپ بھی بے حد پریشان رہے۔ عائشہؓ نے رات دن غم والم میں رو رو کر گزارے۔ اور عائشہؓ کے والدین بھی ماہی بے آب کی طرح بے حال رہے' آخر جب سورہ نور کی دس آیتیں جنابہ صدیقہ کی پاک دامنی پر نازل ہوئیں' پھر جا کر سب کے اندوہ وملال کی کالی گھٹائیں چھٹیں۔ حضور پُر نور ﷺ کو اللہ غیب کی خبریں بتاتا تھا۔ تو حضور جانتے تھے۔ اللہ نہ بتاتا تھا۔ تو از خود نہ جانتے۔ تو جو اللہ کے بتانے سے خبریں جانے اس کو غیب جاننے والا نہیں کہتے۔ (صادق)

صحیح بخاری' کتاب المغازی : باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم' کتاب التوبۃ : باب حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا کَثِیْرٌ عائشہ کے سوا بھی عورتیں بہت ہیں۔ مزید تحقیق گھر کی ملازمہ (بریدہؓ) سے کر لیجئے۔ وہ آپ سے سچ سچ بیان کر دے گی۔ (صحیح حالات سامنے آ جائیں گے)۔ (بخاری)(۱)

بریرہؓ کی شہادت

پھر رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا۔ بریرہ! (سچ سچ بتاؤ) کیا تم نے عائشہؓ میں کوئی ایسی بات دیکھی۔ جس سے تجھے (اس کے چال چلن میں) کبھی شک پڑا ہو؟(۲)

بریدہ نے کہا۔ قسم ہے اس اللہ کی۔ جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے آج تک عائشہؓ میں کوئی بات اس قسم کی نہیں دیکھی۔ (وہ پاک' طیبہ اور طاہرہ ہے) ہاں اپنی کم سنی کی وجہ سے (کبھی) گندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ چاہے بکری آ کر کھا جائے۔ (اس میں ہرگز کوئی عیب نہیں۔ یہ قصہ طوفان اور محض گھڑنت ہے)۔ (بخاری)

عائشہؓ کے آنسو جاری ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں (مارے غم کے) روتی رہی۔ نہ تو مجھے نیند آتی' اور نہ ہی آنسو رکتے۔ اسی طرح دو راتیں' اور ایک دن بغیر سوئے گزر گیا۔ آنکھوں سے چھم چھم پانی برستا تھا۔ میں سمجھ چکی تھی کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ صبح کو میرے والدین (اسی گھر میں) میرے پاس آ کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مَیں نے اجازت دے دی۔ (مَیں رو رہی تھی) وہ بھی آ کر میرے ساتھ رونے لگ گئی۔ (بخاری شریف)(۳)

آلودہ دامن ہے؟

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔(۴) کہ اسی اثناء میں۔ (کہ میں اور وہ انصاری عورت رو رہی تھیں۔ اور میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تہمت کے دن سے لے کر اس وقت تک آج پہلی دفعہ آپ میرے پاس بیٹھے۔ حضور ﷺ کو ایک مہینہ تک میرے متعلق کوئی وحی نہ ہوئی۔ آپ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

یَا عَائِشَةُ فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِی عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَاِنْ كُنْتِ بَرِیْئَةً فَسَیُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ

---

(۱)(۲)(۳) صحیح بخاری' کتاب المغازی: باب حدیث الافك حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم' کتاب التوبة: باب فی حدیث الافك و قبول توبة القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

(۴) صحیح بخاری' کتاب الشهادات: باب تعدیل النساء بعضهن بعضا حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب المغازی باب حدیث الافك حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم' کتاب التوبه: باب فی حدیث الافك و قبول توبة القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

فَاسْتَغْفِرِی اللّٰہَ وَ تُوْبِیْ اِلَیْہِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اِعْتَرَفَ بِذَنْبِہٖ ثُمَّ تَابَ اِلَی اللّٰہِ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یا عَائِشَۃُ فَاتَّقِی اللّٰہَ اِنَّما اَنْتِ مِنْ بَناتِ اٰدم اِنْ کُنْتِ اَخْطَاْتِ فَتُوْبِیْ وَ وَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ))(بخاری شریف' ترمذی)

''عائشہؓ! میں نے تیرے متعلق ایسی ایسی باتیں سنی ہیں۔ اگر تو گناہ سے پاک ہے' تو عنقریب اللہ تیری پاک دامنی بیان کر دے گا۔ اور اگر تو گناہ سے آلودہ چکی ہے۔ تو اللہ سے استغفار کر' اور اس سے معافی مانگ! (سنو)! جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف جھکتا ہے' تو اللہ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ عائشہؓ! اللہ سے ڈر! تو بھی آخر آدم کی بیٹیوں میں سے ہے۔ اگر تجھ سے خطا ہو گئی ہے تو توبہ کر لے۔ اور بھی آپ نے لمبا وعظ فرمایا۔'' (بخاری شریف' ترمذی)

عائشہؓ کا صبر لبریز جواب(1)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب یہ نصیحت فرما چکے۔ تو میرے آنسو تھم گئے۔ اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ میں نے اپنے والد (حضرت ابوبکر صدیقؓ) سے کہا۔ کہ آپ میری طرف سے حضور ﷺ کو جواب دیجئے۔ میرے والد بولے۔ ''اللہ کی قسم میں نہیں جانتا۔ کہ کیا جواب عرض کروں۔ میں نے والدہ (ام رومان) سے کہا کہ آپ ہی جواب دیں۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا۔ اللہ کی قسم کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا جواب دوں!

میں اگرچہ کم سن لڑکی تھی۔ اور (ابھی) زیادہ قرآن بھی نہ پڑھی تھی۔ پھر بھی میں نے کہا۔ (اے اللہ کے رسول ﷺ!) اللہ کی قسم میں جانتی ہوں کہ یہ بات (بہتان کی) آپ نے سنی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے دل میں پیوست ہو گئی ہے۔ اور آپ نے اس کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو عیب سے پاک کہوں گی۔ تو آپ کو یقین نہیں آ سکتا' اور اگر کسی ناکردہ گناہ کا اقرار کر لوں' تو آپ مجھ کو سچا جانیں گے۔ بخدا! اب میری اور آپ کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے۔ اُنہوں نے کہا تھا۔

((فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ))

''میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی طلب گار ہوں۔''

یہ کہہ کر میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اللہ کی قسم مجھے اپنی برات کا تو یقین تھا۔ اور یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس الزام سے بری فرمائے گا۔ لیکن اس بات کا مجھے خواب و خیال نہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے حق میں قرآن میں

(1) صحیح بخاری' کتاب الشھادات : باب تعدیل النسآء بعضھن بعضاً' حدیث ۲۶۶۱۔ و کتاب المغازی : باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم' کتاب التوبۃ : باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰۔

آیتیں نازل کرے گا۔ جو (قیامت تک) نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ جانتی تھی۔ کہ اللہ میرے کسی امر کے متعلق وحی بھیجے گا۔ البتہ یہ اُمید ضرور تھی۔ کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے۔ جس میں اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا۔ لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ ابھی وہیں بیٹھے تھے' اور نہ گھر والوں سے ابھی کوئی باہر نکلا تھا۔ کہ حضور ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حتیٰ کہ چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگا۔ حالانکہ دِن سخت سردی کے تھے۔

جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔ تو آپ نے ہنستے ہوئے سب سے پہلے یہ الفاظ فرمائے۔

''عائشہ! اللہ نے تیری پاک دامنی بیان فرما دی ہے۔ (اللہ نے تیری عصمت کی گواہی دے دی ہے۔''

میری والدہ نے کہا۔ عائشہؓ! اُٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے جواب دیا۔

﴿وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّيْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ﴾

ترجمہ ''اللہ کی قسم! نہ تو میں حضور ﷺ کے لئے اُٹھوں۔ [1] اور نہ ان کی ستائش کروں۔ (کیونکہ آپ نے تو مجھے آلودہ سمجھ لیا تھا) اب تو میں صرف اپنے اللہ بزرگ و برتر کی ثناء کروں گی۔ جس نے میری پاک دامنی کا اِظہار فرمایا ہے۔'' (بخاری شریف)

---

(۱) عورت اگرچہ مرد کے ماتحت ہوتی ہے' لیکن وہ ایسی ماتحت نہیں جیسے کہ لونڈی محکوم ہوتی ہے بلکہ عورت کو مرد کے ساتھ ایک قسم کا دوستی کا تعلق بھی ہوتا ہے' اس تعلق کی رو سے عورت کو مرد پر ناز ہوتا ہے اور پھر اس تعلق کے سبب مرد عورت پر وہ رعب نہیں جما سکتا جو نوکروں اور غلاموں پر جمایا جاتا ہے' بھلا کیا آپ اپنے دوستوں پر غلاموں کا سا رعب ڈال سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پس عورت جہاں مرد کی بیوی ہوتی ہے' وہاں وہ مرد کی ایک بہترین دوست بھی ہوتی ہے۔ اور اس دوستی کے تعلق کی بنا پر وہ مرد کے ساتھ ناز و انداز کے جذبات سے کھیلتی ہے' اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک تعلق رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا تھا۔ محبت' پیار' آشنائی اور محبوبانہ لگاوٹ کا رشتہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے درد و فراق اور رنج و ملال کے زمانہ میں جب کہ وہ رات دن روتی رہتی تھیں۔ کچھ کھچے کھچے سے رہتے تھے اور پھر یہ بھی فرما دیا۔ عائشہؓ! اگر تو آلودہ دامن ہوگئی ہے تو توبہ کرلے۔ حضرت عائشہؓ پر بہتان کا غم' سارے مدینہ میں ان کی بدنامی کے چرچے' بیماری' دُکھ درد' پریشانی اور پھر اس پر اپنے پیارے خاوند کی بے اعتنائی' بالآخر جب اللہ نے بذریعہ وحی عائشہؓ کی پاک دامنی بیان کی۔ تو عائشہؓ نے دوستی کے تعلق کی بنا پر بڑے ناز سے دِل کا غبار نکالتے ہوئے کہا۔ کہ واللہ میں حضور ﷺ کے لئے نہیں اُٹھوں گی۔ اور نہ سوائے اللہ کے کسی اور کا شکر مانوں گی۔

خوب یاد رکھیں کہ یہ کلمات ناز ہیں' پیار کی باتیں ہیں' جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیوی ہونے کی حیثیت سے آپ کو کہہ سکتی تھیں' پھر اگر یہ کلمات شرعاً قابل گرفت ہوتے تو حضور ﷺ ضرور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ فرماتے' یا آسمان سے ان کلموں کے خلاف وحی نازل ہوجاتی اور خدا کی طرف سے ڈانٹ آتی۔ کیونکہ خدا اور رسول کسی کی ناجائز رعایت نہیں کرتے۔ اور پھر ان درشت کلمات میں۔ پس شریعت اس قسم کی باتوں میں جو عورتیں ناز و انداز میں کہہ ڈالیں گرفت نہیں کرتی اور نہ ہی مردوں کو ایسی باتوں سے چیں بجبیں ہونا چاہیے۔ بلکہ لطف اندوز ہوں۔ انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ عورتیں زرخرید غلاموں کی طرح باندیاں ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ان کی بیویاں ہیں ضرور ماتحت ہیں۔ لیکن غمگسار' مونس' یار غار بھی ہیں۔ ان کے خزاں دیدہ بوستان حیات کے لیے بہار ناز بھی ہیں۔ (صادق)

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی پر نزول قرآن

حضرت عائشہؓ [1] کہتی ہیں کہ اللہ نے میری برات کے متعلق یہ دس آیتیں نازل فرمائیں۔ پھر حضور ﷺ یہاں (میرے میکے گھر) سے اُٹھے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر منبر پر چڑھے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور ان آیتوں کی تلاوت فرمائی

(یہ ہیں برات عائشہؓ کی آیتیں)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

۝١ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

۝٢ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝

۝٣ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

۝٤ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

۝٥ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝

۝٦ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ق سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

۝٧ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

۝٨ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام (اردو) ۳۶۰/۲۔ سنن ترمذی ابواب التفسیر باب و من سورۃ النور حدیث ۳۱۸۱۔ سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی حد القذف حدیث ۴۴۷۵۔۴۴۷۴ سنن ابن ماجه کتاب الحدود باب حد القذف حدیث ۲۵۶۷۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲۹۴/۳ حدیث ۳۱۸۱۔ صحیح سنن ابوداؤد ۷۸/۳۔۷۷ حدیث ۴۴۷۵۔۴۴۷۴ صحیح سنن ابن ماجه ۳۲۵/۲ حدیث ۲۰۹۷۔

⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

⑩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ النور : ۱۱۔۲۰)

۱ جن لوگوں نے (ام المومنین حضرت عائشہؓ کی نسبت) بہتان کو اٹھایا ہے وہ تم میں سے ہی ہیں۔ تم اس (طوفان) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو' بلکہ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے (کہ سچے مسلمان اور منافق پہچانے گئے)۔

ان بہتان بازوں میں سے ہر ایک اتنا ہی گناہ گار ہے جتنا کسی نے اس میں حصہ لیا ہے۔

۲ (مسلمانو!) جب تم نے یہ (طوفان کی) خبر سنی تھی' تو تم نے اپنوں پر نیک ظن رکھتے ہوئے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

۳ یہ بہتان باز اگر سچے تھے۔ تو اپنے بیان (کے ثبوت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک وہ یقیناً کذاب ہیں۔

۴ مسلمانو!...... اگر دنیا اور آخرت میں (توفیق توبہ اور مغفرت سے) تم پر اللہ کا فضل اور کرم نہ ہوتا۔ تو جس بہتان میں تم اوندھے منہ گر رہے تھے۔ اس پر تمھیں بڑی سزا ملتی تھی۔

۵ تم اپنی زبانوں سے (عائشہ صدیقہؓ کے) بہتان کو بیان کر رہے تھے اور وہ بات کہہ رہے تھے۔ جس کی تمھیں مطلق خبر نہ تھی۔ تم تو اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔ لیکن اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔

۶ اور جب تم نے (عائشہؓ پر تہمت کی) بات سنی تھی۔ (تو سنتے ہی) کیوں نہ بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیب نہیں دیتی۔ حاشا و کلا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے۔

۷ خدا تمھیں نصیحت کرتا ہے۔ (یاد رکھو) اگر سچے ایماندار ہو تو پھر کبھی یہ حرکت نہ کرنا۔

۸ اور اللہ تعالیٰ (اپنے) احکام (بطور قانون کے) بیان کرتا ہے۔ اور اللہ (پورے پورے) علم اور (کامل) حکمت والا ہے۔

۹ سن رکھو! جو لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں (ان کی) بدنامی (اور تہمت) کے چرچے ہوں۔ ان کے لیے دنیا میں سزا ہے دردناک (حد قذف)۔ اور آخرت میں بھی (عذاب) ہوگا۔ اور اللہ جانتا ہے۔ (کہ تہمت کی برائی کتنی سخت ہے) اور تم نہیں جانتے۔

۱۰ اور اگر (بخشش و درگذر کے ساتھ) تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ (تو تم عائشہ صدیقہؓ پر طوفان جوڑنے کے سبب ہلاک ہو گئے ہوتے)۔ اور اللہ بڑی شفقت والا بہت مہربان ہے۔

بہتان میں حصہ لینے والوں کو
اسی اسی کوڑوں کی سزا مسطح' حسان' اور حمنہ پر حدّ

((ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ بِمَسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ وَ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَانُوْا مِمَّنْ اَفْصَحَ بِالْفَاحِشَةِ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ)) (رواه ابن هشام)[1]

''حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی کے متعلق آیتیں پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان مسلمانوں کو جنہوں نے (عبداللہ بن ابی منافق کی باتوں میں آ کر) نادانی سے صدیقہ طیبہ طاہرہؓ کے متعلق گندی بات منہ سے نکال دی تھی' حد مارنے کا حکم دیا۔ پھر مسطح' حسان' اور حمنہ کو حد[2] حد شرعی ماری گئی۔ اسی اسی کوڑے۔ (ابن ہشام)

بہتان نہ لگائیں

خبردار! آپ کبھی بہتان نہ لگائیں' نہ کسی مرد پر' اور نہ کسی عورت پر' شک وشبہ کی بنا پر کسی کی بہو' بیٹی' یا عورت کو ہرگز بدنام نہ کریں۔ اور نہ ہی کسی شریف انسان پر الزام لگا کر اس کی عزت برباد کریں۔ تہمت اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ مسطح بن اثاثہ بدری صحابی کو نادانی سے شریک بہتان ہونے پر اسی کوڑوں کی سزا دی گئی۔ دربارِ رسالت کے مشہور شاعر حضرت حسان کو اسی جرم کی پاداش میں حد ماری گئی۔ اور تہمت کی آگ تاپنے پر رسول اللہ ﷺ کی سالی حمنہ بنت جحش کو بھی حد کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ سزا ہے مومن کی۔ آبروریزی کی .... تہمت طرازی اور بہتان بازی کی!

---

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) حد ماری جانے کے بعد انسان اس گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر اس کو برا کہنا حرام ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسہ بالزنی حدیث ۱۶۹۵) ایک شخص ماعز بن مالک زنا کا مرتکب ہوا۔ ثبوت لینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ سنگسار کر دیا گیا۔ یعنی زنا کی حد ماری گئی۔ یہ حد اس کی توبہ تھی' رحمت دو عالم اس کی حد (توبہ) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بے شک توبہ کی معاذ نے (حد ماری جانے سے) ایسی توبہ کہ اگر تقسیم کی جائے (یعنی ثواب اس کا) درمیان امت (جماعت کثیر) کے تو کفایت کرے ان کو۔'' (مسلم) یعنی معاز کی توبہ (حد) اتنے درجے والی ہے کہ اگر اس کا ثواب ایک کثیر گنہگار جماعت میں تقسیم کیا جائے تو ان کی بخشش اور نجات کے لیے کافی ہو' اس سے ثابت ہوا کہ حد سے گناہ پوری طرح دور ہو جاتے ہیں' افک عائشہؓ میں مسطح' حسان' اور حمنہ کو حد ماری گئی ہے وہ پاک ہو گئے ہیں۔ (صادق)

سانحہ افک کی سبق آموزیاں

یہ سانحہ افک ...... واقعۂ بہتان مسلمانوں کے لیے سبق آموز ہے' اسے بغور مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل نصیحتیں' اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں' اور بہت سے مسائل کا پتہ چلتا ہے' اخلاق سنوارنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

1. تہمت باز سے واقعہ کے متعلق چار گواہ طلب کرنے چاہئیں۔ اگر وہ چار [1] گواہ پیش نہ کر سکے' تو قرآن کے حکم [2] کے مطابق اس کو جھوٹا سمجھنا چاہئے۔
2. مسلمان مردوں اور عورتوں کے متعلق ہمیشہ حسن ظن رکھنا چاہئے۔
3. جب تک کسی بات کا یقینی علم نہ ہو۔ اس کو آگے بیان نہیں کرنا چاہئے۔
4. مسلمان مرد یا عورت کی آبروریزی کو ہلکی بات نہ جانیں۔

---

(۱) بہتان باز اگر سچے تھے تو اپنے بیان کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے' پھر جب وہ گواہ نہ لا سکے۔ تو خدا کے نزدیک وہ یقیناً کذاب ہیں۔ (سورۃ النور: ۱۳)

(۲) عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر صفوان بن معطل کی تہمت لگائی تھی' یہ صفوان بڑے نیک اور بزرگ صحابی تھے۔ اپنی آبروریزی پر بہت روتے اور کہتے تھے۔ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ اُنْثٰى قَطُّ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰) خدا کی قسم میں نے آج تک (تمام زندگی میں کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا"۔ گویا ہتک عزت پر حضرت صفوان کو بے حد صدمہ پہنچا تھا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۱۲۴ حدیث ۱۶۴۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد کتاب المناقب باب حدیث الافک ۹/۲۷۸ حدیث ۱۵۳۰۰۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رواہ الطبرانی وفیہ اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی وھو کذاب) اسی طرح حضرت عائشہؓ کے والد ابوبکرؓ بڑی آبرو کے مالک تھے' بیٹی کی تہمت پر روتے تھے اور فرماتے تھے۔ وَاللّٰهِ مَا قِيْلَ لَنَا هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَيْفَ بَعْدَ اَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ۔ بخدا ہمارے گھرانے پر ایسی تہمت تو کفر کے زمانہ میں بھی کبھی نہیں لگی' چہ جائیکہ اب اسلام کا شرف پانے کے بعد' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (کہ عائشہؓ جن کی بیوی تھی) اس تہمت پر جس قدر اندوہ ملال ہوا۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ زمانہ افک میں ایک روز تمام مسلمانوں کو مسجد میں اکٹھا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (بادیدہ تر) خطاب عام فرمایا .... "اے مسلمانو! کوئی ہے؟ جو میرا بدلہ اس شخص سے لے۔ جس کی طرف سے مجھے میری بیوی کے متعلق ایذا پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی میں نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اور جس شخص کا لوگ نام لیتے ہیں (صفوان) اس کو بھی میں نیک ہی جانتا ہوں' وہ کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر نہیں جاتا۔ (صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضاً حديث ۲۶۶۱۔ و كتاب المغازی باب حديث الافك حديث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم كتاب التوبة باب فی حديث الافك و قبول توبة القاذف حديث ۲۷۷۰) غور فرمایا آپ نے کہ عائشہؓ کی بدنامی کی گھڑنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر صدمہ پہنچا۔ اور اس کے علاوہ جب تک حضرت عائشہؓ کے بارے میں وحی نہ اتری۔ سارا مدینہ نعل در آتش رہا۔ خوب یاد رکھیں کہ مسلمان کی آبروریزی ہلکی بات نہیں۔ کبھی بہتان کی آگ کو ہوا نہ دیں۔ بلکہ سرد کرنے کی کوشش کریں۔ (صادق)

۵ نیک' صالح' متقی' اور پرہیز گار لوگوں کو دنیا میں رنج وغم' اندوہ تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی ان خار دار وادیوں سے گزر کر پھر وہ قرب الٰہی کے ارم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ ان کے درجے بلند کر دیتا ہے۔

۶ عورتوں کے لیے پردہ کرنا ضروری ہے۔

۷ خاوند عورت پر اپنی ناراضگی ظاہر کر سکتا ہے۔

۸ عورت ناز' انداز' پیار اور مان کے بل بوتے پر بعض اوقات خاوند کو اگر سخت سست کلمات کہہ دے۔ تو شرعاً و اخلاقاً گرفت نہیں ہو سکتی۔ خاوند کو اس کی ناز برداری کرنی چاہیے۔

۹ عورت خاوند سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر جا سکتی ہے۔

۱۰ عورت پردے کے ساتھ ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

۱۱ خاوند اپنی عورت کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جا سکتا ہے۔

۱۲ عورتیں اپنے خاوندوں کی خدمت و مدد کے لیے ان کے ساتھ جہاد میں جا سکتی ہیں۔

۱۳ مسلمان کو دوسرے مسلمان کی برائی نہیں کرنی چاہیے۔

۱۴ بھولے بھٹکے مسلمان کی خیر خواہی کر کے اس کو گھر پہنچانا چاہیے۔

۱۵ مریض کی تیمارداری کرنا سنت پر عمل کرنا ہے۔

۱۶ فتنوں' فسادوں' اور طوفانوں کی آگ کو دبا دینا چاہیے۔

۱۷ مصیبت زدوں کو تسلی' اور دلاسا دینا مسلمانی کی نشانی ہے۔

۱۸ عورتیں زیورات کا استعمال کر سکتی ہیں۔ تاکہ اس زینت سے اپنے خاوندوں کو خوش کریں۔

۱۹ بعض اوقات مال کی حرص انسان کو پریشانی کے ورطہ میں گرا دیتی ہے۔

۲۰ مصیبت اور غم کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ انا للہ صرف موت کی خبر پر ہی پڑھنا آیا ہے۔ یہ ان کی کوتاہی علم ہے۔ آپ نے واقعہ افک میں اوپر پڑھا ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کو قافلہ سے بچھڑے ہوئے پا کر صفوان بن معطلؓ نے انا للہ الخ پڑھا تھا۔ یاد رہے کہ ہر رنج' افسوس' دکھ' درد' پریشانی' اور مصیبت کے لمحہ استرجاع کرنا چاہیے۔

۲۱ کسی پر تہمت اور بہتان کی خبر پھیل جائے' تو اس کی تحقیق۔ تفتیش' چھان بین کرنا۔ اور حقیقت تک پہنچنے کے لیے رشتہ داروں' عزیزوں اور دوستوں' اور نیک لوگوں سے مشورہ کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ ایسا کرنا سخن چینی میں داخل ہے۔

۲۲ جب کسی امر کے متعلق گواہی پوچھی جائے۔ تو جانب داریوں' اور دھڑے بندیوں سے بالاتر ہو کر

نہایت ایمان داری اور اخلاقی جرأت سے سچی شہادت دینی چاہیے۔

۲۳ خاوند کو اپنی بیوی سے نرمی' رواداری' تحمل اور حسن معاشرت سے پیش آنا چاہیے۔

۲۴ دشمنوں کے مقابلہ پر اپنے دوستوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۲۵ شہادت' ضرورت اور مصلحت کے وقت کسی کی تعریف واقعی اس کے روبرو کر سکتے ہیں۔

۲۶ ضرورت اور مصلحت کے وقت جھگڑا و نزاع مٹانے کے لیے اپنی صفائی' پاکیزگی' اور پاک دامنی بیان کرنا ضروری ہے۔

۲۷ مسرت اور فرحت وخوشی کے وقت تبسم ریز ہونا۔ یا ہنسنا معیوب نہیں ہے۔

۲۸ مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ رنج وغم اور سختی و دشواری کی شب تار' خوشی وشادمانی اور آسانی و کشائش کی سحر کے اجالے میں کھل جاتی ہے۔

۲۹ گناہ کا اعتراف کر کے پھر توبہ کرنا' خدا کی بخشش اور رحمت کا موجب ہے۔

۳۰ گنہگاروں اور عاصیوں کو اللہ کی رحمت اور بخشش سے مایوس نہیں کرنا چاہیے۔

۳۱ کرب' گھبراہٹ اور مہمات الامور میں خدا کی طرف رجوع اور فریاد کرتی چاہیے۔

۳۲ مشیت ایزدی' اور ارادہ خداوندی کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔

۳۳ معافی اور بخشش کے بعد دل میں کدورت (۱) نہیں رکھنی چاہیے۔

۳۴ مصیبت کے سمندر میں غم کی موجوں میں گھری ہوئی کشتی کو اللہ کے سوا کوئی پار لگانے والا نہیں ہے۔

(۱) حضرت حسان کے منہ سے بھی حضرت عائشہؓ کے متعلق نادرست بات نکل گئی تھی' اس لیے ان پر بھی حد قذف لگ گئی' اس کے بعد اگر کوئی حسانؓ کو برا کہتا تو سلطنت اخلاق کی ملکہ حضرت عائشہؓ بہت ناراض ہوتیں اور فرماتیں' تم اس شخص کو برا کہتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ شعر کہتا ہے۔

فَإِنَّ أَبِي وَ وَالِدَهُ وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

''میری اور میرے آباؤ اجداد کی آبرو محمد ﷺ کی آبرو پر قربان ہے''۔ (بخاری)

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف حدیث ۲۷۷۰)

اسی طرح مسطح بن اثاثہ بھی منافقوں کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر حضرت عائشہؓ کی شان میں نازیبا بات کہہ بیٹھے تھے۔ اور پھر اسی دروں سے پاک ہو گئے۔ یہ مسطح غریب اور مفلس آدمی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ ان کی مالی امداد کرتے رہتے تھے۔ واقعہ افک کے بعد حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے۔ مسطح نے افک میں حصہ لے کر ہمیں بہت ایذا دی ہے' اس لیے میں اللہ کی قسم اس کو ایک پائی تک نہ دوں گا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی:۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی =

اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں

واقعہ افک کے اسباق میں سے ایک بڑا سبق یہ بھی ملا کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ اگر جانتے تھے۔ تو پچاس دنوں تک حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں رنج وغم' اور سوچ بچار میں مبتلا نہ رہتے' حضرت علیؓ۔ حضرت اسامہؓ۔ حضرت زینبؓ اور بریرہؓ وغیرہ سے حالات کی تفتیش نہ کرتے۔ اور نہ ہی تمام اہل مدینہ اندوہ وغم' اور پریشانی سے پاٹوں میں پستے۔ اور حضرت عائشہؓ کے والدین......اور تمام رشتہ داروں کے زخم اضطراب پر' مرورایام بھی نمک پاشی کرتا۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ سورة النمل : ٦٥)

''تمام زمین اور آسمان والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا''۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ تو جو شخص یہ کہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے۔ تو وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اور واقعات کو جھٹلاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبریں رسول اللہ ﷺ کو (دینی اور دنیاوی مصالح کی بناء پر) بتائیں۔ اور حضور ﷺ نے انہیں بیان فرمایا۔ اس بیان فرمانے کو غیب کا جاننا نہیں کہتے۔

یہودی بڑے شرارتی تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے امتحاناً باتیں پوچھتے رہتے تھے۔ یا دوسروں سے پچھواتے تھے۔ ایک دفعہ امتحان کے طور پر آپ سے اصحاب کہف کا حال پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا......کل بتاؤں گا۔

= حديث الافك و قبول توبة القازف حديث ٢٧٧٠۔ یہ آیات سورۃ النور آیت نمبر ۲۲ ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿﴾ (پ ١٨ . النور)

''تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں (یعنی ابوبکرؓ وغیرہ) انہیں اس بات پر قسم نہیں کھانی چاہئے' کہ وہ (آئندہ) رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ کے مہاجروں سے احسان وسلوک نہ کریں گے انہیں معافی اور درگذر سے کام لینا چاہئے۔ (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھارے قصور معاف کرے اور (واقعی) اللہ بخشنے والا مہربان ہے''......

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا......اللہ کی قسم میری دلی آرزو ہے کہ خدا میرے قصور معاف کر دے......طبرانی میں ہے کہ پھر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس آیت کے نزول کے بعد مسطح کو پہلے سے دوگناہ دینا شروع کر دیا۔ (صادق)

المعجم الكبير للطبراني ١٢٩/٢٣۔ حديث ١٦٣۔ مجمع الزوائد كتاب المناقب باب حديث الافك ٢٧٨/٩۔ حديث ١٥٣٠٠۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی کذاب تھا۔

لیکن وحی نہ آئی۔کل گزر گیا۔اور پھر کئی دن گزر گئے۔آخر وحی آئی:۔

﴿وَلَاتَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ﴾

(سورۃ الکھف : ۲۳. ۲۴)

''اور کسی چیز کے متعلق مت کہیں کہ میں کل کروں گا۔مگر (یوں کہیں کہ) خدا چاہے تو۔''

غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے کافروں کے سوال کے جواب میں فرمایا۔کل بتاؤں گا۔اس خیال سے کہ وحی آ ہی جائے گی' لیکن وحی نہ آئی۔کافر چہ میگوئیاں کرنے لگے اور آپ کی نبوت پر حرف لانے لگے۔بالآخر وحی آئی' سارا قصہ اصحاب کہف کا بیان ہوا اور ساتھ ہی حضورؐ کو تاکید آئی کہ آئندہ انشاء اللہ کے بغیر کوئی قول واقرار نہ کیا کریں' اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں:۔ایک یہ کہ حضرت انور ﷺ غیب نہیں جانتے تھے' ورنہ ان کے سوال پر فوراً اصحاب کہف کا حال بتا دیتے۔دوسری بات یہ کہ حضور واقعی اللہ کے پیغمبر تھے کہ اصحاب کہف کا قصہ جب تک وحی سے معلوم نہ ہوا۔ بتا نہ سکے' اور کافر اس بات کو خوب جانتے تھے۔کہ حضور ﷺ کو اصحاب کہف کا حال معلوم نہیں۔ جبھی تو انہوں نے آپ سے پوچھا تھا۔کہ آپ بتا نہ سکیں گے۔اور پھر آپ کی کرکری ہوگی۔لیکن (وعدہ کا دن گزر جانے کے بعد) جب آپ نے بذریعہ وحی اصحاب کہف کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا۔تو آفتاب نبوت کی ضیاء باری سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور معاندین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

یہ بھی رحمت عالم ﷺ سے پوچھا گیا۔کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو ملک شام میں رہتے تھے۔ان کی اولاد مصر میں کیونکر آ گئی' اس کے جواب میں بھی اللہ نے سورہ یوسف نازل فرمائی' اور حضرت انور ﷺ کے علم غیب کی نفی اور نبوت کا اثبات ان الفاظ میں کیا:۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِیْنَ ۝﴾ (سورۃ الیوسف : ۳)

''ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعہ یہ (سورت) قرآن (کی) بھیج کر تم کو ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔اور تم اس (وحی کے نازل ہونے) سے پہلے (قصہ یوسف سے) بے خبر تھے۔''

حضور انور ﷺ کو اللہ کہہ رہا ہے۔کہ آپ سورۂ یوسف کے نازل ہونے سے پہلے قصہ یوسف سے بے[1]

(۱) وفد بنو المنتفق حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وفد کے سردار حضرت عاصم بن لقیط نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔مَا عِنْدَکَ مِنْ عِلْمِ الْغَیْبِ حضور کیا آپ غیب جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لَعَمْرُ اللّٰهِ اِعْلَمْ اَنِّیْ اَبْتَغِی السَّقْطَةَ ابدیت خداوندی کی قسم! مجھے تو گری پڑی چیز بھی ڈھونڈنی پڑتی ہے۔(زاد المعاد) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ (صادق)

زاد المعاد ۴/۵۵ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت بحوالہ زوائد عبداللہ بن احمد ۴/۱۴۔۱۳۔ سنن ابو داؤد =

خبر تھے۔ بے خبر ہونا علم غیب کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ تو پھر قصہ یوسف کی تفصیل آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟ بذریعہ وحی! تو جس پر وحی اُترے۔ وہ کون ہوتا ہے؟ پیغمبر! معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اکرم اللہ کے برحق پیغمبر تھے۔ اور غیب نہ جانتے تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام جب چھوٹی بچی تھیں۔ تو ان کی کفالت کے متعلق جھگڑا پڑ گیا کہ انہیں کون پالے۔ دو دمانِ طاہر کی اس طالعمند بچی کی پرورش کے لئے ہر کوئی بے تاب نظر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نزاع کو یوں ختم کیا۔ کہ سب اُمیدواروں کو حکم دیا۔ کہ وہ تورات لکھنے والے قلموں کو بہتے پانی میں ڈال دیں۔ جب سب نے اپنے اپنے قلم پانی میں ڈالے تو سب کے قلم پانی کے بہاؤ پر بہنے لگے۔ لیکن حضرت زکریا کا قلم اُلٹا بہ نکلا۔ اس پر حضرت مریمؑ ان کی کفالت میں دے دی گئیں۔ اب ہزاروں سال پرانے واقعہ کو اللہ نے قرآن میں بیان کر کے فرمایا۔

﴿ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ﴾ (سورۃ آل عمران : ۴۴)

''یہ حضرت زکریا اور مریم کی باتیں غیب کی خبریں ہیں۔ جو بذریعہ وحی (اے محمد ﷺ) ہم تم کو پہنچاتے ہیں۔''

﴿وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ﴾ (سورۃ آل عمران : ۴۴)

''اور تو ان کے پاس موجود نہ تھا۔ جب وہ لوگ اپنے قلم (نہر میں) ڈال رہے تھے۔ کہ کون (قلم اُلٹا بہنے کی نشانی پر) مریم کا سرپرست بنے۔ اور نہ تم ان کے پاس اس وقت موجود تھے۔ جب کہ (بیت المقدس کے سردار) آپس میں جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران)

ناظرین کرام! اِس آیت سے بھی حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کے اِنتفا اور رسالت کے اثبات کی دلیل ملتی ہے۔ اللہ نے صاف کہا ہے' کہ یہ غیب کی خبریں بذریعہ وحی ہم تم کو پہنچاتے ہیں۔ ان لوگوں کے جھگڑنے' اور قلموں کو پانی میں بہانے کے وقت تو وہاں موجود نہیں تھا۔ جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے۔ کہ تو غیب دان نہیں۔

= کتاب الایمان والنذور باب فی یمین النبی ﷺ ما کانت حدیث ۳۲۶۶۔ کتاب السنة ابن ابی عاصم ۵۳۶۔۵۲۳ کتاب التوحید ابن خزیمه صفحه ۱۹۰۔۱۸۶۔۱

المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۲۱۳۔۲۱۱ حدیث ۴۷۷۔ مستدرك حاکم کتاب اموال ۴/۶۰۵ حدیث ۸۶۸۳ طبع جدید طبع قدیم ۴/۵۶۱۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ یہ حدیث بڑی جلیل ہے اس کی عظمت وجلالت اور شان وشوکت اس کا اعلان کرتی ہے کہ یہ مشکوٰۃ نبوت سے صادر شدہ ہے۔ مشہور محدث ابوعبداللہ بن مندہ نے کہا ہے کہ کسی (محدث) نے بھی اس حدیث کا انکار نہیں کیا اور نہ سند میں کلام کیا ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اسے تسلیم وقبول کے طریقہ پر روایت کیا ہے اور اس حدیث کا انکار صرف وہی کرتا ہے جو جھگڑالو جاہل یا کتاب وسنت کا مخالف ہے۔ محقق العصر علامہ حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ تعالیٰ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں بلحاظ سند صحیح یا حسن ہے۔ راقم الحروف کے نام خط (غیر مطبوعہ) ۲۰۰۳۔۵۔۲۲

جو ہزاروں سال قبل کی سرگذشت جانتا ہو۔ بلکہ تو میرا سچا رسول ہے۔ جو بذریعہ وحی ماضی اور مستقبل کی خبریں لوگوں کو سناتا ہے۔

ایسے واقعات قرآن اور حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جناب خاتم النبیین' رحمت للعالمین' شفیع المذنبین' پیغمبر آخر الزماں' رسول دوراں' ہادی بحروبر' پیشوائے اسود و احمر حضرت محمد ﷺ بغیر وحی (۱) کے امور غیبیہ پر مطلع ہوتے تھے پس ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہئے۔ کہ غیب سوائے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔

ایک مردِ مومن نے کیا اچھا کہا ہے۔

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار
ہر کہ گوید من بدانم تو ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

رسولِ اللہ ﷺ کو غیب دان جاننے کے متعلق حنفی مذھب کا فتوی

برادرانِ احناف کے نزدیک جو مرتبہ کتاب فقہ اکبر کا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ کتاب عقائد سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عقائد پر ہی ایمان اور مسلمانی کا دار و مدار ہے۔ شرح فقہ اکبر میں رسول اللہ ﷺ کو غیب دان جاننے کا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر آئی ہے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

((صَرَّحَ عُلَمَاءُ نَا بِالتَّكْفِيرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ)) (شرح فقہ اکبر)

حنفی مذہب کی ایک اور نہایت معتبر کتاب بحر الرائق کا فتوی ملاحظہ ہو۔

((وَيَكْفُرُ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ))(بحر الرائق)

"وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے۔"

(۱) اس سے بڑھ کر اللہ کے ساتھ اور گہرا تعلق کیا ہو سکتا ہے؟ کہ بذریعہ وحی اللہ نے آپ کو بے شمار خبریں بتائیں' آپ کی شان کی فلک العلائی اور مرتبے کی کہکشاں گیری اس سے آگے کیا ہے؟ کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم : ۴۔۳) کے ارشاد باری تعالیٰ نے آپ کی زبان کے ہر ہر لفظ (حدیث) کو وحی کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ ان حالات میں ہم صدق دل سے شہادت دیتے ہیں کہ "بعد از خدا بزرگ توئی" "بنی آدم میں آپ ہی کی ذات پاک ہے۔ (محمد صادق)

غیبت غیر محرمہ

غیبت گناہ ہے۔ حرام ہے' اور مانع بہشت ہے۔ اس سے پہلے آپ چغلی کی مذمت اور برائی میں بہت سی حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ سخن چینی کی خوفناک بدیوں' نحوستوں اور نقصانوں کا ذکر بھولے نہیں۔ بیشک غیبت بڑی زبون ہے۔ اور اس سے ہر حال میں عذر واجب ہے۔

غیبت غیر محرمہ کا عنوان دیکھ کر آپ سوچیں گے' کہ غیبت تو حرام ہے۔ یہ غیبت غیر محرمہ کیسی ہے۔ یعنی کوئی ایسی غیبت بھی ہے۔ جو حرام نہ ہو بلکہ جائز' اور اس کے کرنے کی اجازت ہو۔ جی ہاں! ایک غیبت ایسی بھی ضرور ہے جو حرام نہیں ہے۔ اور اس کے کرنے کی شرعاً نہ صرف اجازت ہی ہے۔ بلکہ ضرورت بھی ہے۔ جب آپ ایک قسم کی سخن چینی کے جواز کا حال معلوم کریں گے۔ تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ اسلام واقعی عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں کوئی خامی نہیں ہے۔ اس نے تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ اور کسی مسئلہ کو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ غیبت محرمہ کے متعلق قرآن کہتا ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات : ١٢)

''اور کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے (ہرگز نہ چاہو گے بلکہ) تم ضرور اسے ناپسند کرو گے۔''

اس آیت میں غیبت کی ممانعت' اور برائی بیان کی گئی ہے' بلکہ مسلمان کی غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا گیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ط (سورة النساء : ١٤٨)

''اللہ پسند نہیں کرتا کسی کی بری بات کو پکار کر کہنا۔ کسی کے عیب کو ظاہر کرنا۔ مگر وہ شخص جس پر کسی نے ظلم کیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کی باتوں کو سننے والا اور سب کی نیتوں کو جاننے والا ہے۔''

غیبت کے جواز کی صورتیں

اس آیت میں مظلوم کو اجازت دی گئی ہے۔ کہ ظالم کے مظالم بیان کرے' اور ظاہر ہے کہ مظالم بھی بدیاں اور برائیاں ہی ہوتی ہیں۔ مختلف قسم کے عیب اور گناہ ہی ہوتے ہیں۔ پس ظالم کی غیبت روا ہوئی۔ مظلوم اس کے عیبوں' گناہوں' بدیوں اور برائیوں کو اگر چاہے۔ تو لوگوں سے کہہ سکتا ہے تاکہ لوگ اس کی حمایت پر کمر بستہ ہوں' اور ظالم کو ظلم کرنے سے باز رکھ سکیں۔ نیز عام لوگوں کو بھی پتہ چل جائے' کہ فلاں شخص ظالم ہے۔ اس نے زید کے روپے مار

لئے ہیں۔ بکر کی امانت ہضم کر گیا ہے۔ محمود کو مشترکہ تجارت میں جل دے گیا ہے۔ ظلم کا مفہوم اور اطلاق بڑا وسیع ہے۔ وَضعُ الشَّیئِ فِیْ غَیرِ مَحَلِّہٖ ظلم کی تعریف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے محل سے ہٹا کر رکھنا۔'' اس تعریف کی رو سے ہر وہ کام' وہ سلوک' وہ برتاؤ' وہ معاملہ' وہ رویہ' تمدنی' معیشی' معاشرتی' اخلاقی اور مذہبی زندگی کے دائرہ میں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو۔ یقیناً ظلم ہے اور اسی ظلم کو ظالم کا نام لے کر بلا مبالغہ بیان کرنے کی قرآن کی طرف سے رخصت ہے۔ تاکہ ایسے ظالم سے دوسرے لوگ بچ سکیں۔ اور محتاط رہیں۔ یہ غیبت یعنی ظالم کی غیبت حرام نہیں ہے۔ کہ اس غیبت سے مقصود اپنا بچاؤ' اور دوسروں کی خیر خواہی ہے۔

جس غیبت میں دینی مصلحتیں' بھلائیاں' اور مسلمانوں کی خیر خواہیاں مضمر ہوں۔ وہ غیبت نہ صرف روا ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ اسماء الرجال ایک مستقل فن ہے۔ اس میں حدیث کے راویوں پر جرح قدح کی گئی ہے۔ ان کے جوئے حیات کے آبِ رواں کو تنقید کی صافی میں چھان کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ راویوں کے عیب بیان کرنا واقعی ثواب ہے۔ ثواب اس طرح ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل نے جس راوی کے متعلق یہ ثبوت بہم پہنچا دیا۔ کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ یا خائن تھا یا داد وستد' اور لین دین کا کھرا نہ تھا۔ تو پھر لامحالہ اس کی روایت نہ لی جائے گی۔ تو راوی کے ان عیبوں کو بیان کرنے سے دِین کو یہ فائدہ پہنچا۔ کہ وہ ایک جھوٹے کی روایت سے محفوظ ہو گیا۔ گواہ کے غیر معتبر اور جھوٹا ہونے سے شریعت کی ٹکسال ایک کھوٹا سکہ ڈھالنے سے بچ گئی۔ دیکھا راوی کی غیبت سے دِین کی کس قدر بہتری ہوئی' رجال اور اسانید کے دفاتر میں راویانِ حدیث' بزرگانِ دین اور محدثین ومجتہدین پر ائمہ جرح نے ایسی کڑی تنقید کی ہے۔ کہ ان کی زندگی کے حالات بلا کم وکاست دُنیا کے سامنے آ گئے ہیں۔ مولانا حالی فرماتے ہیں۔

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا' نہ صوفی کو چھوڑا

پس جب سلف صالحین تک کے مناقب چھانے گئے' مشائخ کے قبحوں' اور ائمہ کے داغوں کو منظر عام پر لایا گیا۔ ہر پرہیز گار کی پرہیز گاری کا طلسم توڑنا دین کی خدمت سمجھی گئی۔ اور ہر ملا' صوفی' شیخ' درویش' قاضی' مفتی' مدعی کے نقدِ حیات کو بجایا۔ اور پرکھا گیا۔ تو اس سے لازم آیا کہ ہم بھی مولویوں' پیروں' گدی نشینوں' واعظوں' خطیبوں' مفتیوں' درویشوں' صوفیوں' ہادیوں' مرشدوں کی زندگی کا جائزہ لیں۔ ان کے تقدس کے عبا دھوئیں۔ اور پھر ان میں سے جو کوئی فی الواقع نیک' صالح' مخلص' متقی' حلال خور' اخلاق کا مجسمہ' کتاب وسنت کی شمع کا پروانہ ثابت ہو۔ ضرور ضرور اس کی صحبت کی اکسیر سے مس عیب کو سونا بنائیں۔ اس کی خاک پا کے کحل الجواہر کو آنکھوں میں لگائیں۔ اس کے ظل حیات کو سایہ ہما پر ترجیح دیں۔ اور ادب واحترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ اتنی چھان بین کی ضرورت اس لئے

پڑی۔ کہ یہ لوگ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں۔ اگر ان کے اعمال صالح اور درست ہیں۔ تو بیشک یہ جائز وارث ہیں۔ اور بے حد عزت کے لائق ہیں۔ اور اگر بد کردار اور ظالم ہیں۔ شرک اور بدعت کی تعلیم دیتے' غلط مسائل بتاتے' دین فروشی کرتے' جھوٹ بولتے' دھوکہ دیتے' اور اخلاقی امراض کا شکار ہیں۔ تو پھر یہ ہرگز رسول اللہ ﷺ کی مسند پاک کے لائق نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ دِین پر ظلم کرنے والے ہیں' اور مسلمانوں کو اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کا حکم ہے' اگر ایسے موقع پر خاموشی اختیار کی جائے۔ تو دین رسوا' اور مسلمان گمراہ ہو جائیں گے پس ایسے علماء و مشائخ کی مذہبی قزاقیوں' تاریک خلوتوں اور دجل و فریب کے ہمرنگ زمیں جالوں کی حقیقت کو منظر عام[1] پر لانا دینی مصلحت کا اقتضاء ہے۔

علامہ عمادالدین ابن کثیرؒ قرآن مجید کی متذکرہ صدر آیت ...... **وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ط** کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے ہیں۔

((وَالْغِيْبَةُ مُحَرَّمَةٌ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يُسْتَثْنٰى مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا مَارَجَحَتْ مَصْلِحَتُه كَمَا فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ وَالنَّصِيْحَةِ))[2]

''غیبت کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ مگر جہاں (دینی) مصلحت مقتضی ہو (وہاں ضروری ہے) جیسے حدیث کے راویوں پر جرح وتعدیل ہے۔ اور جہاں عام مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب ہو۔''

اب ہم مصلحت کے تقاضوں' مسلمانوں کے فائدوں اور انکی خیر خواہی کے لئے (خاص ضرورت کے وقت) غیبت کی رخصت سنت سے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت فاطمہ بنت قیسؓ حاضر ہوتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ حضور ﷺ معاویہؓ اور ابوجہمؓ نے مجھ سے نکاح کرنے کے لئے پیغام بھیجا ہے۔ (مجھے مشورہ دیجئے۔ کہ دونوں میں سے کس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کروں؟)

حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ وَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِه)) (مسلم)[3]

''(فاطمہ سن)! معاویہ تو مفلس بے زر آدمی ہے۔ اور ابوجہم بہت مارنے پیٹنے والا ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے معاویہ اور ابوجہم کے عیبوں کو فاطمہ بنت قیس کی بہی خواہی کی خاطر ظاہر کر دیا۔ تاکہ وہ دونوں کی عادات سے واقف ہو کر اپنے مستقبل پر غور کر لے' اگر رحمتِ عالم ﷺ دونوں میں سے ایک کے فقر و فاقہ'

(۱) صرف اس نیت سے بلا مبالغہ منظر عام پر لائیں۔ کہ مسلمان ان حضرات سے بچیں۔ اگر نفسانی خواہشوں کی بنا پر ایسا کریں گے تو نیکی برباد گناہ لازم آئے گا۔ اور اگر کسی عالم یا بزرگ پر بہتان لگائیں گے تو سیدھے جہنم میں جائیں گے۔ (صادق)

(۲) تفسیر ابن کثیر (اردو) ۱۸۶/۵۔ طبع جدید مع تخریج طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة البائن لانفقة لها حديث ۱۴۸۰۔

اور دوسرے کی سختی طبع کو ظاہر نہ کرتے۔تو فاطمہ بنت قیس دونوں میں سے کسی ایک کے حبالہ نکاح میں آ کر زندگی اجیرن بنا لیتیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جس غیبت سے مسلمان کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور ضرر سے بچ جائیں‘ وہ غیبت روا ہے‘ اور بعض حالات میں تو غیبت واجب ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کے قتل کی سازش یا کسی کو زہر دینے یا چوری یا ڈاکہ رہزنی اور اغواوغیرہ کا (قبل از وقت) علم ہو جائے تو مسلمانوں کی جان مال اور آبرو کو بچانے کے لئے انہیں ایسی خطرناک صورتوں سے فوراً آگاہ کرنا چاہیئے۔پس یہ آگاہ کرنا ہی غیبت ہے۔اور اس غیبت کی ضرورت اور اہمیت کو آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اگر کوئی فاسق فاجر‘ شریر فسادی اور خطرناک انسان ہو۔تو اس کی برائی سے بہ تقاضائے مصلحت لوگوں کو آگاہ کر دینا غیبت محرمہ میں داخل نہیں ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے کی اِجازت چاہی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

((اِئْذَنُوْا لَه بِئْسَ اَخُوا الْعَشِيْرَةِ))

’’آنے دو اسے یہ آدمی(۱) بہت ہی برا(۲) ہے اپنی قوم میں۔‘‘(۳)

رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنے اور آنے جانے والے بڑے نیک‘ بڑے صالح‘ نہایت معتبر اور شریف اِنسان سمجھے جاتے تھے۔ان کی دیانت‘ آدمیت‘ راستی‘ ایمانداری اور اِعتماد کا لوہا دشمن بھی مانتے تھے۔جس شخص کو آپ نے اپنی مجلس اور صحبت میں آنے کی اِجازت بخشی‘ وہ چونکہ آپ کے دوستوں‘ یاروں اور صحبت کا فیض پانے والوں کی سی

(۱) یہ شخص عینیہ بن حصن تھا‘ اپنی قوم کا رئیس۔لیکن نہایت بدخلق اور بڑا سنگ دِل اِنسان تھا حضرت انور ﷺ کی زندگی میں بھی دین اور ایمان کی خرابیاں اور بربادیاں اس سے ظہور پذیر ہوئیں رحمت دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد وہ مرتد ہو گیا۔پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قیدی بن کر آیا۔اور پھر سے مسلمان ہو کر مرا۔رسول اللہ ﷺ نے جو اس کو برا کہا۔تو صرف اس لئے کہ لوگ اس کی جان پہچان کر لیں۔اور اس کے دھوکہ اور فریب میں آ کر دِین یا دُنیا کا نقصان نہ اُٹھائیں‘ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے آپ نے اُمت کی بہتری‘ بہبودی کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا‘ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں رسالت کی شمعیں روشن ہیں۔(صادق)

(۲) امام ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں عَلٰى كُلِّ مَنِ اطَّلَعَ عَلٰى حَالِ شَخْصٍ نَصِيْحَتُه (فتح الباری) ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کسی شخص کی برائی سے واقف ہے اور خوف ہو کہ کوئی شخص اس کی ظاہری درستگی اور آراستگی پر فریفتہ ہو کر اس کے فریب میں نہ آ جائے تو خیر خواہی کی نیت سے اسے آگاہ کرے‘ ایسا کرنا حرام غیبت میں داخل نہیں۔(فتح الباری)

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب حدیث ۶۰۵۴۔صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب مداراة من یتقی فحشه حدیث ۲۵۹۱۔

نیکیوں' خوبیوں اور حسنِ اخلاق سے عاری تھا۔ بلکہ اس کی زندگی کا سنسان مفاسد کے خارِ مغیلاں سے ہنوز پٹا پڑا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اسے قوم کا بڑا برا آدمی کہہ کر عوام کو ہوشیار کر دیا کہ میرے صحابہؓ کی طرح مجسمہ اخلاق سمجھ کر کوئی اس کے بھرے میں نہ آ جائے۔ دِین اور دُنیا کے کسی امر میں دھوکا نہ کھا جائے۔ گویا حضور انور ﷺ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سبق دیا کہ وہ اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کی غرض اور انہیں شر سے بچانے کی نیت سے' عیار پیروں' دیناری مولویوں' بدعتی واعظوں' جاہل صوفیوں۔ بگلا بھگت چہروں' دِین فروشوں' ایمان کے کیسہ بروں' سالوسی گڈریوں مکر کے خرقوں' سیاہ کار قباؤں' شرک زا عباؤں' اخلاقی دیوالیوں۔ گندم نما جو فروشوں' ''حضرتوں'' کذابوں' فریبیوں' بدعہدوں۔ کم ماپنے تولنے والوں' اور خائنوں کی (اللہ کے خوف سے کانپ کر سچ سچ) نشان [1] دہی کر دیا کریں۔ اور وہ ایسے لوگوں کی پتے کی سنانے میں غیبت محرمہ کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

طبرانی کبیر میں حضرت انور فرماتے ہیں:

((لَيْسَ لِفَاسِقٍ غِيْبَةٌ)) (طبرانی) [2]

''(دینی مصلحتوں' ضرورتوں اور مسلمونوں کی خیر خواہی کی غرض سے) فاسق کی برائیاں بیان کرنی غیبت نہیں ہے۔''

مجمع الزوائد میں معاویہ بن جیدہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

((خَطَبَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَتّٰى مَتٰى تَنْزِعُوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ اهْتِكُوْهُ حَتّٰى يَحْذُرَهُ النَّاسُ)) (مجمع الزوائد) [3]

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ آخر کہاں تک اور کب تک تم بدکار لوگوں (اور سیاہ کار علماء' مشائخ' حکام' وزراء' رؤسا) کی برائیوں کو منظر عام پر لانے سے رُکے رہو گے؟ (دینی مصلحتوں اور عوام کی بہبودی کے لئے) ان کے پردے چاک کر دو تا کہ لوگ اُن (کی سیاہ کاریوں) سے ہوشیار ہو کر

---

(۱) یعنی ایسے لوگوں کی پہچان کرانے میں صرف ایک آدھ بار بالحکمت اظہار ہی کافی ہے نہ کہ صبح سے شام تک ہمیشہ سخن چینی اور عیب گوئی کو وطیرہ ہی بنالیا جائے۔ کہ ایسا کرنے سے فتنہ و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے' اور نہ ہی شارع علیہ السلام کا یہ مقصد ہے۔ کہ غیبت مباح کو پیشہ بنالیا جائے۔ (صادق)

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی ۴۱۸/۱۹ حدیث ۱۰۱۱ مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب العلم باب فی الکلام فی الرواۃ ۲۰۰/۱ حدیث ۶۶۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو باطل کہا ہے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعۃ ۵۳/۲۔ حدیث ۵۸۴۔

(۳) مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب العلم باب فی الکلام فی الرواۃ ۱۹۹/۱ حدیث ۶۶۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۴۱۸/۱۹ حدیث ۱۰۱۰۔ المعجم الاوسط للطبرانی ۳۱۴/۳ حدیث ۳۳۷۲۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۳۵۷/۱ حدیث ۵۹۸ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۵۲/۲۔ حدیث ۵۸۳۔

اپنا بچاؤ کر لیں۔'' (مجمع الزوائد)

ملاحظہ:۔ یہ بات یاد رہے کہ کسی کے ذمہ کوئی بدی گھڑ کر لگانا جہنم کے شعلوں کی لپیٹ میں آنا ہے۔ اور جو بدیاں اور برائیاں فی الواقع کسی میں پائی جائیں۔ وہ دو اور دو چار کی طرح درست ثبوت اور دوپہر کے سورج کی مثل روشن تحقیق کے ساتھ دُنیا کے سامنے رکھ دو۔ جبکہ دینی اور قومی مصلحتیں اور عوام الناس کی فلاح و بہبود ان کے اِظہار و بیان کا تقاضا کریں۔

''ان کے پردے چاک کر دو''

اس فرمان نبوی میں یہ حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ جب مسلمان بدی سے پردوں کی چاکی کی تخویف سنیں گے تو پھر ہر پیر اور مرید' امام' اور مقتدی' استاد اور شاگرد' واعظ اور سامع' آقا اور نوکر' راعی اور رعایا' چھوٹا اور بڑا' عورت اور مرد' اور ہر کہ ومہ بدکاری کے تصور سے کانپ اُٹھیں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پردے پھاڑ دیئے جائیں گے اور رسوائی ان کا منہ کالا کر دے گی۔ تو پھر وہ لامحالہ اپنے دامن کو آلودہ گناہ نہ کریں گے۔ مبادا کوئی چاک کر دے۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری اپنی مایہ ناز کتاب تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں۔

((وَهٰذَا كُلُّه اِذَا لَمْ يَكُنْ فِي النَّقْلِ مَصْلِحَةٌ شَرْعِيَّةٌ وَاِلَّا فَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ اَوْ وَاجِبَةٌ)) (تحفۃ الاحوذی)

''اور اِدھر کی بات اُدھر' اور اُدھر کی بات اِدھر پہنچانے (یعنی غیبت کرنے) میں جو مذمت حدیث میں آئی ہے' وہ اس صورت میں ہے۔ جبکہ پہنچانے میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو۔ اور اگر شرعی مصلحت ہو۔ تو پھر حرام نہیں' بلکہ مستحب یا (بعض اوقات) واجب بھی ہو جاتی ہے۔''

((كَذَا مَنْ اَخْبَرَ الْاِمَامَ اَوْ مَنْ لَّه وِلَايَةٌ يَّسِيْرَةٌ نَّائِبَةٌ مَّثَلًا فَلَا مَنْعَ عَنْ ذٰلِكَ)) (تحفہ الاحوذی)

''اسی طرح بادشاہ حاکم نائب متولی کو ان کے عملہ کی باتیں پہنچانی منع نہیں ہیں۔ اور یہ کام غیبت محرمہ میں داخل نہیں۔''

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ قوم' ملک' اِسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے جاسوسی' اور خبر رسانی بھی جائز ہے' خود حضور انور ﷺ نے خندق کے دِن حضرت زبیرؓ کو خبریں معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا۔[1] اور امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

((وَكَانَتْ تَكُوْنُ لِعُمَرَ الْعُيُوْنُ فِيْ كُلِّ جَيْشٍ))

''اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام لشکروں میں (خبریں حاصل کرنے کے لئے) جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔''

---

(۱) صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب حدیث ۴۱۱۳۔

الحاصل دینی، شرعی، قومی، ملکی اور عام مسلمانوں کی بہتری، بھلائی، خیر خواہی اور بہبودی کے مواقع پر غیبت کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

ہاں وہ غیبت جو کسی کو صرف بدنام اور رسوا کرنے کی خاطر ہو۔ شغل کے طور پر لوگوں کی بدیاں اور برائیاں بیان کی جائیں۔ فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لگائی بجھائی کریں۔ مسلمانوں کے عیب بے مقصد بیان کر کے لڑائی جھگڑے کی بنیاد رکھیں۔ ان کو صرف حقیر، اور ذلیل کرنے کے لئے سخن چینی کریں۔ بے شک یہ غیبت حرام، کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والی ہے۔ ایسی چغل خوری کے کبھی نزدیک نہ پھٹکیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ اسے روکنے کی کوشش کریں۔ غیبت حرام کے احکام تفصیل سے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر انہیں مطالعہ کریں۔ اور مسلمانوں کی بے مقصد پردہ دری، اور عیب گوئی کی پاداش کے تصور سے لرز جائیں۔

ظلم کی تاریکیاں

خرابی	زبیداد	بیند	جہاں
چوبستان	خرم	زباد	خزاں

(سعدی)

ظلم ضد عدل ہے۔ لغت میں ظلم کے معنی ہیں وَضْعُ الشَّیِٔ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ ''کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔ اس کا تجاوز کرنا حد محدود سے۔'' واقع ہونا ساتھ زیادتی یا نقصان کے۔ بے جا، بے وقت، بے موقع، بے محل کسی امر کا پیش آنا۔ اور یہی مفہوم شریعت میں کارفرما ہے۔ کہ ظلم اس کام کو کہتے ہیں۔ جو محل شرعی اور وجہ شرعی سے تجاوز کرے، ظلم کے برعکس عدل کہتے ہیں۔ وَضْعُ الشَّیِٔ فِیْ مَحَلِّہٖ ''چیز کو اس کے محل اور ٹھکانے پر رکھنا۔'' اس کا واقع ہونا بغیر زیادتی یا نقصان کے۔

ہر چیز اپنے اصل محل اور مقام پر پہنچ کر درست، مفید، اور کارآمد ہوتی ہے۔ اور بے ٹھکانا ہو کر نقصان دہ بن جاتی ہے۔ گھڑی کی حالت پر ہی غور کیجئے۔ کہ اگر اس کے تمام پرزے اپنے اپنے محل پر ہوں گے تو مشینری چلے گی۔ اور گھڑی صحیح وقت دے گی۔ لیکن وہی پرزے اگر بے محل رکھ دیئے جائیں۔ تو مشینری بے کار اور وقت ناپید ہو جائے گا۔ اسی مثال پر تمام امور کو قیاس کر لیجئے۔ کہ عدل جہان میں ہر چیز کی صحت و سلامتی اور قیام و حیات کا باعث ہے اور ظلم فساد و بگاڑ، اور تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تمام اوامر کی بنیاد عدل پر ہے۔ اور سب نواہی ظلم بردوش ہیں۔ جس قدر عدل بڑھتا ہے، ظلم گھٹتا ہے اور ظلم کی زیادتی سے عدل میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ظلم کا ارتکاب تو درکنار، ظلم کی طرف رجحان و میلان کی بھی سخت ممانعت کر دی گئی ہے کہ اگر تم ظلم کی طرف جھکو گے بھی تو آتش دوزخ کے شعلے تمہیں آلیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (سورة هود : ۱۱۳)

''اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف کہ ظلم کرتے ہیں۔ پھر آ لگے گی تم کو بھی آگ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار پھر (ظالموں کی طرف جھکنے کی صورت میں) تم مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَرْكَنُوْٓا کے حکم سے ظلم کی طرف رغبت' رجحان' خمیدگی' اور میلان قطعاً حرام کر دیا ہے۔ رکون کے معنی ہیں۔ تھوڑا سا جھکاؤ کسی چیز کی طرف خفیف اور ہلکا سا رجوع' میلان اور رغبت کرنا۔

اس حکم الٰہی سے معلوم ہوا کہ ظلم کا واضح اور پورے طور پر ساتھ دینا تو رہا ایک طرف۔ صرف ظالم کی طرف خمیدگی' رغبت' اور جھکاؤ ہی عذاب کے لئے کافی ہے۔ اعاذنا اللّٰه منه.

پھر جن ظالموں کی طرف جھکنے اور راغب ہونے سے اللہ نے متنبہ فرمایا ہے اور ڈرایا ہے۔ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ یہ ظاہر ہے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (سورة لقمان : ۱۳)

کہ شرک بڑا ظلم ہے' کیونکہ مشرک عبادت کو جو صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ اسے غیر اللہ کے لئے ثابت کرتا ہے۔ بے ٹھکانے عبادت کرتا ہے۔ اللہ کا حق چھین کر غیر اللہ کو دیتا ہے۔ اللہ کی قولی' بدنی' مالی' عبادت میں غیروں کو شریک کرتا ہے۔

پس قرآن اور حدیث میں جتنی اقسام بھی شرک کی بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب کی سب ظلم ہیں اور ان کی طرف رکون و میلان یا ان کی وقایت و حمایت نکال و وبال سے خالی نہیں' ان تمام اقسام شرک کے مرتکب بڑے ظالم ہیں' اور ان ظالموں کی طرف خدا تعالیٰ نے رغبت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش کو معبود بنانے سے بھی قرآن مجید میں منع کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (سورة الفرقان : ۴۳)

''کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ پکڑا اس نے معبود اپنا خواہش اپنی کو۔''

ہوا۔ یعنی خواہش کی معبودیت یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام و فرامین کے خلاف خواہش کو پورا کرنا۔ قرآن و حدیث کے برعکس نفس کو ماننا۔ شریعت مطہرہ مقدسہ کے مقابلہ میں اپنے دل کے اشارہ پر سر تسلیم خم کر دینا واضح رہے۔ کہ یہ نفس کی اطاعت بھی وسط اور عدل کی ضد ظلم ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

((لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوٰہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ))(بخاری شریف)[1]

''تم میں کوئی بھی (پورا) مومن نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع ہو۔''

یعنی جب تک مومن (ایمان کا دعویدار) اپنی تمام خواہشات کو اللہ اور رسول (ﷺ) کے احکام کے تابع نہ کرے وہ ہرگز مومن نہیں بن سکتا۔

معلوم ہوا کہ کتاب وسُنت کے مقابلہ میں خواہش کی پیروی کرنے والا خواہش کا پجاری ہے۔ پھر خواہش کی پوجا کیا ظلم نہیں ہے؟ اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ صرف شرک اور کفر ہی ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ہر نافرمانی ظلم ہے۔

ظلم کے افعال

یاد رہے کہ شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں' امر اور نہی' امر وہ کام ہے جس کے کرنے کو کہا گیا ہے۔ پس تمام اوامر عدل ہیں اور نہی اس کام کو کہتے ہیں۔ جس کے کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ پس تمام نواہی' اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانیاں ظلم ہیں۔ پھر کل اقسام شرک' کفر' بدعت' فسق' فجور' بدی' بدکاری' جھوٹ' فریب' مکر' دھوکا' بددیانتی' خیانت' جنبہ داری' حق تلفی' خویش نوازی' ناجائز سفارش' رشوت ستانی' بدعہدی' بدمعاملگی' جھوٹے مقدمے' باطل امارتیں' جعلی بیت المال' بے اصل دار الاسلام' کرایہ کی دار الامان خانہ ساز نبوتیں۔ پیری مریدی کے پیشے' پیشہ ورانہ مسندیں' قوم ملک اور حکومت کی غداری' ہاتھ اور زبان کی ہر قسم کی ایذائیں' مسلمانوں کی بدخواہی' تجارت اور لین دین میں دغابازی' مسائل اور فتاویٰ کی تحریف' سطور قرآنی کی چلیپائی' تمام اوامر الٰہی کا عدم امتثال' اور نواہی الٰہی کا ارتکاب ظلم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطْغَوْا ط اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾(سورہ ھود ۱۱۲:)

''پس سیدھا رہ (اِسلام کی راہِ عدل پر اے پیغمبر)! جیسا تُم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ بھی (عدل پر قائم

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث ۱۶۷۔ شرح السنۃ للبغوی ۱/۲۱۳۔۲۱۲۔ حدیث ۱۰۴ کتاب السنۃ ابن ابی عاصم ۱/۱۲حدیث ۱۵۔ ذم الھوی لابن جوزی صفحہ ۲۳۔۲۲۔ المدخل الکبیر للبیھقی حدیث ۲۰۹ تاریخ بغداد ۴/۳۹۶حدیث ۲۲۳۹۔ الاربعین نووی حدیث ۴۱۔ کتاب الکبائر لذھبی صفحہ ۱۰۹۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ہشام بن حسان مدلس ہے اور وغیرہ مجہول ہے۔

رہیں) جو (شرک و کفر سے توبہ کر کے) تیرے ساتھ (ہوئے) ہیں اور (خبردار) حد (اعتدال) سے نہ بڑھو۔ بیشک جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ احکامِ باری تعالیٰ پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ جادہ مستقیم پر پوری حزم و احتیاط سے چلو۔ اپنی تمدنی معیشی' معاشرتی' اور اخلاقی زندگی کتاب وسنت کے مطابق بسر کرو۔ کہ یہی ظلم سے بچنے کی راہ عدل ہے۔ اور کسی بھی غرض سے مشرکوں یا عام ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ آگ جو ان کو گھیرے ہوئے ہے تم کو بھی ضرور چھوئے گی۔

غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ ظالم کی طرف جھکنے پر تو فرمایا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ "کہ تم کو بھی آگ چھوئے گی۔" تو پھر ظالم کے کاموں پر خوش ہونا اس سے تعاون کرنا۔ ملنا جلنا اور اختلاط و ارتباط رکھنا تو آگ میں پوری طرح داخل ہونا ہے۔ یہ تو ظالموں کی طرف جھکنے' یا ان کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے کی سزا ہے۔ اور جو خود ظالم ہوں' توحید نا آشنا فنا فی الشرک ہوں۔ اور جنہوں نے عام ظلم کے کاموں پر کمر باندھی ہوئی ہو۔ اللہ کے باغی' رسول اللہ ﷺ کے طاغی' اسلام سے متنفر اور شرعی احکام کے ٹالنے والے ہوں' انہیں اپنی فانی زندگی کے انجام پر کچھ تو سوچ بچار کرنا چاہئے۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! دو باتوں کا آپ کو اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ جس شخص کو آپ کتاب و سنت کے معیار سے ظالم پائیں' خواہ وہ حکام سے ہوں۔ یا عوام سے' اس کے اعمال تظلم اور افعال تغلب سے ہرگز ہرگز اشتراک و تعاون نہ کریں۔ بلکہ پورے طور پر مجتنب اور بے زار رہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ اپنے تمام اقوال و افعال کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان پر کڑا احتساب رکھیں۔ کہ ردائے زندگی ظلم کی آلودگی سے پاک رہے۔

اب ہم رسول اللہ ﷺ کی کچھ احادیث بیان کرتے ہیں' تاکہ سعید روحیں ان سے سبق حاصل کریں۔ اور دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔

ظلم کی نتیجہ خیزیاں

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))(مسند امام اعظم)[1]

---

(۱) مسند احمد ۲/۱۹۵۔ مستدرك حاكم كتاب الايمان ۱/۵۶ حديث ۲۶۔ و طبع قديم ۱/۱۱ موارد الظمان الى زوائد ابن حبان كتاب الجهاد باب ماجاء فى الهجرة حديث ۱۵۸۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترهيب ۲/۷۰۱ حدیث ۲۶۰۴۔ صحیح الموارد الظمآن ۲/۸۷ حدیث ۱۳۰۷۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۵۱۴۔ اس حدیث میں ایاک کی بجائے ایاکم کے الفاظ ہیں۔

''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو۔ کیونکہ قیامت کے روز ظلم تاریکیوں کا سبب ہوگا۔''

ملاحظہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم نزع کے وقت سے لے کر تا عبور پل صراط انواع واقسام کے ہموم و غموم نوائب ومصائب اور ناکامیوں اور پریشانیوں کے اندھیروں کا شکار رہے گا۔ ملک الموت کی گرفت اور ہیبت اس کی روح پر یاس وقنوط کا عالم طاری کردے گی۔ نکیرین کی پرسش پر اس کا مطلع جواب ناکامیوں کے سیاہ اور دبیز بادلوں سے گھر جائے گا۔ قبر کے عبوری دور میں جور وتظلم خوفناک اژدھے بن کر تا صور اسرافیل ظالم کو ڈسیں گے' وہ بہت چیخے چلائے گا۔ لیکن اس کی ہائے وائے لحد کی ظالم تاریکی میں گم ہو کر رہ جائے گی۔ جفا کار کے لئے عرصہ محشر خوف وخطر اور ناکامی کی شب یلدا ہوگی۔ اس کے تاریک نامہ اعمال سے ہنگام وزن کوئی بھی اُمید کی شعاع نہ پھوٹے گی۔ عدوان و جفا کی ظلمات پل صراط پر ظالموں کو گھیر لیں گی۔ اور ان کا ایک قدم اُٹھانا خود کو جہنم میں گرانا ہوگا۔

ناظرین کرام! جب کہ معلوم ہوگیا۔ کہ ظلم آخرت کی ظلمات ہیں۔ تو پھر ہمیں زندگی پر غور کرنا اور اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے کہیں ظلم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں۔ حقوق اللہ کے ایضاع یا حقوق العباد کے اتلاء سے ہم اپنی عاقبت کو تاریک تو نہیں کر رہے ہیں۔

ظلم کی معاونت

((عَنْ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قُلْتُ وَمَا ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُمَرَاءُ سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَرِدُوْ عَلَيَّ الْحَوْضِ))

(ترمذی)[1]

''کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں احمقوں کی امارت (حکومت) سے تیرے لئے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ حکومت کیسی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد ایسے امیر (حاکم) آئیں گے۔ (سنو)! کہ جو ان کے پاس

(۱) مسند احمد ۳۹۹/۳۔ سنن ترمذی ابواب الجمعة باب ما ذکر فی فضل الصلاة حدیث ۶۱۴۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب الصلاة باب فضل الصلوة الخمس ۹/۵ حدیث ۱۷۲۳۔ مستدرك حاكم كتاب معرفة الصحابة باب ذكر مناقب كعب بن عجرة الانصاری ؓ ۵۴۶/۳ طبع جديد و طبع قديم ۴۸۰/۳۔ مصنف عبدالرزاق ۳۴۵/۱۱ حديث ۲۰۸۱۹ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ صحیح الترغيب و الترهيب ۵۴۱/۲۔ ۵۴۰ حدیث ۲۲۴۳۔ ۲۲۴۲۔

جا کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے' اور ان کے ظلم (کے کاموں) پر ان کی مدد کریں گے۔ وہ مجھ سے نہ ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں گا۔ (یعنی میر ان سے کوئی تعلق واسطہ نہیں) اور نہ ہی وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آئیں گے۔"

ظالم حاکموں کا انجام

ظالم حاکموں کی ستم رانیوں اور جھوٹی کاروائیوں کی تصدیق کرنے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں' ظلم کے حامیوں سے تو رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اِظہار فرما دیا ہے۔ اور حوضِ کوثر سے محروم رہنے کا اعلامیہ سنا دیا ہے۔ پھر جو ظلم کرنے والے حاکم ہیں ایک لمحہ کے لئے سوچیں' کہ ان کی عاقبت کس قدر تاریک اور انجام کتنا بھیانک اور خوفناک ہوگا۔ دراصل ان باتوں پر وہی شخص سوچتا اور غور کرتا ہے کہ جس کا آخرت پر ایمان ہو۔ اور اللہ کے سامنے جا کر حساب دینے پر یقین ہو۔

ظالم کا معاون

((عَنْ اَوْسِ ابْنِ شُرَحْبِيلٍ اَنَّه سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَّشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّه ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ)) (مشکوٰۃ)[1]

"حضرت اوس بن شرحبیلؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلتا ہے۔ (اس کی تائید کرتا ہے) تا کہ اُسے تقویت دے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے۔ تو (اس پر) وہ دائرہ اِسلام سے نکل جاتا ہے۔"

لمحہ فکریہ

امورِ ظلم میں ظالم کا ساتھ دینے' اس کی ہاں میں ہاں ملانے۔ اس سے تعاون کرنے اور اسے تقویت پہنچانے والا رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بموجب تو اِسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور خود ظالم کے حال کا اندازہ لگائیں۔ کہ وہ اِسلام کی شاہراہ سے بھٹک کر کتنا دور ہو جائے گا۔ اس پر کس قدر غضبِ الٰہی نازل ہوگا۔

ظلم کی اقسام کا سلسلہ بہت دراز ہے۔ اصولی طور پر ہم اُوپر بتا آئے ہیں کہ ظلم کی جولانگاہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ اور ویسے کون نہیں جانتا کہ ظلم کیا ہوتا ہے؟ توحید اور اِیمان کی بصیرت موجود ہو تو اِنصاف کی آنکھ کو ہر وقت اور ہر جگہ ظلم کی تاریکی نظر آ جاتی ہے۔ بعض امورِ ظلم کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الظلم حدیث ۵۱۳۵ بحوالہ شعب الایمان للبیقھی ۲/۱۲۲ حدیث ۷۶۷۵ یہ حدیث المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۲۲۷ حدیث ۶۱۹ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۲/۱۸۱ حدیث ۷۵۸۔ ضعیف الترغیب والترھیب ۲/۸۹ حدیث ۱۳۶۲۔

اور پھر وہ توفیق الٰہی سے عمل کی راہِ صواب پر گامزن ہونے کی سعی کریں۔

بعض اُمورِ ظلم

یاد رہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ظلم ہے۔ کسی پیر کو کیا جائے یا کسی قبر کو۔ سجدہ کرنے والا بھی ظالم اور پیر مسجود بھی ظالم ہے۔ اسی طرح ساجد قبر بھی ستم گار اور قبروں پر سجدہ ریزیوں کے حامی بھی جفا کار ہیں۔

غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز ماننا اور پورا کرنا ظلم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نذر عبادت ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عبادت اللہ کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں۔ نہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ شرک ہے۔ پس نذر نیاز بوجہ عبادت ہونے کے غیر اللہ کے لئے حرام اور شرک ہوئی۔ اور شرک بڑا ظلم ہے۔

حنفی مذہب کا فتویٰ

((وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا اِلیٰ ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّ حَرَامٌ))(رد المختار مصری جلد ثانی)

"گوش ہوش سے سنو کہ عام لوگ جو مُردوں کی نذر نیاز سے اور اولیائے کرام کا قرب (اور خوشی) چاہنے کے لئے ان کے مزاروں پر روپیہ' پیسہ' اور تیل (جلانے کے لئے) چڑھاتے ہیں۔ حنفی مذہب کے تمام علماء کے نزدیک ایسی نذر نیاز حرام اور باطل ہے۔" (ردالمختار مصری جلد ثانی)

نذر لغیر اللہ کیوں باطل ہے

((لِوُجُوْهٍ مِنْهَا اِنَّه نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِمَخْلُوْقٍ لَّا یَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَایَکُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ وَمِنْهَا اَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَه مَیِّتٌ وَالْمَیِّتُ لَا یَمْلِكُ وَمِنْهَا اَنَّه ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَ اِعْتِقَادُه ذٰلِكَ کُفْرٌ))(رد المختار مصری جلدثانی)

"نذر لغیر اللہ کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ نذر مخلوق کے لئے (مانی جاتی) ہے۔ اور مخلوق کے لئے نذر و نیاز جائز نہیں۔ اس لئے کہ نذر عبادت ہے' اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہو سکتی' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے نذر کی جاتی ہے وہ میت ہے۔ اور میت کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نذر ماننے والا یہ سمجھتا ہے کہ اللہ سے ورے یہ مزار والا نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (خبردار)! یہ اعتقاد کھلم کھلا کفر ہے۔" (ردالمختار)

ایمان افروز فتویٰ

((اَمَّا لَوْ نَذَرَ زَيْتًا لِإِيْقَادِ قِنْدِيْلٍ فَوْقَ ضَرِيْحِ الشَّيْخِ اَوْ فِي الْمَنَارَةِ كَمَا يَفْعَلُ النِّسَاءُ مِنْ نَذْرِ الزَّيْتِ لِسَيِّدِيْ عَبْدِ الْقَادِرِ وَيُوْقَدُ فِي الْمَنَارَةِ جِهَةَ الْمَشْرِقِ فَهُوَ بَاطِلٌ))(رد المختار مصری جلد ۲)

''لوگ جو نذر نیاز کا تیل کسی بزرگ کے مزار پر چڑھاتے ہیں۔ جس طرح حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے مزار پر تیل جلانے کیلئے عورتیں نذر مانتی ہیں۔ اور وہ (تیل) چراغ (میں) شرقی مینار پر جلایا جاتا ہے۔ یہ نذر نیاز باطل اور حرام ہے۔''

((اَلْاِجْمَاعُ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا يَشْتَغِلُ الذِّمَّةُ بِهٖ وَلِاَنَّهٗ حَرَامٌ بَلْ سُحْتٌ)) (رد المختار مصری جلد ثانی)

''تمام اُمت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ اللہ کے سوا اوروں کے نام نذر نیاز ماننا حرام ہے۔ ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی اس لئے اس کا پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ بلکہ حرام اور ضرور حرام ہے۔''

بحر الرائق کا فتویٰ

((اَلْاِجْمَاعُ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ)) (بحر الرائق)[1]

''تمام اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کی بھی نذر ماننی حرام ہے۔''

مولانا عبدالحیؒ کا فتویٰ

((وَالنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ وَيَحْرُمُ الْمَنْذُوْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ))(مجموعہ فتاویٰ عبدالحی)

''اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی نذر نیاز ماننی حرام ہے۔ اور (یاد رہے کہ) جو چیز غیر اللہ کے نام پر نذر کی جائے وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔''

قرآن وحدیث کے سوا ہم نے حنفی مذہب کی چوٹی کی کتابوں سے نذر لغیر اللہ کو حرام اور باطل ثابت کیا ہے' تاکہ برادران احناف اور دوسرے محقق حضرات از راہ انصاف غور فرمائیں کہ جس نذر نیاز لغیر اللہ کو متون فقہ میں حرام لکھا ہے۔ جس کے باطل ہونے پر تمام علمائے احناف اور ساری اُمت کا اجماع ہے۔ وہی باطل نذر نیاز غیر اللہ کے نام دی جاتی ہے۔ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر مصیبتوں سے نجات اور حاجتوں کے پورا ہونے پر نذریں نیازیں مانی جاتی ہیں۔ اور پھر (جب بحکم (اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) (سورۃ الم نشرح : ۶) مصائب کی شب تار میں رحمت یزداں کا سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے تو) ان نذروں نیازوں کو تربتوں اور مزاروں پر تیل چڑھانے'

(۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۲/۲۹۸۔

چراغ جلانے' دیگ پکانے' بکرا دینے' روپیہ پیسہ' آٹا دانہ' دودھ' انڈا' مرغ' کی صورت میں پورا کرتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ نذر لغیر اللہ کی شکل میں مزاروں پر چڑھایا جاتا ہے۔ اور عرسوں کے دنوں میں تو بزرگوں کی تربتوں پر ایسی نذر نیاز کا اتنا زور ہوتا ہے کہ اموال و ارزاق کا شمار و احصا مشکل ہو جاتا ہے۔ تعصب اور ضد کے بت کو توڑ کر ایمان داری سے بتائیں کہ یہ لاکھوں کروڑوں روپیہ' اور بے شمار رزق جو مزاروں پر چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے۔ غیر اللہ کی نذر مان کر اسے پورا کیا جاتا ہے۔ کیا فقہ کی متذکرہ صدر کتب کے فتاویٰ کے رو سے غیر اللہ کی عبادت نہیں ہے؟ غیر اللہ کی عبادت ہو کر شرک (۱) نہیں ہے؟ اور شرک کو قرآن نے ظلم عظیم کہا ہے۔ اور پھر اس شرکیہ فعل کے سبب ان

(۱) حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء' باب قول اللہ تعالی ولقد اتینا لقمن الحکمة (الی قولہ) عظیم حدیث ۳۴۲۹) (نجات پانے والے وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور پھر نہ ملایا انہوں نے ظلم کو اپنے ایمان میں) یہ بات صحابہؓ پر بہت گراں گزری (انہوں نے خیال کیا کہ ہم معصوم تو نہیں ہیں کہ گناہ سے پاک ہوں' پھر کس طرح ایمان گناہ کے ظلم سے آلودہ نہ ہوگا) حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ ہم میں کونسا ایسا ہے۔ جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا ہے؟ اس پر حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔ لَيْسَ ذٰلِكَ نہیں ہے یہ (یعنی ظلم سے مُراد جو تم نے گناہ سمجھا ہے یہ مطلب نہیں۔ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بلکہ یہاں ظلم سے مُراد شرک ہے کیا تم نے لقمان کا قول نہیں سنا کہ اُنہوں نے اپنے بیٹے کو کہا تھا۔ پیارے بیٹے! (خبردار)! اللہ کے ساتھ (اس کی قولی' بدنی اور مالی عبادت میں) کبھی شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' (بخاری' مسلم)

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب ظلم دون ظلم حدیث ۳۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان و اخلاصہ حدیث ۱۲۴)

اس حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہوا کہ شرک کے برابر کوئی ظلم نہیں ہے۔ تمام اقسام کے ظلم شرک سے کمتر ہیں۔ پس جہاں آپ دوسرے تمام ظلموں سے بچیں وہاں ظلم شرک کے تصور سے کانپ اٹھیں' رحمت عالم ﷺ کا ایک اور ارشاد سنئے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ۔ نامہ اعمال تین طرح کے ہیں۔ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ۔ ایک وہ اعمال نامہ ہے کہ اللہ اس کو ہرگز نہیں بخشتا۔ کیونکہ اس میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کیا ہے (یعنی جس نامہ اعمال میں شرکیہ افعال و اقوال ہونگے' اللہ اس دیوان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا (پڑھو آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ اللہ ہرگز شرک کو نہیں بخشتا۔ دوسرا نامہ اعمال ہے کہ اللہ اسے مہمل نہیں چھوڑے گا اور وہ ظلم ہے بندوں کا آپس میں اللہ قصاص دلائے گا۔ تیسرا نامہ اعمال کہ اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا (چاہے اس کے موافق کرے چاہے نہ کرے) اور وہ ظلم ہے بندوں کا اپنے درمیان اور اللہ کے درمیان فذاک اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ اِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ یہ دیوان حقوق اللہ کے قصور (کا) اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے عذاب کرے بندہ کو اور اگر چاہے درگزر کرے اس سے' اور معاف کرے۔ (مشکوٰۃ باب الظلم)

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الظلم حدیث ۵۱۳۳ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۶/۵۲ حدیث ۷۴۷۳ یہ روایت مسند احمد ۶/۲۴۰ مستدرک حاکم کتاب الاموال ۴/۶۱۹ حدیث ۸۷۱۷۔ طبع حدید و طبع قدیم ۴/۵۷۵ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں صدقہ بن ابی موسیٰ راوی ضعیف ہے۔ تنقیح الرواۃ ۳/۳۶۱ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ۳/۱۴۱۹۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۳۰۲۲)

تمام اشیاء کا چڑھاوا باطل اور مولانا عبدالحی رحمہ اللہ حنفی کے فتویٰ کی رعایت سے ان کا کھانا حرام ہوا۔

خوب یاد رکھیں، کہ بھولے بھالے مسلمانوں کو جن نام نہاد حنفی، بدعتی ملانوں نیاز خور پیروں اور گور پرست مجاوروں نے حاجت براریوں اور مشکل کشائیوں کا جھانسا دے کر مزاروں پر منت ماننا بتایا ہے۔ لکشمی دیوی کو رام کرنے کے لئے قبروں پر نیازیں منانا سکھایا ہے۔ یہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کا سبق پڑھانے والے بہت بڑے ظالم ہیں۔ مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے قرآن ایسے ہی لوگوں کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾(سورة التوبه : ۳۴)

''اے ایمان والو! (سنو)! تحقیق بہت عالموں میں سے اور فقیروں میں سے البتہ کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے اور روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔''

یعنی علمائے سوء اور دنیاوی مشائخ لوگوں کو گھریلو مسئلے اور خانہ ساز فتویٰ بتا بتا کر ان کے مال ناحق طور سے ہتھیاتے ہیں۔ قبروں کے عرس رچاتے مزاروں کے چڑھاوے اور نذریں نیازیں کھاتے، جلب زر کے لئے قبر پرستی اور پیر پرستی کے جال بچھاتے اور کئی قسم کی بدعیہ رسموں پر شرع کا لیبل لگا کر مال کماتے ہیں، یہ ہے یہودیوں کی روش اور اس پر چلنے والے ہمارے بعض علماء و مشائخ کے لچھن، جن کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ ''مسلمانو! (ہوشیار رہو) کہ بہت سے عالم اور درویش لوگوں کے مال ناحق طریقے سے ڈکارتے ہیں، پھر جب لوگ اندھے مقلد بن کر بلا دلیل ان کا کہنا مان کر شرک اور بدعت کی راہوں پر چل کر انہیں مال کھلاتے ہیں۔ تو نتیجہ کے طور پر اللہ کی راہ صراطِ مستقیم سے باز رہتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں نیکی برباد گناہ لازم۔ یعنی جو کام انہوں نے نیکی سمجھ کر کیا تھا۔ چونکہ عنداللہ اشراک واحداث ہے، اس لئے برباد ہو کر گناہ پر منتج ہوا۔ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ گویا عبادالدینار لوگوں کا مال بھی جل دے کر کھا گئے۔ اور انہیں راہ اللہ سے بھی روک گئے۔ اخلاقیات میں یہ کتنی فرومایہ حرکت اور کس قدر بڑا ظلم ہے، بیشک اللہ کی مخلوق پر بے شمار قسم کے ظلم ہو سکتے ہیں۔ جو سب کے سب حرام ہیں لیکن اللہ کے دین پر ظلم کرنا اپنی جگہ خاص نوعیت کا ظلم ہے۔ یہ دین کی مظلومیت عرصہ محشر میں ستم گارانِ ملت کا منہ عجب طور سے کالا کریگی۔ قرآن پر ظلم، احادیث پر جفا، ستم بر سنن، استغفر اللہ زبان بن کر شہیدوں کا لہو اک دن پکارے گا۔

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((اِیَّاكَ وَ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ))[1]

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الظلم حدیث ۵۱۳۴۔ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۶/۴۹ حدیث ۷۴۶۴۔ اس حدیث کی سند میں صالح بن حسان سخت مجروح اور متروک راوی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ البتہ اس حدیث کا پہلا جملہ ایاك و دعوة المظلوم۔ مظلوم کی بد دعا سے بچو حسن ہے۔ دیکھیے صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۶۸۲۔ اور سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۳۹۵ حدیث ۷۶۸۔

”مظلوم کی بددُعا سے بچو۔“

((فَاِنَّمَا یَسْئَلُ اللّٰهَ حَقَّه))

”کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگے گا۔“

((وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّه))

”اور اللہ کسی حقدار کا حق نہیں روکتا“۔ (مشکوٰۃ)

غور کریں کہ جب آیاتِ قرآنی اور احادیث مصطفائی کی غلط بیانیوں کی ستم کشی داورِ محشر سے اپنا حق مانگے گی۔ اللہ کی عدالت میں ”دلق“ و ”عمامہ“ پر استغاثہ کرے گی۔ تو ”عقابوں“ کے نشیمن پر براجمان ہونے والے ”زاغ“ و ”زغن“ کیا جواب دیں گے؟“

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست
”نانِ حلال“ شیخ ز آبِ حرام ما

ظلم نہ کرو

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔ (حدیث قدسی ہے)۔ اے میرے بندو! میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے لئے بھی ظلم کو حرام بنایا ہے۔ **فَلَا تَظَالَمُوْ** پھر تم آپس میں ایک دوسرے پر (کسی قسم کا) ظلم نہ کرو۔“ (صحیح مسلم)[1]

حشر میں ظالموں کا حال

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّادِرْهَمَ لَه وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِيَامٍ وَ زَكٰوةٍ وَّ يَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِه وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِه فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُه قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ))(رواه مسلم)[2]

”حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم کو معلوم ہے کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا (حضور ﷺ) ہم میں مفلس وہ ہے۔ کہ جو روپیہ پیسہ اور سامان نہ رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا (سنو) میری اُمت میں مفلس وہ ہے۔ جس کے پاس قیامت کے روز نماز، روزے

---

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۷۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۸۱۔

اور زکوٰۃ (کے نیک اعمال کا) کافی ذخیرہ ہوگا۔ لیکن اس نے (دُنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا۔ پھر اس کی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقات' خیرات کی نیکیوں میں سے کچھ کسی مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ کچھ کسی مظلوم کو۔ اگر اس کی نیکیاں اسکی ذمہ داریوں کے اختتام سے پہلے ختم ہوگئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ تو پھر اس نمازی' روزہ دار' حاجی' زکوتی' خیرات کنندہ کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔''

ستم سے باز آ ظالم

اس حدیث سے تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو' نماز پڑھنے' روزہ رکھنے' حج کرنے' زکوٰۃ دینے والا ہو۔ تہجد گزار اور تقویٰ شعار ہو۔ اگر دُنیا میں اس نے بندوں کے حق مارے ہوں گے۔ ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ایذائیں دی ہوں گی۔ عوام کو ستایا ہوگا۔ دُکھ دیا ہوگا۔ ان پر ظلم توڑے ہوں گے' چغلی' غیبت' بہتان' خیانت' جھوٹی شہادت' سب وشتم' ایذا رسانی اور بدخواہی کا مرتکب ہوا ہوگا۔ تو اس کی دِین داری' پرہیز گاری اور حسنات وخیرات کے انبار عرصہ محشر میں اس کے مظلوموں اور دادخواہوں میں حصہ رسدی بانٹ دیئے جائیں گے اور وہ کنگال دیوالیہ ہوجائے گا۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! اللہ کے حقوق پورے کرتے ہوئے خلق اللہ کے حقوق کی رعایت اور نگہداشت بھی لازمی جانو' خبردار! کسی پر ظلم وستم اور جور وجفا روا نہ رکھو!

امانت کی ذمہ داریاں!

آسماں بارِ امانت نتوا نست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ روند

امانت کے معنی' تحویل' تفویض' حوالگی اور سپردگی کے ہیں۔ کسی چیز کے سونپنے' عہدہ کے نام اور دیانت داری کو کہتے ہیں' یوں سمجھئے کہ امانت ایک قسم کا قرض ہے۔ جس کے بارگراں سے سبکدوش ہونا ایمان کے تقاضوں سے ہے۔ بروئے مذہب اور اخلاق اس مال مستعار کو لوٹانا' اُدھار کو چکانا' اور لین دین کا حساب بیباق کرنا ازبس لابدی ہے۔ جو شخص سپردگی کے پھیرنے' امانت کے لوٹانے سے انکار و اباء یا کسر و کوتاہی کرتا ہے' وہ یقیناً جرم خیانت کا مرتکب ہوتا ہے' اور وہ اس کی پاداش میں دُنیا کی ذلت کے علاوہ داورِ محشر کے حضور بھی ماخوذ ہوگا۔ اسی لئے تنبیہ کے طور پر قرآن مجید میں ادائے امانت سے متعلق اِرشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾(سورۃ النساء : ۵۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ امانتیں اہل امانت کو پہنچا دو۔ اور جب (بھی) حکم کرو تم لوگوں کے درمیان (جھگڑوں اور قضیوں میں) تو پورے انصاف سے حکم (فیصلہ) کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے لاریب اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

امانت کی وسعتیں

بعض لوگ امانت کو نقدی اور زیور تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ حوالگی مال سے متعدی ہو کر سیم وزر کی قید سے نکل کر حدود فراموش پہنائیوں اور وسعتوں میں سمائی ہوئی ہے۔ امانت کا اطلاق اپنے عالمگیر مفہوم کے لحاظ سے انسان کے عدل و انصاف' صداقت و دیانت اور سکون و مساوات کی شاہراہیں کھولتا ہے۔ اور سارے جہان میں استحقاق نوازی کا لازوال توازن قائم کر کے' ناجائز سفارش' رشوت ستانی' حق تلفی' اقربا نوازی کام چوری' جانبداری' ظلم و عدوان اور تمدنی' معیشی' معاشرتی' اقتصادی اور اخلاقی زندگی کی حق تلفیوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ سن لیں' کہ امانت ایک بار ہے۔ بارِ گراں ہے۔ کہ جسے سوائے انسان کے کوئی نہ اٹھا سکا۔ قرآن کہتا ہے۔

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (سورۃ الاحزاب : ۷۲)

''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (کہ اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ اسے اُٹھاؤ) پھر اُنہوں نے اُٹھانے سے اِنکار کر دیا۔ اور (اس کی ذمہ داریوں کے بوجھ سے) ڈر گئے۔ اور پھر اس کو انسان نے اُٹھا لیا۔ بیشک وہ (اپنی جان پر) ستم کرنے والا انجان ہے۔''

توحید کی امانت کو اس کی پوری ذمہ داریوں کے ساتھ اُٹھانے سے آسمان زمین' اور پہاڑ کانپ اُٹھے اور لرزتے ہوئے اپنی کم ہمتی' کمزوری' اور بے بضاعتی کی وجہ سے پہلو تہی کر گئے۔ لیکن حضرت انسان نے اپنے ضعیف کندھوں پر ساتوں آسمانوں کو چکنا چور کر دینے والے بوجھ کو اُٹھا لیا۔ پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے' اور زمین کا طبق اُلٹ دینے والی امانت کا قرعہ فال دیوانے انسان کے نام پڑ گیا۔

میں گرچہ ناتواں ہوں لیکن بار کائنات
میرے سوا کسی سے اُٹھایا نہ جائے گا!

امانت کی جلوہ فرمائی

یہ امانت کبھی تورات کی صورت میں اُتری' کبھی زبور کی شکل میں نازل ہوئی' گاہے انجیل کے نام سے جلوہ فرما ہوئی۔ اور آسمانی صحیفوں کی حالتوں میں بھی بنی نوع اِنسان سے اپنے تقاضے پورے کراتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام آسمانی کتابوں' اور صحیفوں کا نچوڑ ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کی تبلیغ و تعلیم کا لب لباب اپنے جلو میں لئے ہوئے قرآن مجید کے

نام سے ضوفشاں ہوئی۔ پھر جو شخص قرآن پر ایمان لے آیا۔ جس نے اسے الہامی اور آسمانی کتاب مان لیا۔ یقیناً اس نے اللہ کی امانت کے بارگراں کو اُٹھالیا' اور تمام قرآن کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات پر عمل کرنے کی صورت میں امانت کو پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھ لیا۔ جس کا ایفا' اخلاقی طور پر روح کی زندگی اور نقض موت ہے۔

ایمان بالقرآن کا مطلب

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میں قرآن پاک کو اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ اُٹھاتا ہوں۔ اس کے تمام احکام کی امانتوں کو پوری دیانت داری سے عملاً ادا کروں گا۔ تیس پاروں کے اندر جتنے اوامر اور نواہی ہیں۔ یہ سب تیری امانتیں ہیں۔ میں ان تمام امانتوں کو امتثال و اجتناب کا لباس پہنا کر تیری بارگاہ قدس میں پیش کروں گا۔ ہر امر کو بجالاؤں گا۔ اور ہر نہی سے مجتنب رہوں گا۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ قرآن مبین کے تمام احکام اور جناب خاتم النبیین' رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقوال و افعال خدائے لایزال کی امانتیں ہیں۔ جو اُمت پر واجب العمل ہیں۔ ان پر خلوص و ایمان سے عمل کرنا ان کا پورا کرنا ہے۔ جو مسلمان جس قدر قرآن اور اللہ کے رسول کا نافرمان ہے۔ وہ اتنا ہی اللہ کی امانتوں میں خیانت کرنے والا ہے۔ اور ادائے امانات کے عہد کو توڑ کر نفاق کی راہ پر گامزن ہے۔

گلہائے امانت کا تنوع

سب سے بڑی امانت توحید کی ہے' باقی تمام شرعی احکام (امانتیں) توحید کی امانت کے ماتحت ہیں۔ توحید و رسالت کے اقرار کے بعد نماز امانت ہے' روزہ' زکوٰۃ' اور حج امانتیں ہیں۔ جو نماز نہیں پڑھتا' روزہ نہیں رکھتا۔ صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اور مالدار ہو کر حج نہیں کرتا۔ وہ یقیناً بہت بڑا خائن ہے۔ اللہ کے دین کا چور ہے۔ قیامت کے روز بدترین خائنوں میں شمار ہو کر کیفر کردار کو پہنچایا جائے گا۔

علمائے دین اور مشائخ کی خیانت

علماء اور مشائخ کے پاس اللہ کا دین امانت ہے۔ اگر اُنہوں نے دین کو ایمانداری سے صحیح صحیح لوگوں تک پہنچا دیا۔ قرآن اور حدیث کو سچ سچ سنایا۔ اور ہر قیمت پر کتاب وسنت کی رُوح سے مسلمانوں کے ایمان میں جان ڈالی۔ بلاخوف لومۃ ولائم اعلائے کلمۃ اللہ کا شرف حاصل کیا۔ تو بہشت کا دروازہ سب سے پہلے ان امتیوں کے لئے کھلے گا۔ اور اگر اماموں' خطیبوں' واعظوں' عالموں' مفتیوں' پیروں' درویشوں' صوفیوں اور گدی نشینوں نے قرآن وحدیث کو دُنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا۔ آیتوں اور حدیثوں کو موڑ توڑ کر اپنی مرضی کے مطابق بیان کرنے لگ گئے۔ روٹی کمانے کے لئے نئے نئے مسئلے گھڑ کر دین میں داخل کر دیئے۔ آیت اور حدیث کو نفسانی خواہش کے مطابق بنا کر سنانے

لگے۔ جلب زر کی قربان گاہ پر مطالب قرآنی کو بھینٹ چڑھا دیا۔ اور روٹیوں کے عوض احادیث خیر البشر کو بیچ ڈالا۔ فرقہ بندیوں اور گروہ سازیوں کے لئے اِسلام کو اِستعمال کیا۔ قرآن و حدیث کے معارض اقوال رجال کی طرف لوگوں کو بلایا۔ افعالِ محدثہ کو کارِ ثواب بتا کر عوام سے ارزاق و اموال ہتھیائے۔ یاد رہے کہ دوزخ میں سب سے پہلے یہی خائن جھونکے جائیں گے۔

حکومت اللہ کی امانت ہے

حکومت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان امانت ہے۔ حکومت کا ہر عہدہ امانت ہے۔ حکومت کے بے شمار محکمے اور ان میں کام کرنے والے لاکھوں سرکاری ملازموں کے فرائض بھی اللہ کی امانتیں ہیں۔ اگر یہ سب لوگ عدل و انصاف، تن دہی، راستی، اور ایمانداری سے کام کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی امانتوں کو پورا کر کے بے حد اجر کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر کام چوری، سستی، کاہلی، جانب داری، رشوت ستانی اور ظلم و عدوان سے کام لیں گے۔ تو اللہ کی امانت کو برباد کر کے خیانت کرنے والے قرار پائیں گے۔ گورنر جنرل سے لے کر ایک ادنیٰ چپڑاسی تک اپنے فرائض کو ایمانداری اور جفاکشی سے پورا کرنے والے اللہ کے نزدیک بڑے امین ہیں۔ اور بے اِیمانی اور کام چوری سے اپنے فرائض کو ذبح کرنے والے خدائے جبار کی نظر میں بڑے خائن اور نقب زن ہیں۔

اعضائے اِنسانی امانتیں ہیں

انسان کی آنکھیں، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں اس کی صحت اور تندرستی یہ سب چیزیں اللہ کی امانتیں ہیں۔ اگر یہ سب اعضاء اللہ کے حکم کے مطابق کام کریں۔ تو عہدِ امانت کا ایفا ہے۔ اور اگر یہی اعضاء اللہ کی نافرمانی کریں۔ ان کے افعال اور حرکات حدود شریعت سے متجاوز ہوں۔ تو پھر یہ اعضا قیامت کے دِن خیانت کے جرم میں ماخوذ ہونگے۔

حقوق العباد کی امانتیں

ماں باپ کے اولاد پر، اولاد کے والدین پر، زوجین کے آپس میں۔ ہمسایوں کے ایک دوسرے پر، دوستوں یاروں، غم گساروں، بھائیوں، بہنوں، سہیلیوں، استادوں، شاگردوں، رشتہ داروں، عام مسلمانوں اور رائی و رعایا کے آپس میں شریعت کے بتائے ہوئے حقوق اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جو کوئی اپنے اپنے ذمہ کے حقوق پورے کرے گا۔ وہ امین اور اللہ کی جناب میں سرخرو ہے۔ اور جو کوئی حقوق کا قرض ادا نہ کرے گا۔ وہ عند اللہ خائن قرار پائے گا، کیونکہ اس نے حق تلفی کی ہے۔ خواہ باپ ہو یا بیٹا، حاکم ہو یا رعایا، استاد ہو یا تلمیذ، پیر ہو یا مرید، ایک دوسرے کی حق تلفی کرنے والے داورِ محشر کے سامنے ضرور ضرور پوچھے جائیں گے کہ حق تلفی امانت میں خیانت ہے۔

حق سنانے، حق سننے والے، سچ بولنے، پورا تولنے، صحیح ناپنے، لین دین کے کھرے، زبان کے پکے، وعدہ کے

پابند، اپنے پیشوں اور روزگاروں کے سندر، حق گو، راست باز، حقوق العباد کے عامل، اللہ کے ہاں امانت دار اور فائز المرام ہیں۔

فریضہ کسب حلال

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اسلام نے فرائض پنجگانہ کے بعد جس چیز پر زور دیا ہے وہ کسب حلال کی طلب ہے۔ کہ مسلمان حلال کی روزی کما کر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی کے مصرف میں لائے۔ اور کسب حلال کی طلب اس لئے ضروری ہے۔ کہ جب تک رزقِ حلال اور طیب کھانا پیٹ میں نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ عبادت قبول نہیں کرتا۔ قوتِ حرام سے روح ونفس کثیف اور مکدر ہو جاتے ہیں۔ اعضاء اور جوارح کو صالح اعمال، اور نیک خیال کی توفیق نہیں ملتی۔ ناپاک خون کی تولید، مردہ دلی، فاسد خیالات اور گندی ذہنیت پر منتج ہوتی ہے۔ اور پھر انسان کا اللہ کے ساتھ کسی طرح بھی رشتہ محبت وولایت قائم نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ دُنیا میں اس کی تخلیق کی علت قربِ الٰہی کا پانا۔ اور عبادت باری تعالیٰ میں زندگی گزارنا ہے۔

زمانہ حمل میں رزق حلال

نیک عورتیں اگر زمانہ حمل میں پاک اور رزق حلال کھائیں۔ نماز اور قرآن پڑھیں اپنے خیالات کو پاک رکھیں۔ اچھے لٹریچر اور اسلامی ادب کا مطالعہ کریں۔ اور ایام رضاعت میں اپنے بچوں کو حلال کی روزی سے پیدا شدہ دودھ پلائیں۔ تو ایسے بچے نہایت نیک، خوددار، غیور، بہادر، اور حق پرست ہوں گے۔ کیونکہ خوراک کا اثر طبیعت، مزاج، کردار، اخلاق، سیرت اور جذبات وخیالات پر ضرور ہوتا ہے۔

ایام رضاعت میں صالح دودھ

ظالم فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ جو بچہ بنی اسرائیل کے گھر پیدا ہو اسے فی الفور ذبح کر دیا جائے۔ اس کے حکم سے بے شمار بچے پیدا ہوتے ہی مارے گئے۔ اس دوران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جہانِ آب وگل میں نزولِ اجلال فرمایا۔ ان کی والدہ نے اللہ کے حکم سے پیدا ہوتے ہی انہیں صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ فرعون نے دیکھا۔ کہ پانی میں ایک صندوق بہتا ہوا آ رہا ہے۔ خدام کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لائیں۔ اُنہوں نے صندوق لا حاضر کیا۔ فرعون نے جب اسے کھولا۔ تو اس میں چاند سا بچہ پایا۔ بڑا خوبصورت، حد درجہ حسین، آنکھیں درخشاں اور پیشانی عظمت واجلال کے نور سے شعلہ بار، میاں بیوی اولادِ ذکور سے محروم تھے۔ دونوں نے مشورہ کر کے اس بچے

کو بیٹا بنالیا۔فرعون نے اسے اپنی گود میں لے لیا۔اور شاہی محلات میں لے جا کر تخت پر لٹا دیا۔معصوم شیر خوار بچے کو بھوک نے تنگ کیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی حکم سے فرعون کی قوم قبط کی متعدد دودھ پلانے والی عورتیں، محل میں پہنچ گئیں۔ہر ایک نے دودھ پلانے کی انتہائی کوشش کی' اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ﴾ (سورة القصص : ۱۲)

''ہم نے اس پر (قوم قبط کے) تمام دودھ حرام کر دیئے۔''

جو دایہ دودھ پلانے کی کوشش کرتی' یہ بچہ دودھ کو منہ نہ لگاتا۔آخر اس بچہ کی بہن نے جو وہاں جا پہنچی تھی۔کہا اگر کہو تو میں ایک دایہ کا پتہ دوں؟ فرعون نے کہا۔ہاں جاؤ اور اسے فوراً بلا لاؤ۔یہ لڑکی اپنی ماں کو (جو بچہ کی بھی ماں تھی) بلا کر لے گئی۔اس دایہ نے جونہی بچہ کو گود میں لیا۔تو اس نے بڑی رغبت سے دودھ پینا شروع کر دیا۔پھر یہی عورت دایہ مقرر کر دی گئی۔جس کی گود میں بچے نے سارا زمانہ رضاعت گزارا۔

اس قرآنی قصہ کے بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ اگر یہ بچہ قوم قبط کا دودھ پی لیتا تو بڑا ہو کر اَنَا وَلَاغَیْرِیْ کا ڈنکہ بجانے۔خدا کہلانے والے' طاغوت اعظم' ظالم فرعون کی خدائی کا تختہ اُلٹنے کی جرات نہ پاتا۔خدائے لایزال نے اپنے پیغمبر کو ایام رضاعت میں قوم فرعون کا فاسد دودھ نہیں پینے دیا۔اس سے آپ صالح خوراک کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔اور پھر خورد ونوش کی راہِ عمل ہموار کر سکتے ہیں۔

کھجور منہ سے تھوکو

رحمت دو عالم ﷺ کے سامنے زکوٰۃ کی کھجوریں (تقسیم کے لئے) لائی جاتی ہیں۔حضرت حسنؓ چھوٹے بچے ہیں۔ایک کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑتی ہے۔تو اپنی انگلی اس کے منہ میں ڈال کر کھجور نکال باہر پھینکتے ہیں۔اور فرماتے ہیں۔

بیٹا! تھوکو' تھوکو!

((اِنَّمَا هِيَ مِنْ اَوْسَاخِ النَّاسِ فَلَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ)) (مشکوٰۃ)[1]

''یہ زکوٰۃ لوگوں (کے مال) کی میل ہے۔جو محمد اور اس کی آل پر حرام ہے۔''

حضرت انور ﷺ نے ایک معمولی کھجور تک بچے کے پیٹ میں نہیں جانے دی کہ رزق حرام سے بچے کی اٹھان اچھی نہیں ہوگی۔صالحیت' تقویٰ اور نیکی اس کی طبیعت میں جڑ نہیں پکڑیں گے۔اس کے شباب کی نہر کے پانی سے خضوع وخشوع' اور خلوص وورع کے درخت سرسبز وشاداب اور ثمر بار نہیں ہوں گے۔

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاۃ باب من لایحل له الصدقة حدیث ۱۸۲۳ بحوالہ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب ترك استعمال آل النبی علی الصدقة حدیث ۱۰۷۲۔

رزق حلال سے اخلاق پر اثر

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حلال کا رزق کھانے سے نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ سیرت سنورتی ہے' اور کردار نکھرتا ہے۔ طبیعت میں حیا' تواضع' نرمی' بردباری' سخاوت' شجاعت' اخلاقی جرأت' حوصلہ' صبر' قناعت' رحم' مروت' حق گوئی' توحید پرستی' شب خیزی اور راست گفتاری' کے جوہر پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے ذریعہ معاش کی طرف اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے۔ کہ روزی حلال کی کمائی جائے۔ بلکہ حلال میں حرام کا شائبہ تک شامل نہ ہو۔ آمدنی کے دروازے پر خوف خطر کا پہرہ بٹھائے رکھیں۔

آمدنی کے ذرائع پر ایک نظر

ملازموں کو چاہئے کہ وہ اپنی تنخواہ کی طہارت کو رشوت کی نجاست سے آلودہ نہ کریں۔ تاجر' سوداگر' بیوپاری' دوکان دار' اور لین دین کرنے والے یاد رکھیں کہ خرید و فروخت اور معاملات کے اندر دھوکہ فریب کرنے' جھوٹی قسم کھانے' مال کا عیب چھپا کر بیچنے' کم تولنے اور کم ماپنے سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔ نجار' معمار اور ہر قسم کے دست کار اگر ایک ہفتہ کے کام کو آمدنی بڑھانے کی غرض سے عمداً دو یا ڈیڑھ ہفتہ میں ختم کریں۔ تو ان کی یہ کمائی بھی حلال نہ رہے گی۔

پیشہ وکالت کی آمدنی

جو وکلاء دانستہ جھوٹے مقدمے لے کر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جھوٹے' بے ایمان ظالم موکلوں سے محتانے لے کر انہیں عدالت میں کامیاب کراتے ہیں۔ ان کے جعلی گواہوں کو دانستہ جھوٹا بیان سکھاتے ہیں۔ پڑھاتے ہیں' بڑے ادب سے عرض ہے کہ ایسے وکیلوں کی یہ کمائی یقیناً ناجائز اور حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کی ایسی وکالت سے ملک میں ظلم و ستم' دھوکہ فریب' بے ایمانی' حق تلفی' بے حیائی' بدی' فتنہ' فساد' اور عداوت و طغیان پھیلتے' پھولتے اور پلتے ہیں۔

وکالت کے حلال محتانے

اس میں کوئی شک نہیں کہ وکالت ایک نہایت شریف پیشہ ہے' جو وکلائے کرام تحقیق کر کے سچے مقدمے لیتے ہیں۔ وہ دراصل حق کی حمایت کرتے ہیں۔ مظلوموں' بے گناہوں' ستم کشوں' شریفوں اور جھوٹے الزام لگائے گئے لوگوں کے استغاثوں اور دعووں کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرتے ہیں۔ ان حضرات کے محتانے نہایت پاک اور حلال ہیں۔ ایسی روزی کے کھانے سے طائر لاہوتی کی پرواز ولایت الٰہی کی فضا میں بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ان نیک بندوں کا بارگاہِ قدس میں دن بدن قرب بڑھتا ہے۔ اور بہشت ایسے ہی اہل ایمان صالحین کی وراثت قرار دی گئی ہے۔

ڈاکٹری اور طبابت کا پیشہ

ڈاکٹری اور طبابت کس قدر معزز اور شریف پیشے ہیں۔ ڈاکٹر اور طبیب گرفتارِ امراض مرضا کے مسیحا ہیں۔ اللہ ان کے ہاتھوں مصیبت زدہ اور تڑپتے اور کراہتے مریضوں کو شفا بخشتا ہے۔ ان کی کمائی بھی نہایت درجہ حلال اور پاک ہے۔

لیکن اگر کوئی پست ذہنیت کا معالج مریض کی بیماری کو بہ ایں غرض طوالت دینے کی کوشش کرے کہ ''مرغ'' دام علاج میں آ پھنسا ہے۔ اس کے پر خوب نوچ لینے چاہئیں۔ اس سے سو پچاس بھی نہ کمائے تو پریکٹس کیا ہوئی۔ یہ کمائی کیسی ہے؟ اس معالج کے ضمیر سے پوچھئے اور عرصہ محشر میں حقوق العباد کے قضیے چکانے والی عدالت بتائے گی۔

پولیس اور کچہری کے ملازمین

پولیس اور کچہری کے ملازم حضرات خواہ وہ بڑے سے بڑے افسر ہیں' یا چھوٹے سے چھوٹے ماتحت' اگر وہ عدل و انصاف کر رہے ہیں۔ سچ اور جھوٹ' حق اور ناحق' عدل اور ظلم میں تمیز کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ سچے چالان بنا رہے ہیں۔ ظالموں' بدمعاشوں اور بے ایمانوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی سعی میں ہیں۔ اور تنخواہ حلال پر اکتفا کرتے ہوئے رشوت کو جہنم کا دہکتا ہوا انگارہ سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ روزی انہیں اللہ والے بنا دے گی۔ ان کی عبادت قبول اور دعائیں مستجاب ہونگی اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہونگے۔

کسب حرام کے انبار

لیکن اگر ان کی نظر میں شریف اور معزز وہ ہے۔ جو ان کے لئے رشوتوں کے دروازے کھولے۔ استحصالِ زر کے غیر شرعی ذرائع بہم پہنچائے۔ ان کی تمام ضرورتیں ناجائز طور پر پوری کرے۔ بے گناہ شریفوں سے من مانی رقمیں ہتھیائی جائیں۔ ایسی روزی قبر کے اندھیرے میں رنگ لائے گی۔

سوچنا' سمجھنا اور غور کرنا چاہئے کہ یہ دُنیا آنی' فانی' اور ہنگامی ہے۔ یہ مستعار زندگی کوئی دن کی مہمان ہے۔ وقت آنے والا ہے۔ کہ فرشتہ اجل ترکیب عناصر کو پریشان کر دے گا۔ اعزہ واقارب پاس کھڑے بے بسی کے آنسو بہائیں گے۔ اس وقت توڑے ہوئے مظالم' کھائی ہوئی رشوتیں' اور کسب حرام کے انبار نعش پر یوں نوحہ زن ہوں گے۔

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر' لہو پکارے گا آستیں کا

پیری مریدی اور وعظ کی کمائی

واعظوں اور عالموں کا اپنے وعظ و خطبہ کو ذریعہ معاش بنانا تقویٰ اور دینداری کے منافی ہے۔ مساجد کے

اماموں' سجادہ نشینوں' صوفیوں' پیروں' سیدوں' درویشوں' واعظوں کی خدمت میں (جن کا ذریعہ معاش پیری مریدی' غیر اللہ کی نذریں' نیازیں اور ختموں کی روٹیاں ہیں' نہایت ادب سے گزارش ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔

"جو شخص اس طرح کا علم سیکھے کہ جس کے ساتھ اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ (یعنی دین کا علم) لیکن وہ (رضائے الٰہی کی بجائے) اس لئے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ متاع دنیا حاصل کرے' ایسا شخص قیامت کے روز بہشت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔" (ابوداؤد)(۱)

اب آپ غور فرمائیں۔ کہ جس علم کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ کونسا علم ہے؟ ظاہر ہے کہ یہی قرآن اور حدیث کا علم ہی تو ہے۔ یہ تصوف اور معرفت ہی ہے نا۔ جس کو اللہ کی رضاء کے لئے حاصل کرنا تھا اور پھر اس پر عمل کر کے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کی نشر و اشاعت کرنی تھی۔

لیکن اس کے برعکس جب قرآن دانی کو ختموں' اور مروجہ بدعتوں کا ہتھکنڈ ابنا کر روٹیاں کمالیں۔ یہی قرآن شہر بہ شہر' قریہ بہ قریہ سناتے ہوئے روپیہ پیسہ اور غلہ اکٹھا کر لیا۔ درویشوں' صوفیوں' اور پیروں نے اپنی درویشی' تصوف(۲) اور معرفت کی مُریدوں کے ہاتھ تجارت شروع کر دی۔ تو انصاف سے فرمایئے کیا اس علم کو دُنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا؟ تصوف' درویشی' اولیائی' شیخیت اور مولویت نے متاعِ دنیا۔ مال' اسباب' روپیہ' زمینیں' کنوئیں' مربعے اور دولت کے انبار' مریدوں کے پسینے کی کمائی سے حاصل نہیں کیے؟

واقعات اور مشاہدات جب جواب اثبات میں دے رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کا متذکرہ صدر فرمان لرزتے اور کانپتے ہوئے پھر سنیں۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"جو شخص اس (دِین کے علم) کے ذریعہ متاعِ دُنیا حاصل کرے۔ تو ایسا شخص قیامت کے روز بہشت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔" (ابوداؤد)

پھر غور فرمائیں کہ جو ذریعہ معاش بہشت کے قریب تک نہ آنے دے' وہ معاف رکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ یہ تلخ حقیقت بیان کر کے آج ہم ہی گنہگار نہیں ہو رہے ہیں' بلکہ مفکر اسلام حضرت علامہ اقبال بھی یہ رونا رو گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا
اس خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

ایک اور جگہ آپ نعرہ حق یوں بلند کرتے ہیں۔

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب العلم باب فی طلب العلم لغیر اللّٰہ تعالیٰ حدیث ۳۶۶۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۴۱۲/۲ حدیث ۳۶۶۴۔

(۲) تصوف اور معرفت وہی معتبر اور مقبول ہے۔ جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ خانہ ساز فقر و درویشی عند اللہ مردود ہے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ

آپ متاعِ دُنیا کے ''لات ومنات'' کے راغبوں کو کیا کھری سناتے ہیں۔

شیخ ما از برہمن کافر تر است
زاں کہ او را سومنات اندر سراست
از منات ولات و عزی و ہبل
ہر یکے دارد بتے اندر بغل

مریدوں کا ماس کھانے اور ان کا لہو پینے والوں کو زاغوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کہ کما کر کھانے کی عادت نہیں۔

ورثہ میں ملی ہے انہیں مسند ارشاد
ہیں زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

پیر کیلئے مرید کے گھر کا کھانا

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

((طَعَامُ الشَّیخِ مُبَاحٌ لِلْمُرِیدِ وَطَعَامُ الْمُرِیدِ حَرَامٌ فِی حَقِّ الشَّیخِ))(غنیۃ الطالبین)

''پیر کے گھر کا کھانا مرید کے لئے مباح اور حلال ہے۔لیکن مرید کے گھر کا کھانا پیر کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرید کی کمائی مشکوک ہوسکتی ہے۔ اگر پیر کھائے گا تو اس کی روحانیت میں فرق آ جائے گا۔ لیکن پیر کا رزق' اور طعام بوجہ احتیاط اور کسب حلال کے یقیناً پاک اور طیب ہوگا' اس لئے مرید پیر کے گھر سے بیشک کھائے۔ یمن و برکت حاصل ہوگی۔ یہ ارشاد ہے بڑے پیر صاحب' اور کامل ولی اللہ کا' اللہ کی ان پر بے شمار رحمتیں ہوں۔ کہ اُنہوں نے کلمہ حق فرمایا۔ لیکن یہاں عمل آپ کی تعلیم کے برعکس ہورہا ہے۔ کیا ہمارے سجادہ نشین اور پیر حضرات حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی بغدادی کے ارشاد پر عمل کرنے کو تیار ہیں؟ کہ مریدوں سے ایک پیسہ نہ لیں۔ اور خود اپنی کمائی سے انہیں عطا کریں۔ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ پیشہ ور مشائخ اور مہاجن علماء کو بروقت متنبہ کرتے ہیں۔

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست
نانِ حلال شیخ ز آبِ حرام ما

ان بزرگوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ کوئی سچ مچ کا ذریعہ معاش اختیار کریں! نجاری' معماری' حدادی'

خیاطی تک تو اللہ کے پیغمبروں نے کی ہے۔ یہ بھی کوئی نہ کوئی محنت' مشقت کر کے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالیں۔ مرید اور مقتدی آئیں۔ تو ان کو بھی اپنے اس کسب حلال سے کھلائیں کہ اخلاقیات کے بانی حضرتِ انور ﷺ نے فرمایا۔

''اُونچا ہاتھ (دینے والا) پست ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔'' (مشکوٰۃ)[1]

سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے' اور پیمانہ بے صہبا ترا

شاعروں کے متعلق مشہور ہے کہ شراب پیتے ہیں اور ان کے پینے کے عام چرچے ہوتے ہیں۔ اور پھر علماء اور مشائخ ان کے پینے پر فتویٰ دیتے ہیں' لیکن پینے پر فتویٰ دینے والے اپنے ''کھانے'' پر دھیان نہیں کرتے' اکبر الہ آبادی (اللہ ان پر رحمت کر) ان مقتداؤں اور پیشواؤں کو تعریضاً کیا کھری سنا گئے ہیں۔ کاش یہ بزرگ حضرات سمجھیں' آپ فرماتے ہیں۔

عام الزام ہے اکبر پہ یہ پیتا کیوں ہے
اس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ ''کھاتا'' کیا ہے

صبر و توکل اور حرص تا گور رہتی ہے

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْكَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)) (بخاری' مسلم)[2]

''روایت ہے ابن عباسؓ سے انہوں نے نقل کی رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ابن آدم کے لئے' مال سے بھرے ہوئے دو جنگل (بھی) ہوں (بالفرض) تو البتہ ڈھونڈتا ہے تیسرا جنگل مال کا۔ اور آدمی اتنا حریص واقع ہوا ہے۔ کہ اس کے پیٹ کو صرف خاک (گور) ہی بھر سکتی ہے۔ اور (حرص' مذموم ہے) توبہ قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کسی سے کہ چاہتا ہے۔''

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاۃ باب من لا تحل له المسألة و من تحل له حدیث ۱۸۴۳۔ بحوالہ صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب لا صدقة الا عن ظهر غنى حدیث ۱۴۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی ...... حدیث ۱۰۳۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من فتنة المال حدیث ۶۴۳۷۔ ۶۴۳۶۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب لو ان لابن آدم واديين لا بتغى ثالثا حدیث ۱۰۴۹۔ ۱۰۴۸۔

ملاحظہ :۔اس حدیث میں معلم تہذیب ﷺ نے ابن آدم کا عام حال بتایا ہے کہ آدمی کی جبلت میں حرص مذموم پیوست ہے' ہر کوئی مال و متاع اور اسباب و منال کی کثرت ہی کثرت چاہتا ہے ایک انبار کے بعد دوسرے انبار کی خواہش ہوتی ہے۔ اور دوسرے کے بعد تیسرے کی۔حتی کہ قبر میں جا پہنچتا ہے۔اس حدیث میں انسان کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ کہ وہ مذموم حرص سے باز آئے۔ اور صبر و قناعت کی زندگی گزارے۔ بیشک کمائے' لکھ پتی ہو جائے۔لیکن ''استسقائے مال'' کے مرض کا شکار نہ ہو۔حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور
بار سالارے بیفتہ از ستور
گفت چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

شاہی میں فقیری

((وعن ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل و عد نفسک من اھل القبور))(بخاری)[1]

''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا بعض بدن (مونڈھے) پکڑ کر فرمایا۔ (ابن عمرؓ) رہ تو دنیا میں (اگر چہ کتنا بھی صاحب مال و مناں ہو) گویا کہ مسافر ہے تو' یا (ایسے کہ) گزرنے والا ہے راہ کا' اور شمار کر تو اپنے نفس کو اہل قبور (مردوں سے)۔''

ملاحظہ :۔ جس طرح کوئی ضروری نصیحت کرتے وقت دوسرے کے کسی عضو بالعموم بازو یا مونڈھے کو پکڑ کر کہتا ہے۔ بھائی! سنو! اسی دستور کے مطابق رحمت دو عالم نے ابن عمر کے مونڈھوں کو پکڑ کر ایک نہایت ضروری نصیحت فرمائی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ! یاد رکھ! دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارنا' یعنی جس طرح مسافر سفر میں جاتا ہے' تو اس کو اپنے وطن کا دھیان رہتا ہے' اور کوشش کرتا ہے۔ کہ سفر کو بخیر و خوبی ختم کر کے وطن کو مراجعت کرے۔ اسی طرح مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اس دنیا کے سفر کو اللہ کے حکم کے ماتحت پورا کر کے اپنے اصلی وطن (بہشت) میں پہنچنے کا فکر کرے۔

جس طرح مسافر دوران سفر میں عارضی قیام کرتا ہے۔ اور ہر شئے کو وقتی طور پر استعمال کرتا ہے۔ کہیں دل لگا کر مستقل فرودگاہ نہیں بناتا۔ اسی طرح مرد مومن کو دنیا میں عارضی اور ہنگامی طور پر اقامت پذیر ہونا چاہئے اور دنیا

(۱) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ : کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل حدیث ۶۴۱۶۔اس حدیث کا آخری جملہ صرف سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی قصر الأمل حدیث ۲۳۳۳ میں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/ ۵۲۸ حدیث ۲۳۳۳ ۔سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۳/ ۱۴۷ حدیث ۱۱۵۷۔

کی ہر چیز کو بے ثبات' ناپائیدار' فانی' اور مستعار جان کر اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اور ضروری ہے کہ ہر لحظہ اسے فکر آخرت دامنگیر رہے۔ وطن کی محبت بے چین رکھے' بلکہ اس سے بھی بلند تخیل کے ساتھ زندگی گزارو۔ گویا کہ تم عابر سبیل ہو۔ گزرنے والے راہ کے ہو۔ مسافر تو پھر کسی نہ کسی جگہ وقتی طور پر قیام کر لیتا ہے۔ لیکن راستے کا گزرنے والا چلتا ہی جاتا ہے۔ تاکہ شام سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ دُنیا کے مسافرو! تم بھی دُنیا کی راہ سے گزر رہے ہو۔ خبردار! حرص و آز کے سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ کر اپنے سفر کو بھول نہ جانا۔ عابر سبیل کے مانند دُنیا کے لذائذ و نعم' مال و منال' اور اہل و عیال کی محبت کے پھولوں کو سونگھتے اور ان کی خوشبو سے ایمان کو معطر کرتے رواں دواں چلو۔ اگر دُنیا کی کسی چیز نے آپ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ امتثالِ اوامر کی راہ میں روڑا اٹکایا تو جان لو کہ آپ کے سفر کی کشتی کو منجدھار میں موجوں نے گھیر لیا ہے۔ اور پردیس کا خطرہ ناکامرانیوں کا پیغام لے کر آ پہنچا ہے۔

تکبر' خودی' ہنکار' غرور' سرکشی' اور فرعونیت ایسے رذائل مٹانے کے لئے حضرتِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم اپنے آپ کو اہل قبور سے شمار کرو مُردوں سے گنو۔ یعنی ان کے مشابہ جانو۔ میت کی آنکھیں' کان' ہاتھ' زبان' پاؤں' تمام اعضاء اور حواس سلب کر لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دُنیا میں بسنے والے زندہ انسانوں کی یہ سب چیزیں اللہ کی نافرمانی اور بدی کے وقت معطل' اور بے کار ہونی چاہئیں۔ جیسے کوئی مردہ کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی زندہ انسان کے یہ تمام اعضاء ہنگام جرائم میت کی طرح بے حس و حرکت ہونے چاہئیں۔ مرنے والا اپنے تمام اہل' اقرباء' اولاد' آشنا' احباب' نوکر چاکر' جانور' سواریاں' زمین' مکان' اسباب' آلات' زر کے انبار' اور خزائن اموال سب کو چھوڑ جاتا ہے۔ اے زندہ انسان تجھے بھی اس دُنیا و مافیہا کو باوجود استعمال کرنے اور برتنے کے دل سے چھوڑ دینا چاہئے۔ ان کی محبت اور حرص میں جادہ مستقیم سے قدم ڈگمگانے نہ پائے۔ شاہراہِ آخرت پر چلتے ہوئے پاؤں میں لغزش نہ آئے۔ اس بھرے میلے کو چھوڑنے سے پہلے ہی چھوڑ دے۔ چھوڑ دینے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ رہبانیت اختیار کر لے۔ بلکہ چھوڑنے سے مُراد یہ ہے۔ کہ احکام الٰہی کے اتباع و تسلیم میں سب کو چھوڑ دے۔ کوئی شے تعبد و تزکر میں مانع نہ ہو۔ جھاڑ کے کانٹوں سے اَٹے ہوئے راستہ سے گزرو بھی ضرور۔ لیکن دامن بچا کر۔

چیست دُنیا از خدا غافل شدن
نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن

خبردار:۔ زندگی میں اپنے آپ کو مُردہ سمجھنے میں ترک دُنیا کی تعلیم ہرگز نہیں ہے۔ ہاں تعلیم ہے اور صرف یہ ہے' کہ اللہ کی بغاوت و سرکشی' جرائم و معاصی' اشراک و احداث' شر و طغیان' مظالم و مفاسد' بے حیائیوں' بدکاریوں' اور سینہ زوریوں کا لنگر اُٹھاتے وقت اپنے آپ کو تختہ غسل پر تصور کرو۔ اپنا جنازہ اُٹھتا دیکھو' قبر کھدتی دیکھو۔ لحد کے تنگ و تار زندان کا تصور کرو۔ تاکہ تم گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاؤ۔

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت!
کھل جائے گی تجھ پہ تیری دُنیا کی حقیقت
پھر عبرت کے لئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت!
اور پوچھ کدھر ہے وہ تیری شانِ حکومت!
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اَے کاسہ سر بول' ترا تاج کہاں ہے

(جوش)

اُمت رسول کی عمریں

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ))(ترمذی' ابن ماجه)[1]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اکثر عمریں میری اُمت کی ساٹھ ستر برس تک کے مابین ہیں۔ اور اُمت میری سے ایسے لوگ کمتر ہیں جو ستر برس سے تجاوز کریں۔''

ملاحظہ:۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی اُمت کے اکثر لوگوں کا حال بتایا ہے۔ کہ وہ ساٹھ اور ستر برس تک عمریں پائیں گے۔ اور ستر برس سے اُوپر جانے والے خال خال ہوں گے۔ اس میں رغبت دلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی عاقبت کی جلد فکر کرنی چاہئے۔ اور زادِ آخرت کے لئے سن بلوغ سے ہی کوشش میں لگ جانا چاہئے۔ جس قدر وقت کی رفتار تیز ہے۔ کوئی چیز اتنی سرعت کے ساتھ نہیں گزرتی۔ پچاس ساٹھ برس کا وقت ایسے گزر جاتا ہے' جیسے ایک خواب دیکھا ہے۔ اور کل کی بات ہے۔ انسان اپنے ماضی کو یاد کر کے خون کے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ میرے چالیس پچاس برس آنکھ جھپکنے میں گزر گئے ہیں۔ بیس پچیس کے سن میں ابھی کل شادی ہوئی چودہ پندرہ برس ازدواجی اختلاط' اور شغل اولاد میں ہوا ہوئے' اور رخش عمر چالیسویں منزل میں آ پہنچا۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اور دوسرے فرائض ابھی تکمیل کو پہنچنے ہی والے ہیں کہ عمر رفتہ کے ساٹھ برس نے بڑھاپے کا الارم بجا دیا۔ اور پھر اگلے دس سال ملک الموت کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح اضطراب میں گزر گئے۔ یہاں تک کہ بانگ برآید فلاں

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب اعمار امتی بین الستین الی السبعین حدیث ۳۵۵۰۔ سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب الامل والأجل حدیث ۴۲۳۶۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۳۷/۲ حدیث ۲۳۳۱۔ و ۴۶۰/۳ حدیث ۳۵۵۰۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳۷۹/۳۔ ۳۷۸ حدیث ۳۴۴۳۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۳۸۵/۲ حدیث ۷۵۷۔

نہ مانند۔

کُل[۱] امری مُصبّح فی اھلہ!
والموت ادنی من شراک نَعْلہ

حضرت ابی بکرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا۔
اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ آدمیوں میں سے کونسا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔مَنْ طَالَ عُمُرُہ وَ حَسُنَ عَمَلُہ ''جس کی عمر دراز ہو۔اور اس کے عمل نیک ہو۔'' پھر اس شخص نے عرض کیا۔(حضور ﷺ) کونسا آدمی بدتر ہے؟ ارشاد ہوا۔مَنْ طَالَ عُمُرُہ وَ حَسُنَ عَمَلُہ ''جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔''[۲] (ترمذی)

بڑھاپے میں حرص کی جوانی

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ))(بخاری)[۳]

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اس میں مال اور عمر کی حرص جوان ہو جاتی ہے۔''

ملاحظہ:۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں آخرت کی تیاری کا سامان کرنا چاہئے۔نہ کہ مال جمع کرنے کی فکر اور پھر اس خزانے پر سانپ بن کر بیٹھنے کی تمنائے طول عمر! کسب حلال سے مال جمع کرنا برا نہیں۔بلکہ محمود ہے۔لیکن نہ حرص مذموم کے ساتھ کہ آخرت کو بھلا دے۔اور ستر اسی برس کی عمر کو پہنچ کر اللہ کی ملاقات کے شوق پر زوال دُنیا کی آغوش کو ترجیح دینا کتنا گھناؤنا خیال ہے۔یہ سب حرصِ مذموم کے اثرات ہیں۔

مومن کے وارے نیارے ہیں

((عَنْ صُھَیْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ))(مسلم)[۴]

---

(۱) ہر شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ صبح کرتا ہے اور موت اس کے تسمہ پاپوش کے قریب تر ہے۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الزھد باب منه ای الناس خیر و ایھم شر حدیث ۲۳۳۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/۵۳۷۔۵۳۶۔حدیث ۲۳۳۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله الیه فی العمر لقوله تعالیٰ ۔ حدیث ۶۴۲۱۔
صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب کراھة الحرص علی الدنیا حدیث ۱۰۴۷۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الزھد باب المومن امرہ کلہ خیر حدیث ۲۹۹۹۔

''حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی عجیب شان ہے۔ اس کے ہر کام میں بہتری (ہی بہتری) ہے۔ اور یہ مقام سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ (سنو)! جب اس کو آرام پہنچتا ہے۔ تو وہ شکر کرتا ہے اور اس میں اس کے لئے بہتری ہے۔ اور اگر (خدانخواستہ) اس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ (دین پر ثابت قدم رہتے ہوئے) صبر کرتا ہے۔ تو اس میں بھی اس کے لئے بہتری ہے۔''

کامل توکل کا پھل

((عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّ تَرُوْحُ بِطَانًا)) (ابن ماجه)[1]

''حضرت عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرو۔ تو وہ تمہیں اسی طرح رزق پہنچائے۔ جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے۔ کہ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں۔ اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آ جاتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

ملاحظہ:۔ توکل کا مقام بہت بلند ہے۔ اگر وہاں تک کسی کی رسائی ہو جائے۔ تو عجائبات باری تعالیٰ کو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ ہر کس و ناکس توکل کامل کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ بے روح یقین و ایقان کے سبب توکل کی بلندیوں پر چڑھتے وقت ہمارے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔ اور پھر ہم ناکامی کی دلدل میں آ گرتے ہیں۔

واضح رہے کہ توکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ انسان ہاتھ اور پاؤں توڑ کر اس خیال سے بیٹھ رہے۔ کہ اس کے سب کام آپ سے آپ ہو کر اس کی جھولی میں آ پڑیں گے۔ یاد رکھیں کہ توکل کی بنیاد جدوجہد اور محنت شاقہ پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے مسلمان اپنے مطالب و مقاصد کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے۔ پوری کوشش کرے' اور ساتھ ہی اپنی مساعی کے بار آور ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ پر پورا پورا یقین رکھے' کہ وہ (اگر چاہے تو) مساعی کے لہلہاتے درختوں کو ثمر بار بنا دے گا۔ کوشش کو نتیجہ خیز کرے گا۔ اس کی نظر کرم سے دوڑ دھوپ کا صحرا گلزار آرزو میں بدل جائے گا۔ فتح و نصرت۔ کامیابی و کامرانی اللہ کے پاس سے آتی ہے۔ اپنی سعی پر مان نہ کرے۔ بلکہ اس تگ و دو کے ماحصل کو اللہ کے قبضہ میں یقین کرے۔ اور اسی سے چاہے۔ بس جدوجہد کے پھل کو۔ قادر لایزال سے چاہنا توکل کہلاتا ہے۔ اور توکل کے سوتے یقین و ایمان کی حرارت سے پھوٹتے ہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں۔ کہ توکل کا فائدہ اخلاقیات میں یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی اعتقادی غلامی اور ذہنی شرک سے پاک ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الزهد باب فی التوکل علی الله حدیث ۲۳۴۴۔ سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب التوکل و الیقین حدیث ۴۱۶۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۵۴۲/۲۔ ۵۴۱۔ حدیث ۲۳۴۴۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳۶۳/۳ حدیث ۳۳۷۷۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۶۲۰/۱ حدیث ۳۱۰۔

توکل کا فلک بوس پہاڑ

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَ إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ))(احمد' ترمذی)(۱)

"حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔لڑکے! نگاہ رکھ تو اللہ تعالیٰ (کی امرونہی) کو۔ نگاہ رکھے گا اللہ تعالیٰ تجھ کو (دنیا میں آفات وحوادث' اور مکروہات سے' اور آخرت میں ہر طرح کے عذاب و وبال سے) اور جب تو اللہ کے حقوق پورے کرے گا۔ تو پائے گا تو اس کو سامنے اپنے' اور جب (محتاجی کے وقت) اِرادہ کرے تو سوال کا۔ پس سوال کر اللہ ہی سے' اور جب اِرادہ کرے تو (دُنیا اور آخرت کے امور میں) مدد چاہنے کا۔ تو مدد (چاہ اللہ تعالیٰ ہی سے' اور یقین کے ساتھ جان تو کہ اگر تمام خلقت (خاص و عام' انبیاء و اولیاء' اور ساتوں آسمان اور زمین کی مخلوق) جمع ہوں' (بالفرض متفق ہوں) اس بات پر کہ نفع پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے تو (یاد رکھ) نہیں نفع پہنچا سکیں گے تجھ کو مگر وہی چیز (پہنچے گی تجھ کو) کہ مقدر کی ہے وہ اللہ نے تیرے لئے۔ اور اگر جمع ہوں (تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے) اس بات پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے۔ تو (یاد رکھ) نہیں نقصان پہنچا سکیں گے تجھ کو مگر وہی چیز (پہنچے گی تجھ کو) کہ مقدر کی ہے۔ وہ اللہ نے تجھ پر (سن! اللہ کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی نفع ونقصان کا مختار نہیں کیونکہ) قلم اُٹھائے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔"

کوئی نعمت حقیر نہیں

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ))(ابن ماجه)(۲)

(۱) مسند احمد ۱/۳۰۳_۱/۲۹۳۔ سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب حديث حنظلة ...... حديث ۲۵۱۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/۶۱۰_۶۰۹ حدیث ۲۵۱۶۔

(۲) صحيح مسلم كتاب الزهد باب الدنياء سجن للمؤمن حديث ۲۹۶۳ سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب القناعة حديث ۴۱۴۲۔

''حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے سے چھوٹے (کم حیثیت) کی طرف دیکھو' اور اپنے سے بڑے (زیادہ مالدار) کی طرف نہ دیکھو تا کہ (اس طرح) تم اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں حقیر نہ جانو۔''

ملاحظہ:۔ آپ کی جو حیثیت بھی ہو۔ کیسی ہی گزران ہو۔ ہمیشہ اپنے سے کم حیثیت شخص کی طرف دیکھا کریں۔ اس سے طبیعت کو یقیناً ایک گونہ اطمینان آ جائے گا۔ اور اگر اپنے سے بڑے مال و منال والے کے کھانے' پینے' پہننے' ان کی عمارتوں اور تجارتوں پر نظر کریں گے تو حرص و آز' حسرت و یاس' اور حسد کی آگ میں جلنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کہتے ہیں۔ ایک شخص کو جوتی میسر نہ تھی' ننگے پاؤں جا رہا تھا۔ اور دوسرے لوگوں کو اچھے اچھے جوتے پہنے ہوئے دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ خداوندا! مجھے جوتی بھی حاصل نہیں۔ ذرا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کے پاؤں ہی کٹے ہوئے ہیں۔ کانپ گیا اور کہنے لگا۔ یا اللہ! میری توبہ' میں جوتی نہیں مانگتا۔ میرے پاؤں کی نعمت کو سلامت رکھنا!

ریاکاری

لوگوں کو دکھانے کے ارادہ سے نیکی کرنا ریاکاری ہے' اس نیت سے عبادت کرنا کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں۔ نیک جانیں۔ عزت کریں۔ بے شک مکر و فریب اور نمود و ریا ہے۔ اور پھر یاد رہے۔ کہ ریا کا تعلق صرف ظاہری عمل سے ہے۔ عبادت سے ہی مخصوص ہے' اور اگر ریا ان امور میں ہو۔ جو عبادت کی قسم سے نہیں ہیں۔ مثلاً لباس فاخرہ میں ریا ہو' یا مال و دولت کی کثرت' اولاد کی بہتات' زمین' جائیداد' اعلیٰ مکان' نوکروں چاکروں' عہدوں' سرداری' علم و ہنر کے حاصل ہونے پر........ نمود و اظہار دکھانا سنانا ہو۔ تو اسے ریا نہیں کہتے' بلکہ تکبر' غرور' گھمنڈ اور رعونت بولتے ہیں۔ بس ریا صرف عبادت کے دکھانے سنانے کا نام ہی ہوا۔

عبادت صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ صرف اسے ہی دکھانے کی غرض سے کرنی چاہئے۔ پھر جو شخص اللہ کی عبادت میں ریاکاری کے شرک سے ضمیر کو آلودہ' ایمان کو گندہ' اور سیرت کو ناپاک کرتا ہے وہ اخلاقی طور پر نہایت مہلک مرض کا شکار ہے' اس کا باطن تاریک روح سیاہ' تخیل مکدر' تصور دھندلا اور دل و دماغ تشکیک اور تخمین کے دھندکاروں کا شکار ہیں۔ اعمال خیر کے ثمر بار درختوں' اور لہلہاتے کھیتوں کو ریا کی آتش بدامن آندھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ کس قدر خوفناک چیز ہے ریا؟ اور کتنا ضروری ہے اس سے بچنا؟ حضرت انور ﷺ نے اسی لیے اس برائی سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اس کے خوفناک انجام سے ڈرا کر لرزہ براندام کر دیا ہے۔ کانپ جانا چاہئے ریا کے نام سے' اور رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں اس کے تصور سے۔

کون سے اعمال معتبر ہیں!

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ)) (مسلم شریف)(۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کی طرف (کہ کون خوبصورت ہے اور کون سیاہ فام) اور نہیں دیکھتا تمہارے مالوں کی طرف (کہ کون امیر ہے اور کون غریب)۔ لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں کی طرف۔ (کہ کس کا دل ریا کاری سے پاک ہے) اور دیکھتا ہے تمھارے خلوص بھرے عملوں کی طرف۔“

ریا کاری کی رسوائی

((وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰهُ بِهٖ)) (بخاری ٬ مسلم)(۲)

”حضرت جندب روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص عمل کرے لوگوں کو سنانے کے لیے (تاکہ اس کی شہرت ہو)۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب لوگوں کو سنا کر اسے رسوا کرے گا۔ (چاہے دنیا میں چاہے قیامت کے دن)“۔

ریا بھی شرک کی قسم ہے

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِیْ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ غَیْرِیْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ وَّهُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ))(مسلم)(۳)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی) ہے کہ میں لوگوں کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں پھر جس نے میرے لیے کوئی عبادت کی اور اس میں کسی کو میرے ساتھ (ریا کاری) کی صورت میں) شریک کیا۔ تو میں اس شخص سے بیزار ہوں۔ اور وہ عمل اس کے لیے ہے جسے اس نے (ریائی) شریک بنایا۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تحریم ظلم المسلم و خذله و احتقاره و دمه و عرضه و ماله حدیث ۲۵۶۴۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الرقائق باب الریاء والسمعة حدیث ۶۴۹۹۔ صحیح مسلم کتاب الزهد باب تحریم الریاء حدیث ۲۹۸۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الزهد باب تحریم الریاء حدیث ۲۹۸۵۔

دکھاوے کی عبادت بے ثمر ہے

((عَنْ اَبِي سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ))(احمد)(۱)

''ابوفضالہ کے بیٹے ابوسعیدؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو (اعمال کی جزا کے لیے) جمع کرے گا۔ (یقین کرو کہ) اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ پھر پکارے گا (عرصہ محشر میں پکارنے والا (فرشتہ) جس شخص نے شریک کیا کسی کو سوائے اللہ کے عمل میں، جو اس نے خدا کے لیے کیا۔ (ریاکاری کی صورت میں) پس چاہئے کہ (وہ ریاکار) اپنے عمل کا ثواب اس غیر اللہ سے طلب کرے۔ جس کو اس نے (عبادت دکھا کر) شریک کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ترین شریکوں کا ہے شرک سے''۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ترین شریکوں کا ہے شرک سے

ملاحظہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا میں جو شرکاء ہیں وہ شرکت کے محتاج ہیں۔ اور بصد جان شرکت (PARTNER SHIP) پر خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو شرکت سے اپنا اپنا حصہ ملتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ۔ اللہ رب الارباب عبادت میں شرکت کے ساتھ ہرگز راضی نہیں ہوتا۔ وہ شرکت سے بے نیاز اور بے پروا ہے۔ اپنی عبادت میں کسی کو شریک نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہ خلاق علی الاطلاق خالص عبادت صرف اپنے لیے ہی چاہتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں ریاکار ہیں۔ غیر اللہ کے دکھانے سنانے کو عبادت کرتے ہیں۔ حشر کے میدان میں ان سے کہا جائے گا۔ کہ جن کو دکھانے کے لیے تم نے عبادت کی تھی۔ آج انہیں سے جا کر ثواب طلب کرو۔

ریاکاری کی احادیث میں بہت مذمت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ایک روایت شعب الایمان میں آئی ہے۔(۲) حضرت انور ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص سنائے لوگوں کو عمل اپنے (یعنی مشہور کرے خود کو ان عملوں سے

(۱) سنن ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب و من سورۃ الکھف حدیث ۳۱۵۴۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب الریاء والسمعة حدیث ۴۲۰۳۔ مسند احمد ۴۶۶/۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲۷۸/۳ حدیث ۳۱۵۴۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳۷۱/۳ حدیث ۳۴۰۷۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۴۸۲۔

(۲) مسند احمد ۱۶۲/۲۔ ۱۹۵/۲۔ شعب الایمان للبیھقی ۳۳۱/۵ حدیث ۶۸۲۲ المعجم الاوسط للطبرانی ۴۱۳/۳ حدیث ۴۹۸۴۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق باب الریاء والسمعة حدیث ۵۳۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب ۱۱۷/۱ حدیث ۲۵۔

لوگوں میں) سنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے (ریائی) عمل خلقت کے کانوں کو (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو خلائق میں ریاکار مشہور کردے گا) وَحَقَّرَهُ وَصَغَّرَهُ اور (دنیا و آخرت میں) اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا''۔

مخلص اعمال پر شہرت مبارک ہے

((وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَءَيْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِیْنَ))(مسلم)[1]

''حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ کہا گیا رسول اللہ ﷺ سے کہ خبر دیجئے اس شخص کے متعلق، جو نیک عمل (بغیر ریا کے) کرتا ہے، اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں۔ (کیا اس تعریف پر اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے؟) اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس نیک کام کے سبب اس کو دوست رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا (خلوص نیت سے نیک کام کرنے پر) جو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور درست رکھتے ہیں اس کو، تو یہ جلدی خوشخبری دینی ہے (بہشت کی) مسلمان کو''

عاجل بشریٰ

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خلوص نیت سے عمل صالح کرے، ریاکاری سے بچ کر صرف اللہ ہی کی خوشنودی کی خاطر نیک کام کرے، اور اس پر لوگوں میں اس کی شہرت اور نیک نامی ہو جائے .... لوگ اس کو دوست رکھیں۔ اور اس سے محبت کریں۔ تو یہ شہرت، نیک نامی اور مقبولیت کوئی بری نہیں ہے۔ بلکہ عاجل بشریٰ ہے۔ یعنی دنیا میں اس کو آخرت کی خیریت، اور بہشت کی بشارت سنا دی گئی ہے۔ عوام کی زبان سے ہی اسے فلاح آخرت کا مژدہ اسی جہان میں پہنچ گیا ہے۔

ریا بھی چھوٹا شرک ہے

((وعن محمود بن لبید ان النبی ﷺ قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرك الاصغر قالوا یا رسول الله وما الشرك الاصغر قال الریاء))(بیهقی)[2]

''محمود بن لبید روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ بہت خوفناک چیز جس کا مجھے تم پر

(۱) صحیح مسلم کتاب القدر باب اذا اثنی علی الصالح فهی بشری ولا تضره حدیث ۲۶۴۲۔

(۲) مسند احمد ۵/۴۲۸ شعب الایمان بیهقی ۵/۳۳۳ حدیث ۶۸۳۱ و مشکوۃ المصابیح کتاب الرقاق باب الریاء والسمعة حدیث نمبر ۵۳۳۴۔ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر ۱۵۵۵۔ صحیح الترغیب والترهیب ۱/۱۲۰ حدیث ۳۲۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۳۴ حدیث ۹۵۱۔

ڈر ہے۔ وہ چھوٹا شرک ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہے چھوٹا شرک؟ آپ نے فرمایا:۔ وہ ریا ہے۔"

ملاحظہ :۔ خدا کی قولی 'مالی' عبادت میں قولاً یا فعلاً ۔ غیر اللہ کو شریک کرنا شرک ہے۔ جس پر ہرگز نجات نہیں ہوگی' اسی طرح عبادت کو جو صرف اللہ ہی کو دکھانے سنانے کے لیے کرنی چاہئے اگر اللہ تعالیٰ کے سوا وہ عبادت دوسروں کو دکھانے سنانے کے لیے کی جائے۔ تو اس کو حضور ﷺ نے شرک اصغر فرمایا۔ خدا اس شرک اصغر سے بھی بچائے کہ اس کے سبب وہ عبادت مردود ہو جاتی ہے۔ اور حشر کے میدان میں ریا کار عابد عبادت کے اجر سے پورا محروم ہو کر کف افسوس ملے گا۔

شعب الایمان للبیہقی میں ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوئے' روئے 'اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ حضرت ابن اوسؓ نے کہا۔ کہ ایک بات نے رلا دیا۔ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ڈرتا ہوں میں اپنی امت پر شرک (خفی) سے۔ اور اچھی خواہش سے۔ میں (شداد بن اوسؓ) نے کہا۔ حضور ﷺ! کیا آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! خبردار ہو! (سن) تحقیق میری امت نہیں پوجے گی سورج کو اور نہ چاند کو' اور نہ پتھر کو' اور نہ بت کو' لیکن ان کے عمل دکھانے کے لیے ہوں گے' اور (دلوں میں ریاکاری کی) چھپی خواہشیں رکھیں گے"۔ [1] (بیہقی)

ابن ماجہ [2] میں حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز دوں' جو مسیح دجال کے فتنہ سے بڑھ کر خوفناک ہے؟ (تاکہ تم اس سے بچو)۔ عرض کیا گیا حضور ﷺ! فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ شرک خفی۔ یعنی پوشیدہ شرک کہ آدمی کھڑا ہوتا ہے نماز پڑھنے کے لیے فَیُزَیِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ ۔ پھر یہ معلوم کر کے کہ دیکھتا ہے اس (کی نماز) کو کوئی شخص' دراز کر دیتا ہے نماز (کے رکوع و سجود۔ قومہ جلسہ 'اور قیام وقعود) کو"۔

نوٹ :۔ نماز کو آرام سے پڑھنا۔ اس کے ارکان کی فرضیت کو بڑے اطمینان سے پورا کرنا قبول نماز کے لیے شرط ہے۔ اور آدمی کو ہر حال میں نماز گھر میں پڑھے یا مسجد میں۔ آہستہ آہستہ۔ ٹھہر ٹھہر کر' بڑے آرام اور اطمینان

---

(۱) مسند احمد : ۱۲۴/۴۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الزهد باب الرياء والسمعة حديث ۴۲۰۵۔ شعب الایمان ۳۳۳/۵ حدیث ۶۸۳۰۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق ' باب الرياء والسمعة حديث ۵۳۳۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجہ' صفحہ ۳۵۲۔ ۳۵۱ حدیث ۴۲۸۰ ' ۴۹۷۴۔ اس حدیث کی سند میں عبدالواحد بن زیاد راوی متروک الحدیث ہے۔ تنقیح الرواۃ ۴/ ۴۱۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الرياء والسمعة حديث ۴۲۰۴ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۳/ ۳۷۱ حدیث ۳۳۰۸۔

سے ادا کرنی چاہئے۔ حدیث مذکور میں جس نمازی کا ذکر ہے۔ وہ ریا کاری اور دکھلاوے کی نیت سے نماز پڑھنے والے۔ شرک خفی کی نجاست سے آلودہ آدمی کا حال ہے۔ خوب سمجھ لیں!

ریاکار دلق پوش

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَّخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ[1] الضَّاْنِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ))(ترمذی)[2]

''حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ نکلیں گے کئی لوگ آخر زمانہ میں' طلب کریں گے دنیا کو ساتھ (بیچنے) دین کے' پہنچیں گے واسطے (دکھانے) لوگوں کے لباس صوف کا (مانند کمبل' پشمینہ وغیرہ' تاکہ انہیں صوفی' درویش' عابد' اور زاہد گمان کریں) اور (پہنیں گے) واسطے اظہار نرمی اور تواضع کے (تاکہ لوگ بکثرت مرید اور معتقد ہوں) اور ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی۔ (میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کو رام کریں گے)۔ پر ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ (مریدوں کا لہو چوسیں گے' اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں' اہل تقویٰ سے دشمنی رکھیں گے) فرماتا ہے اللہ تعالیٰ (ایسے دلق پوش ریائی درویشوں' اور صوفیوں کو) کیا بسبب میرے مہلت دینے کے (خرقہ سالوس میں مہاجنی کرنے والے) مغرور ہوتے ہیں اور میری مخالفت کی جرات کرتے ہیں۔ (ترمذی)

اس حدیث پاک سے امور ذیل کی طرف توجہ فرمائیں:۔

۱۔ اخیر زمانہ میں بھیڑ' دنبہ کے چمڑوں' صوف' پشمینہ کی گدڑیاں' اور کمبل وغیرہ کئی لوگ بزرگی اور درویشی کے نشان کے طور پر پہنیں گے جو مکار اور ریا کار ہوں گے۔ الا ماشاء الله .

۲۔ وہ لوگ دین کی تجارت کر کے اس کے عوض جیفہ دنیا کمائیں گے۔ یعنی دین کا ڈھونگ رچا کر خانہ ساز مسئلوں' بدعیہ اور شرکیہ رسموں کو دین کی چیز کہہ کر اموال وارزاق اکٹھا کریں گے۔ دین کا ڈھونگ رچانا۔ ہم نے اس لیے کہا ہے کہ قرآن وحدیث کو ایمانداری کے ساتھ صحیح بیان کرنے سے بجائے دنیا کمانے کے کچھ ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ اور اس کے سوا بجائے عوام کی واہ' واہ' اور پھولوں کے ہاروں کے زندگی تکالیف' مصائب اور پریشانیوں کے جنگل میں گزرتی ہے۔ جو لائمین کی ملائمت اور

---

(۱) جلود الضان۔ چمڑے۔ دنبے۔ بھیڑ وغیرہ کے۔ مراد اس سے لباس صوف ہے۔ مثل کمبل۔ پشمینہ وغیرہ۔ (صادق)

(۲) سنن ترمذی ابواب الزھد باب حدیث خاتلی الدنیا۔ بالدین و عقوبتھم حدیث ۲۴۰۴ وضاحت۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۴۰۴۔

طعن وتشنیع کی خاردار جھاڑیوں سے پٹا پڑا ہو۔ اس بات کی تصدیق کے لیے انبیاء علیہم السلام' صحابہ رضی اللہ عنہم' اہل اللہ' اور مجددین رحمہم اللہ کی دکھوں بھری زندگی مطالعہ فرمائیں۔

(۳) وہ لوگ بظاہر میٹھی میٹھی باتوں سے عوام کا دل موہ لیں گے اور پھر ان کو مرید بنا کر ان کا لہو چوسیں گے۔ زبانوں کا شکر سے میٹھا ہونا' اور بھیڑیوں کے سے دل رکھنا یہی معنے رکھتا ہے۔ کہ ان کی زبانیں گفتگو کا جام شیریں پلائیں گے۔ لیکن یہ ساقی جلب زر کی خاطر ان لوگوں کی نسلوں تک کو پیری مریدی کی چھری سے ذبح کرتے رہیں گے۔

نوٹ :۔ متذکرۃ الصدر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مکار اور ریا کار صوفیوں' پیروں اور درویشوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو دانستہ صوف کی گدڑیوں' کملیوں اور رنگ دار کپڑوں کے ٹخنوں تک لمبے کرتوں کو پہنتے ہیں۔ تا کہ سینکڑوں آدمیوں میں اس امتیازی درویشی لباس سے پتہ چل جائے کہ یہ درویش مرد ہے۔ ولی اللہ ہے اور پھر لوگ اس لباس کو دیکھ کر درویشی اور ولایت کے معتقد ہو کر رجوع کریں۔ آپ نے ایسے سینکڑوں ''اولیاء'' دیکھے ہوں گے۔ کہ ان میں کسی نے سرخ رنگ کا' کسی نے زرد' کسی نے سبز' کسی نے سیاہ' یا نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔ کسی نے درویشی کے اشتہار کے لیے سیاہ کمبل اوڑھ رکھا ہے۔ کسی کی گدڑی اپنی ولایت کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔ آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دنیا سے نرالے امتیازی درویش نما لباس سے کیا مقصد؟ اس کا جواب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور میں دیا ہے۔

((يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّانِ مِنَ اللِّيْنِ))

''یہ لوگ صوف (اور رنگ رنگ) کے لباس لوگوں کو دکھانے کے لیے (ریا کارانہ) پہنیں گے۔ اور (ریا کاری کے طور پر) اس لباس سے نرمی' عاجزی' تواضع' انکساری اور مسکینی ٹپکائیں گے۔''

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے وردوں' وظیفوں' تسبیحوں' تہلیلوں' ذکروں' فکروں' قولی' بدنی' مالی' عبادتوں اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی نیکی کو حتی الامکان لوگوں سے مخفی (۱) رکھیں۔ آپ کی نیت میں صرف اللہ ہی کو دکھانا سنانا پیوست ہو۔ عبادت کی حوروشوں' اور حسنات کی عذراؤں کو کوئی غیر محرم نہ دیکھے۔ آپ کے اقوال وافعال' حرکات وسکنات' اور انوکھے لباسوں کے رنگ ڈھنگ سے' خبردار! خبردار!

(۱) بعض عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کا عوام سے پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے مسجد میں جائیں تو سب لوگ دیکھیں گے۔ حج کے لیے بیت اللہ جائیں تو ساری دنیا کی نظریں پڑیں گی۔ زکوٰۃ صدقات کے دیتے وقت بھی کم از کم جس کو دیں گے وہ جانے گا' اسی طرح اور کئی نیکیاں ایسی ہیں جن میں اظہار ناگزیر ہے تو ان صورتوں میں اپنی نیت پر اخلاص اور تقوی کا پہرہ رکھیں' بار بار دل کو ٹٹولتے جائیں کہ کسی کونے گوشے اور سوراخ میں کہیں ریا کا پانی تو نہیں مر رہا ہے۔ اگر ایسا شبہ پڑے' تو فوراً نیت کی اصلاح کر کے عمل کو خالص کر لیں۔ (محمد صادق)

کبھی بہ نیت اظہار تقدس اور نمود عبادت نہ ہو۔

امت کے خطیب اور آگ کی قینچیاں

((عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ رَأَیْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَّارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ یَاجِبْرَائِیْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ یَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ))(۱)

’’حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی شب کو میں نے کئی آدمی دیکھے۔جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے۔میں نے جبریل سے دریافت کیا' یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں۔جو لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم (وعظ) کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔‘‘

نوٹ:۔معلوم ہوا کہ وعظ کرنا بھی تلوار کی دھار پر چلنا ہے' پل صراط پر قدم رکھنا ہے۔جتنا وعظ لوگوں کو سنایا جائے۔جن جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کی نصیحت کی جائے اگر واعظ اور خطیب خود اس پر عمل نہ کرے گا تو یہی وعظ اور خطبہ قیامت کے روز اس کے لیے باعث عذاب بن جائے گا۔وعظ کرنے والوں کو گوش ہوش سے وعظ کرنا چاہئے۔اور خطیبوں کو پہلے اپنے حال پر نظر کر کے لوگوں کو خطبہ سنانا چاہئے۔حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم تری کنند

ریاکار عالموں کا دوزخ

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ کُلَّ یَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ یَدْخُلُهٗ قَالَ اُعِدَّ لِلْقُرَّآءِ الْمُرَآئِیْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّآءِ اِلَی اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَآءَ))(۲) (ابن ماجه)

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب باب الامر بالمعروف حدیث ۵۱۴۹ بحوالہ شرح السنۃ ۳۵۳/۱۴ حدیث ۴۱۵۹ شعب الایمان بیہقی ۲۸۳/۲ حدیث ۱۷۷۳ مسند احمد ۱۲۰/۳ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب الایمان باب ماجاء فی النصح والامراء حدیث ۳۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح الترغیب والترہیب ۵۸۴/۲ حدیث ۲۳۲۷ صحیح الموارد الظمآن ۱۱۰/۱۔۱۰۹ حدیث ۳۴۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵۸۵/۱ حدیث ۲۹۱۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی الریاء والسمعة حدیث ۲۳۸۳۔سنن ابن ماجه المقدمة باب الانتفاع بالعلم والعمل به حدیث ۲۵۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۳۸۳۔ضعیف سنن ابن ماجه حدیث ۵۰۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳۹/۱۔

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔(لوگو!)جُبّ حزن سے خدا کی پناہ مانگا کرو۔صحابہؓ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! جب حزن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' یہ دوزخ میں ایک وادی ہے' اس وادی سے دوزخ بھی ہر روز چار سو بار اللہ کی پناہ مانگتا ہے۔صحابہؓ نے (گھبرا کر) پوچھا۔حضور ﷺ اس وادی میں کون (بدبخت) داخل ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔یہ وادی ریا کار عالموں کے لیے تیار کی گئی ہے اور سنو (میری امت کے لوگو) اللہ کے نزدیک برے عالم وہ ہیں جو (چاپلوسی اور نفسانی اغراض کے لیے) امیروں' بادشاہوں' حاکموں' کی ملاقات کو جاتے ہیں"۔

استیذان کا بیان

اگر کسی بہن' بھائی' دوست' یار اور رشتہ دار وغیرہ کے گھر جانے کا اتفاق ہو۔تو شپاشپ اندر نہیں چلے جانا چاہئے۔بلکہ باہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر مسنون طریق سے اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہئے۔ہوسکتا ہے کہ گھر کی عورتیں کسی ایسی حالت میں لیٹی ہوں یا بیٹھی ہوں۔جس میں کسی غیر محرم کو دیکھنا روا نہیں۔یا میاں بیوی کا اختلاط خلوت کا متقاضی ہو۔اس کے علاوہ اور کئی حجاب کی صورتیں گھروں میں موجود ہوتی ہیں۔تو ان حالات میں اگر کوئی اچانک اندر آ موجود ہو تو گھر والوں کے لیے یہ صورت حال' نہایت ناگوار' مکروہ' اور رنجیدہ ہوگی۔اس لیے شریعت نے بلا اذن کسی کے گھر میں داخل ہونے پر قدغن (PROHIBITION) دی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ[1] لَكُمْ ج وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰی لَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾(سورۃ النور : ۲۸ . ۲۷)

"اے ایمان والو! (سنو!) اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت داخل ہوا کرو۔جب تک ان گھر والوں سے (اندر جانے کا) اذن نہ لے لو۔اور (باہر کھڑے کھڑے) ان پر السلام علیکم نہ کہہ لو۔یہ اجازت لے کر اور سلام کہہ کر اندر جانا تمھارے لیے بہتر ہے۔تاکہ تم یاد رکھو۔(اور بغیر اجازت کے کسی کے گھر داخل ہونے کی جرات نہ کرو) پھر اگر (معلوم کرو کہ) ان گھروں میں کوئی نہیں ہے (اندر سے کوئی جواب نہیں مل رہا) تو پھر بھی اجازت کے بغیر اندر نہ جاؤ۔اور اگر اندر سے جواب آئے کہ (اس وقت

---

(۱) اگر آپ ملاقات کا وقت متعین کئے بغیر کسی کے مکان پر کسی کام یا ملاقات کے لیے جائیں۔اور وہاں سے آپ کو جواب ملے۔کہ اس وقت فرصت نہیں' پھر فلاں وقت تشریف لے آنا تو آپ بغیر رنج وملال اور گلہ وشکوہ کے واپس آ جائیں۔

فرصت نہیں) لوٹ جایئے تو (خندہ پیشانی سے) واپس چلے جاؤ۔ یہ (واپس جانا) تمھارے لیے بڑا کھرا پن ہے اور تمھارے عمل (کی نیت) کو اللہ جانتا ہے''۔

تین بار اجازت مانگیں

((عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْمُوْسٰی قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَنْ اٰتِیَهٗ فَاَتَیْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَامَنَعَكَ اَنْ تَاْتِیَنَا فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰی بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَیَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَهٗ فَلْیَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَذَهَبْتُ اِلٰی عُمَرَ فَشَهِدْتُّ)) (بخاری)[1]

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا تھا۔ میں ان کے دروازے پر گیا۔ اور تین مرتبہ سلام کیا۔ (اور اجازت چاہی) کوئی جواب نہ آیا۔ تو میں واپس آ گیا۔ حضرت عمرؓ (یہ سمجھ کر کہ میں نے تعمیل حکم نہیں کی۔ فرمایا کہ ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا اور آپ کے دروازے پر (کھڑے ہو کر) تین بار سلام عرض کیا تھا۔ جب جواب نہ ملا۔ تو میں واپس لوٹ آیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا۔ (امت کیلئے مسئلہ بتایا تھا) کہ جب تم میں سے کوئی بھی تین بار اندر آنے کی اجازت مانگے اور جواب نہ ملے۔ تو اسے واپس ہو جانا چاہیے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حدیث پر گواہ لاؤ (کہ واقعی یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے) چنانچہ میں (ابوسعید خدریؓ) حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھ ہو لیا۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر اس حدیث کی گواہی دی۔''

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کے مکان پر جا کر باہر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے (جتنی کہ گھر والے سن سکیں) السلام علیکم پکارنی چاہیے' اگر جواب ملے کہ اندر آؤ تو اندر چلے جائیں اور اگر کوئی جواب نہ آئے۔ تو پہلی سلام کے بعد دوبارہ اور سلام کریں۔ یعنی تین مرتبہ تک اجازت لینے کے لئے سلام پکاریں۔ اگر اب بھی جواب نہیں ملا تو پھر بے تامل واپس ہو جائیں۔

ایک اور اہم بات اس حدیث سے واضح ہوئی کہ بغیر دلیل کے مذہب کی کوئی بات نہیں ماننی چاہیے۔ آپ نے حدیث میں پڑھ ہی لیا ہے۔ کہ جب ابوموسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا تھا۔ کہ تین بار

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثا حدیث ۶۲۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب الاستیذان حدیث ۲۱۵۳۔

سلام کرنے اور اجازت چاہنے پر اگر کوئی جواب اندر سے نہ ملے۔ تو واپس آ جاؤ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اَقِمْ عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ اس حدیث پر گواہ [۱] پیش کرو۔" پھر جب حضرت ابو موسیٰؓ نے ابو سعید خدریؓ کو بطور گواہ پیش کیا' اور گواہ نے گواہی دی کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ سے سنی تھی' تو پھر حضرت عمرؓ نے مان لیا۔ کہ واقعی یہ حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی رُو سے تین [۲] بار اجازت بہ سلام طلب کرنی چاہیے۔ پھر جواب نہ ملے۔ تو واپس ہو جانا چاہئے۔

غور فرمائیں کہ مسئلہ استیذان کے لئے حضرت عمرؓ ایک صحابی سے حدیث رسول پر شہادت طلب کرتے ہیں۔ لیکن آجکل جس عالم' صوفی' پیر' درویش اور امیر جماعت کے منہ سے جو مسئلہ بلا دلیل نکلتا ہے۔ عقیدت مند آمنا و صدقنا کہہ کر اسے دین سمجھ لیتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ آیت ہے؟ کسی کا قول ہے؟ ایجاد بندہ ہے؟ یا گھڑنت ہے؟ خبردار! حضرت عمرؓ سے سبق سیکھو اور دین سے متعلق کوئی بات قرآن یا حدیث کے استدلال کے بغیر مت جانو!

مَیں ہوں' مَیں ہوں' نہ کہو

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلٰی اَبِیْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا کَاَنَّهٗ کَرِهَهَا))(بخاری' مسلم) [۳]

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے قرض کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ کو دستک دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ مَیں ہوں' حضور ﷺ نے فرمایا۔ (کیسی فضول بات ہے) میں ہوں' میں ہوں' گویا برا جانا حضور ﷺ نے اس بات کو۔"

ملاحظہ:۔ جب آپ کبھی کسی کے مکان پر جا کر آواز دیں۔ مسنون طریق پر سلام پکاریں۔ تو اگر اندر سے آواز آئے۔ کون صاحب ہیں۔ تو یہ نہ کہیں کہ مَیں ہوں۔ بلکہ اپنی کنیت' عرفیت' تخلص' لقب یا نام بتائیں کیونکہ "مَیں ہوں" کہنے سے ابہام پیدا ہوتا ہے جو صاحب خانہ کے لئے اذن' یا عدم اذن کے جواب سے پہلے ایک نئی "دردِ سر" بن جاتی ہے۔ پہلے وہ "مَیں ہوں" کی آواز کی تشخیص کی اُلجھن میں گرفتار ہوگا۔ پھر کہیں جا کر شخصیت کا تعارف پائے گا۔ تو کیوں نہ آپ اپنا اسم گرامی بتا دیں۔

(۱) گواہی طلب کرنی بطور احتیاط کے تھی تا کہ کوئی حدیث وضع کرنے کی جرات نہ کرے ورنہ خبر واحد بالاتفاق مقبول ہے خاص کر حضرت ابو موسیٰؓ جیسے بلند پایہ صحابی کی روایت۔

(۲) تین بار سلام اس لئے کرتے ہیں کہ پہلا سلام تعریف کیلئے۔ دوسرا تامل کے لئے اور تیسرا اجازت یا عدم اجازت کے لئے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قال : من ذا؟ فقال انا حدیث ۶۲۵۰۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب کراھة المستأذن انا اذا قیل من ھذا حدیث ۲۱۵۵۔

سلام اور اذن کیلئے لوٹا دیا

کلدہ بن حنبل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے مجھے دودھ اور ہرن کا بچہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ مکہ کی ایک بلند جانب (مقام معلا) میں اُترے ہوئے تھے۔ میں جب حضور ﷺ کے پاس (سیدھا شپا شپ) چلا آیا۔ نہ تو میں نے (آپ پر) داخل ہوتے وقت سلام کہا۔ اور نہ ہی اِجازت طلب کی۔ (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَدْخُلُ)) (ترمذی)(۱)

''واپس جاؤ (دروازے پر) اور کہو السلام علیکم کیا اندر آ سکتا ہوں۔''

نوٹ:۔ حضور ﷺ نے کلدہ کو جو واپس دروازے پر بھیجا۔ اور فرمایا سلام کرو۔ اور اذن لے کر آؤ۔ تو یہ امت کے لئے تعلیم بھی ہے اور داخل ہوتے وقت سلام اور اذن کے مسئلہ کی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر جائیں۔ تو السلام علیکم پکاریں' اور ساتھ ہی یہ کہیں۔ اِجازت ہے۔ یعنی اس طرح۔ السلام علیکم۔ اِجازت ہے؟

اپنے گھروں میں سلام پکارو

حضرت عطاء بن یسارؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا میں اپنی والدہ کے ہاں جاتے وقت بھی اِجازت مانگوں۔ (یعنی السلام علیکم کہہ کر اذن لے کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! وہ بولا۔ میں اپنی والدہ کے ہمراہ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں۔ اِرشاد ہوا۔ پھر بھی اِجازت لے لینی چاہئے۔

اس نے عرض کیا میں (اکثر) والدہ کی خدمت میں رہتا ہوں (ہر وقت آنا جانا پڑتا ہے) آپ نے فرمایا۔ پھر بھی اِجازت لے لیا کرو۔ کیا تم اپنی والدہ کو ننگا دیکھنا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا۔ نہیں! اِرشاد فرمایا فَاسْتَاذِنْ عَلَيْهَا ''پھر اِجازت ضروری ہے۔''(۲) (رواہ مالک مرسلاً)

ملاحظہ:۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ ہمیں اپنے گھروں میں بھی آتے وقت کھانس کر اور السلام علیکم پکار کر داخل ہونا چاہئے۔ کیونکہ گھروں میں بہوئیں' بھاوجیں' بیٹیاں' مائیں اور بہنیں ہوتی ہیں' یا ہوسکتی ہیں۔ تاکہ سلام کی آواز سن کر وہ غفلت وغیرہ دور کرلیں۔ اور ویسے بھی سنت ہے۔ کہ جب کوئی بھی گھر آئے تو السلام علیکم کہہ کر اندر

(۱) سنن ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستیذان حدیث ۲۷۱۰۔ سنن ابو داؤد کتاب الادب باب کیف الاستیذان؟ حدیث ۵۱۷۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۸۳/۳ حدیث ۲۷۱۰ صحیح سنن ابو داؤد ۲۷۰/۳۔ ۲۶۹ حدیث ۵۱۷۶۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۳۶۱/۲۔ حدیث ۸۱۸۔

(۲) مؤطا امام مالك کتاب الاستیذان باب الاستیذان ۹۶۳/۲۔

داخل ہو۔ یہ مسئلہ آپ پیچھے السلام علیکم کے باب میں پڑھ آئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ بڑوں کے علاوہ اگر چھوٹے بچے بھی گھر آئیں۔ تو وہ بھی السلام علیکم کہہ کر اندر آئیں۔ اور جو بچہ بغیر سلام کے اندر آئے۔ آپ اس کو واپس لوٹائیں۔ اور کہیں کہ سلام کہہ کر آؤ۔ بچہ کو سلام کے لئے لوٹانا' استیذان کی خاطر نہیں ہے۔ بلکہ السلام علیکم کی سنت پر عمل کرنے اور برکت پانے کی غرض سے ہے۔

خوشامد' لجاجت اور مدح سرائی

خوشامد' چاپلوسی' جھوٹی تعریف' لجاجت اور مبالغہ آمیز مداحی' نہایت کمینی حرکت ہے۔ فرومایہ اور ذلیل کام ہے۔ خوشامدی جھوٹی تعریف کے پل باندھ باندھ کر ممدوح کو خوش کرتا ہے۔ معمولی صلے کے لئے اس کے گیت گاتا' اور اسے خوشامد کے آسمانوں پر بٹھاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ مدح سرائی اور خوشامد سے خودداری مٹ جاتی ہے۔ لجاجت کے مسموم جھونکوں سے خودی کا عطر ریز پھول مرجھا کر جل جاتا ہے۔ اور خوشامدی میں غلامانہ ذہنیت پیدا ہو کر اسے صبر وضبط' رکھ رکھاؤ' قناعت' حفاظت نفس' جواں مردی' اور عالی ہمتی' ایسے اوصاف سے یکسر محروم کر دیتی ہے۔ خوشامدی غلام کے ایمان اور ضمیر کا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ بہرحال جھوٹ اور سچ ملا کر دوسرے کو خوش کرتا ہے۔ اس کی روح مردہ' ضمیر مجروح' تخیل پست اور رائے ہلکی ہوتی ہے۔ شاعروں کا ممدوحوں کی تعریف میں زمین وآسمان کے کلابے ملانا اور مریدوں کا پیروں کی مدح سرائی میں مبالغہ آمیزی کی حدیں پھاندنا نہایت افسوسناک امر ہے۔ خوشامد اور لجاجت' چونکہ اخلاقی رذائل ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان کی بے حد مذمت کی ہے۔ اور ان سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ قارئین کرام حضرت محمد ﷺ کے ارشادات بغرض عمل ملاحظہ فرمائیں۔

خوشامدیوں کے منہ میں مٹی ڈالو

((عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ))(صحیح مسلم)(۱)

''حضرت مقداد بن اسود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب خوشامدی تعریف کرنے والوں کو دیکھو۔ تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔''

ملاحظہ:۔ غور فرمائیں کہ لجاجت' خوشامد اور مداحی مبالغہ آمیزی اس قدر خطرناک اور زہریلی چیز ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا کہ ان خوشامدیوں (کرایہ کے ٹٹوؤں' ضمیر فروشوں) کے منہ میں مٹی ڈالو۔ یعنی جس منہ سے خوشامد کے الفاظ نکل رہے ہیں وہ منہ مٹی سے بھرنے کے لائق ہے' آپ نے

(۱) صحیح مسلم کتاب الزھد باب النھی عن المداح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنۃ علی الممدوح حدیث ۳۰۰۲۔

سنا ہوگا۔ کہ جب کوئی نہایت مہذب پاکیزہ اور صدق وصفائی سے کلام کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس کا منہ اس لائق ہے۔ کہ موتیوں سے بھریں۔ لیکن خوشامدی کے منہ میں بروئے حدیث مٹی ڈالنی چاہئے۔ مسلمان بھائیو! یادرکھو! کبھی کسی کی خوشامد نہ کرنا۔ چاپلوسی' اور لجاجت سے کام نہ لینا۔ ہرگز کسی کی بڑھا چڑھا کر تعریف کر کے' شریعت کے ہاتھوں منہ میں مٹی نہ ڈلوانا۔!

منہ پر تعریف کی ممانعت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔

((وَيحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ))[1]

''تو نے اپنے ساتھی (ممدوح) کی گردن کاٹ دی ہے۔''

پھر فرمایا۔

ترجمہ:۔ ''جب کوئی تم میں سے کسی کی (فی الواقع) تعریف کرنی چاہے تو صرف یہ کہے۔ میں اسے (نیک) گمان کرتا ہوں۔ (اس کی نیکی پر قطعی حکم نہ لگائے۔ کیونکہ) اس کی نیکی پر قطعی حکم لگانا اللہ پر حکم لگانا ہے۔ (فی الواقع اللہ ہی جانتا ہے۔ کہ کون صحیح معنوں میں نیک ہے۔''

ملاحظہ:۔ منہ پر تعریف کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''تو نے اس کی گردن کاٹی ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ممدوح جب اپنی تعریف سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ پھر متکبر اور مغرور ہو جاتا ہے اور جس دل میں رائی برابر تکبر ہو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ وہ بہشت میں نہ جائے گا جب وہ بہشت میں نہ گیا۔ تو اس کی گردن کاٹی گئی اور ویسے بھی جس کے منہ پر اس کی بے حد تعریف کریں' اس میں ضرور فخر و کبر اور غرور و بڑائی انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ جس سے اس کی روحانیت تاریک ہو جاتی ہے۔

شاباش! یہ لو تمغہ

شعراء تو بادشاہوں' وزیروں' نوابوں' اور امیروں' کے حق میں قصیدے پڑھتے ہی آئے ہیں۔ ان کی بے حد تعریفیں کر کر تھکے نہیں ہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ شعراء کوئی مذہب کے پیشوا نہ تھے۔ دین کے امام نہ تھے۔ ان سے تو انعاموں اور صلوں کے حاصل کرنے کے لئے ممدوحوں کی تعریفیں ہوئیں لیکن حیرت تو ان وارثانِ منبر رسول اور قابضانِ مسند پیغمبر پر ہے جو مریدوں اور نعت خوانوں سے اپنی تعریف آپ سنتے ہیں۔ اپنی مدح سرائی میں زمین و

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یکرہ من التمادح حدیث ۶۰۶۱۔ صحیح مسلم کتاب الزھد باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنۃ علی الممدوح حدیث ۳۰۰۰۔

آسمان کے قلابے ملتے دیکھتے ہیں۔اور پھر جب مرید انہیں اڑا کر ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔تو ارشاد ہوتا ہے۔تو ہمارے مداحوں میں ہو گیا۔شاباش! یہ لو تمغہ!

عرش کانپ جاتا ہے

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰی وَاھْتَزَّلَہُ الْعَرْشُ))(مشکوٰۃ)[1]

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جب فاسق کی (سامنے یا غیر حاضری میں) تعریف کی جاتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے۔اور (مارے دہشت کے) عرش کانپ جاتا ہے۔''(مشکوٰۃ شریف)

ملاحظہ:۔ بے نمازوں' بے روزوں' زکوٰۃ نہ دینے والوں' مشرکوں' بدعتیوں' زانیوں' شرابیوں' ظالموں' بے حیاؤں' بے غیرتوں' ریا کار عالموں' بدعتی درویشوں' اور صوفیوں' فاسق فاجر وزیروں' اور حاکموں کی مدح اور تعریف کرنا' اللہ کے غضب کو جوش میں لاتا ہے۔اَللّٰہُ اَکْبَر!۔

مسلمانوں کے منہ سے فاسق و فاجر کی تعریف
نکلے۔ تو پھر مارے غصہ کے کیوں نہ عرشِ الٰہی

کانپ جائے!

﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط﴾(سورۃ الصّٰفّٰت : ۱۸۰ تا ۱۸۲)

والدین کے حقوق

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْکِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا﴾(سورۃ بنی اسرائیل : ۲۳۔۲۴)

''اور تمہارے رب نے تم کو (قطعی) حکم دیا ہے۔کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔اور والدین کے

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب حفظ اللسان و الغیبۃ حدیث ۴۸۵۹۔بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۴/۲۳۰ حدیث ۴۸۸۶۔یہ حدیث منکر ہے۔سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳/۵۸۷۔حدیث ۱۳۹۹۔

ساتھ نیکی کرنا۔ (سنو)! اگر والدین میں سے کوئی ایک' یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں' تو ان کے آگے اُف (ہوں) بھی نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں جھڑکنا۔ اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا۔ اور بچھا دونوں کے لئے بازو ذلت کا مہربانی سے (یعنی محبت اور خاکساری سے پیش آیا کرنا' اور (ان کے لئے) دعا کرتے رہنا۔ کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے میرے چھوٹے سے کو (بڑی محبت سے پالا ہے۔ تو بھی اسی طرح (میری دعا مان کر) ان پر رحم فرمائیو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیکی' اور احسان' کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ نیکی اور احسان کرنے کے علاوہ' پھر دلی محبت اور خاکساری سے پیش آنے کا حکم دیا۔ ذلت کا بازو جھکائے رکھنے کا اِرشاد فرمایا۔ جھڑکنے اور کلمہ اُف بولنے سے زبان بند کر دی ہے' اور کہا ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی دُعا کرتے رہا کرو۔

اور جب بھی ان کے ساتھ بات کرنے کا موقعہ آئے۔ تو بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ گویا انہیں کھلاؤ' پلاؤ' پہناؤ' بیماریوں' دکھوں' دردوں' میں ان پر تن من دھن نچھاور کرو۔ انہیں آرام و آسائش پہنچانے کے لئے ہر امکانی کوشش بروئے کار لاؤ۔ کتاب و سنت پر عمل کرنے کی خاطر انہیں سہولتیں مہیا کرو۔ پھر باایں ہمہ خدمت و اطاعت' ان کے ادب و احترام اور عزت و تعظیم کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ مبادا کوئی کلمہ درشت منہ سے نکل کر آپ کے کئے کرائے پر پانی پھیر دے۔ عاقبت میں آپ کو لے ڈوبے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احسان بالوالدین کا بار بار حکم فرمایا ہے۔ اور اس حکم کو بار بار دہرایا ہے۔ اور عمل کے لئے اس پر زور دیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی یہی صورت کارفرما ہے۔ ماں باپ کے حقوق کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے۔

کون نہیں جانتا' کہ والدین کو اولاد کی تربیت اور پرورش میں کس قدر تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پیدائش سے لے کر سن بلوغ کی منزل تک اولاد کو پہنچانے میں انہیں کتنی پل صراطوں سے گزرنا' اور کتنی تلواروں کی دھاروں پر چلنا پڑتا ہے' وہ لاکھوں بار ان کے غم کی موت مرتے اور امید کی زندگی جیتے ہیں۔ بچوں کے پروان چڑھانے میں ان کی صحت و عمر' آرام و چین' اور عیش و نشاط' کے ہزاروں پر ٹوٹتے ہیں۔ ان کے حسن و شباب اور بلندیوں کا شاہین۔ ان کی آرزوؤں کے بے شمار طیور و عصافیر نوچ کر اڑنا سیکھتا ہے۔ اور پھر جب یہی بچے دولہا دلہن بنتے ہیں تو ان کی مسرتوں اور خوشیوں کا فلک بوس محل والدین ہی کے پنجر کی ہڈیوں پر استوار ہوتا ہے۔ ماں باپ ہی کے گوشت پوست' اور خون و استخوان کے اینٹ گارے سے تعمیر پاتا ہے۔ پھر تف اس اولاد پر' جو ایسے ماں باپ کی ضرورتوں کا خیال نہ کرے۔ ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر ترجیح نہ دے' ان کی خواہشات اور حوائج کو درخور اعتنا نہ جانے۔ ان کی فرماں برداری اور اطاعت (معروف میں) بجالا کر بہشت حاصل نہ کرے۔

صحیح ابن حبان میں حدیث ہے کہ ایک روز حضرت جبریل تشریف لائے اور انہوں نے حضور ﷺ کے منبر پر

چڑھتے وقت یکے بعد دیگرے تین دعائیں کیں اور ہر دعا پر حضور انور ﷺ نے آمین کہی۔ ان تین دعاؤں میں سے ایک یہ تھی۔

((وَمَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ))(صحیح ابن حبان)(۱)

''جو اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پائے پھر (ان کی نافرمانی کے سبب) دوزخ میں جائے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

اب آپ غور فرمائیں کہ والدین کے جس نافرمان' بے ادب' گستاخ' حقوق فراموش پر حضرت جبریل علیہ السلام لعنت بھیجیں' اور رسول اللہ ﷺ آمین فرمائیں۔ اس کا کیا حشر ہوگا۔ والدین یا دونوں میں سے ایک کو زندہ پانے والو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ والدین کی فرمانبرداری کرو۔ ان کی خدمت کرو۔ اور دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات والدین کے بارے میں کیا ہیں؟

نماز کے بعد نیکی

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) (بخاری)(۲)

''حضرت عبداللہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (حضور ﷺ) اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نماز کا وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا۔ اس کے بعد؟ ارشاد ہوا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔''

ذلیل اور خوار ہوں

((وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ))(مسلم شریف)(۳)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ذلیل وخوار ہو! ذلیل وخوار ہو! ذلیل وخوار ہو! وہ شخص جو والدین یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے اور (ان کی خدمت میں

---

(۱) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب البر و الصلة باب حق الوالدین ۱۴۰/۲ حدیث ۴۰۹۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق صحیح ابن حبان ۱۴۰/۲ حدیث ۴۰۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب و الترهیب ۵۸۴/۱ حدیث ۹۹۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاة باب فضل الصلاة لوقتها حدیث ۵۲۷۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال حدیث ۸۵۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب رغم من ادرك ابویه اؤ احدهما عندالکبر فلم یدخل الجنة حدیث ۲۵۵۱۔

فرمانبرداری کرکے) بہشت میں نہ جائے۔"

سب سے زیادہ مستحق احسان

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ))(۱)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیری والدہ! اس نے کہا پھر کون؟ تیری والدہ! اس نے عرض کیا۔ اس کے بعد؟ تیری والدہ! وہ بولا (حضور ﷺ!) پھر کون ہے؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ پھر تیرا والد۔"

ملاحظہ:۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ ماں بہ نسبت باپ کے حسن سلوک کی تین گنا زیادہ حقدار ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ نو مہینے بچہ کو حمل میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اس بوجھ کی تکلیف' اور پھر زمانہ حمل کی امراض کا خطرہ' اور کبھی بیمار ہونے کی زحمت برداشت کرتی ہے۔ اور پھر وضع حمل کی پل صراط سے بھی گزرتی ہے' اس کے بعد بچہ کو دودھ پلانے کی مشقت اٹھاتی ہے۔ اور پھر شب و روز اس کی مامتا میں بے چین و مضطرب رہتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ حسن سلوک میں اس کا حق باپ سے بڑا ہے۔ اور نیکی' اور احسان' خدمت اور انعام میں والدہ کو ترجیح ہے۔ اور اطاعت میں باپ کو فوقیت ہے۔ اور آداب والدین میں یہ بات مشترک ہے کہ تواضع' تملق اور خاکساری سے پیش آئے۔ مباح چیزوں میں اطاعت واجب جانے' بے ادبی اور گستاخی' تکبر اور غرور سے پیش نہ آئے۔ اپنی آواز ان کی آواز سے بلند نہ کرے ان سے باتیں کرتے وقت عاجزی' انکساری اور تواضع مدنظر رکھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرے۔ لیکن قول لین پر کاربند رہے۔

والدہ کو ایذا دینا حرام ہے

((عَنِ الْمُغِیْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ))(بخاری)(۲)

"حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق اللہ نے ماؤں کو (ہر قسم کی) ایذا دینی تم

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة حدیث ۵۹۷۱۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب برالوالدین و ایهما احق به حدیث ۲۵۴۸۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر حدیث ۵۹۷۵۔ صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة حدیث ۵۹۳ حدیث ۱۷۱۵۔

پر حرام کر دی ہے۔“

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے والدین کو گالی دینا گناہِ کبائر سے ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ (حضور ﷺ!) کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! (کبھی حقیقت میں بھی واقعہ ہوتا ہے۔ اور اکثر اس طرح کہ) يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ گالی دیتا ہے کسی آدمی کے باپ کو۔ پس (جواب میں) وہ گالی دیتا ہے۔ اس کے باپ کو، اور گالی دیتا ہے کسی کی ماں کو۔ پس گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو۔“[۱] (بخاری مُسلم)

ملاحظہ:۔ ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ کوئی بڑا ہی لعنتی اور جہنمی ہوگا۔ جو اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ پھر گالی دینے کی اس حقیقی صورت کے علاوہ ایک صورت والدین کو گالی دینے کی حضور ﷺ نے یہ بتائی۔ کہ جو کوئی دوسرے کے والدین کو گالی دینے میں اِبتداء کرے گا۔ اور پھر اس کے جواب میں دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دے گا۔ تو یہ دوسرے شخص کا گالی دینا' پہلے کا آپ اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر ان سے اپنے والدین کو گالی دلواتے ہیں۔ گویا وہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینے کے جرم میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! اسلام کی اخلاقی تعلیم کتنی بلند اور کتنی پاکیزہ ہے۔

حارثہؓ بن نعمانؓ کی قرآن خوانی کی آواز بہشت میں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النَّعْمَانِ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ))(شرح السنة للبغوی)[۲]

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یسب الرجل والدیه حدیث ۵۹۷۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر واکبرها حدیث ۹۰۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلة حدیث ۴۹۲۶۔ بحواله شرح السنة ۱۳/ ۷ حدیث ۳۴۱۸۔ مسند احمد ۶/ ۱۶۷۔۱۵۲۔ مستدرک حاکم کتاب معرفة الصحابة ۳/ ۲۲۹ حدیث ۴۹۲۹ و طبع قدیم ۳/ ۲۰۸ شعب الایمان ۶/ ۱۸۴ حدیث ۷۸۵۱۔ علامہ شعیب الارناؤط فرماتے ہیں اسناده صحیح بتحقیق شرح السنة للبغوی ۳/ ۷ حدیث ۳۴۱۸۔ امام حاکم ؒ نے اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و امام مسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی ؒ نے اُن کی موافقت کی ہے۔ علامہ البانی ؒ نے بھی اس حدیث کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/ ۵۸۲ حدیث ۹۱۳۔

''میں بہشت میں داخل ہوا۔ (خواب[1] میں) پس سنی میں نے اس میں آواز قرآن پڑھنے کی۔ پھر پوچھا میں نے' کون ہے یہ قرآن پڑھتا؟ فرشتوں نے کہا۔ یہ (آپ کا بلند مرتبہ صحابیؓ حارثہ بن نعمانؓ ہے۔ پھر حضور ﷺ نے (ان کی بزرگی کا سبب بیان کرتے ہوئے) فرمایا۔ ایسا ہی ہے ثواب (والدین سے) نیکی کرنے کا۔ اور حارثہ اپنی ماں کے ساتھ بہت نیک سلوک کرنے والا تھا۔''

والدین کو دیکھنے سے حج کا ثواب

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ وَّلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْ وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ))(شعب الايمان)[2]

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے والدین سے نیکی کرنے والا فرزند اگر ماں' (یا باپ) کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر (یعنی ہر بار دیکھنے) کے بدلے حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ (حضور ﷺ!) اگر وہ دن میں سو بار دیکھے۔ ارشاد ہوا۔ ہاں! (اگر دن میں سو بار دیکھے۔ تو سو حج کا ثواب پائے گا۔ کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے وہم وگمان سے) بہت بڑا ہے۔ اور بہت پاکیزہ ہے۔''

باپ کی مستجاب دُعا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ دَعْوَةِ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِه باپ کی دعا بیٹے کے حق میں۔ (ترمذی)[3]

(۱) یہ روایت بیہقی میں بھی موجود ہے۔ اس کے شروع میں حضور یوں فرماتے ہیں۔ میں سو گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو بہشت میں دیکھا۔ الخ پھر آگے پوری حدیث اسی طرح ہے۔ یاد رہے کہ پیغمبر کا خواب بھی وحی ہی ہوتی ہے۔ (صادق) (دیکھیں حوالہ سابقہ)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلة حدیث ۴۹۴۴۔ بحوالہ شعب الایمان للبیهقی ۱۸۶/۶۔ حدیث ۷۸۵۶۔ یہ روایت موضوع ہے۔ مشکوٰۃ بتحقیق الایمان ۱۳۸۳/۳۔ اس حدیث کی سند میں نهشل بن سعید ہے۔ نهشل متروک ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

(۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی دعوة الوالدین حدیث ۱۹۰۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۴۴/۲۔ حدیث ۱۹۰۵۔

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ)) (سنن ابو داؤد)[1]

''حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ملاحظہ:۔ حضور ﷺ نے اس حدیث میں باپ کا ایک عظیم الشان حق بتایا ہے۔ کہ بیٹا مثلاً لاکھ پتی ہو گیا ہے۔ وہ اس روپیہ کا واحد مالک ہے۔ کوئی اس سے لے نہیں سکتا۔ لیکن حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس کا یہ لاکھ روپیہ اس کے باپ کا ہے۔ نہ صرف وہ روپیہ ہی بلکہ روپیہ کا مالک (بیٹا) بھی اپنے باپ کی چیز ہے۔ یعنی والد کو شرعاً یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹے کے لاکھ روپیہ کو جہاں چاہے جب چاہے۔ جس طرح چاہے (بروئے شرع) استعمال کر سکتا ہے' بیٹے کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی جان اور تمام مال اپنے باپ کے حوالہ کر دے۔

البتہ اس بات پر غور کر لینا چاہئے۔ کہ اگر کوئی باپ بہت بوڑھا ہونے' یا ارذل العمر کو پہنچنے کے سبب اختلال حواس کا شکار ہو گیا ہو۔ اور اس کی باتیں اختلال کی وجہ سے درست نہ ہوں' تو پھر اس کے بیٹے کو حسن عملی سے نرمی' عاجزی' اور انکساری سے اس کی نادرست باتوں اور غلط فرمائشوں کو ٹال دینا چاہئے۔ مثلاً ایک بوڑھ باپ اپنے متمول بیٹے کو کہے۔ کہ مجھے پانچ ہزار روپیہ دو۔ میں نے فلاں مزار پر گنبد بنوانا ہے۔ یا کسی ستر سالہ بوڑھے کا مذاق اُڑانے کے لئے چند منچلے اُسے کہیں کہ ہم آپ کی شادی کرتے ہیں۔ اپنے بیٹوں سے چار پانچ ہزار روپیہ لاؤ اس پر وہ اپنے متمول بیٹوں کو مجبور کرے۔ کہ مجھے شادی کے لئے چار پانچ ہزار روپیہ دو۔ ان حالات میں اگر بیٹے باپ کے ایسے مطالبوں کو پورا نہ کریں۔ تو وہ باپ کے نافرمان نہیں ہو سکتے۔ ہاں! باپ کے اختلال' حواس کے زمانے میں اولاد کو باپ کی بے حد دلجوئی' اور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ اور حتی الامکان انہیں راضی رکھنے کی سعی کرنی ضروری ہے۔

باپ کے دوستوں سے احسان

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُوَلِّيَ)) (مسلم)[2]

''حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ آدمی کی نیک ترین

---

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب ماجا للرجل من مال والدہ حدیث ۲۲۹۱ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۲۴۴ حدیث ۱۸۶۹۔ ارواہ الغلیل ۳/۳۲۳ حدیث ۸۳۸۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب فضل صلة اصدقاء الاب والام و نحوھما حدیث ۲۵۵۲۔

نیکیوں سے یہ ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کے دوستوں سے احسان کرے۔"

ملاحظہ:۔ قربان جایئے اسلام کی اخلاقیات پر' کہ باپ کے مرجانے یا سفر میں چلے جانے کے بعد اس کے دوستوں سے نیکی' خیر خواہی' بھلائی' عزت' اور احترام کرنے کا اولاد کو حکم دیا گیا ہے۔

قرابت کے حقوق

قرابت کی اللہ سے فریاد

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَی الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰی یَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ))(بخاری' مسلم)(۱)

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خلق کو (اپنے علم ازلی میں) پیدا کیا۔ پس جب فارغ ہوا پیدا کرنے سے۔ تو (اس کی خلق سے فریاد کرنے کے لئے) ناتا (Relations Ship) کھڑا ہوا۔ اور رحمٰن کی کمر پکڑی۔ (یعنی اللہ کے دامن عظمت کو تھاما۔ جیسے کہ فریادی کھڑا ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا کہتا ہے تو؟ ناتے نے عرض کیا۔ یہ ہے جگہ کھڑے ہونے پناہ پکڑنے والے کی ساتھ تیری کاٹنے سے (یعنی میں تیرا دامن عزت پکڑ کر اس جگہ تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اس بات سے کوئی مجھے کاٹے یعنی قطع رحمی کرے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا (اے ناتے) تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں ملاؤں گا اس کو (یعنی اس کے ساتھ احسانِ سلوک اور رحم کروں گا) جو ملائے گا تجھ کو (یعنی جو تجھ سے سلوک کریگا صلہ رحمی کرے گا) اور کاٹوں گا جو کاٹے گا تجھ کو۔ (یعنی جو تجھ سے نیک سلوک نہ کرے گا۔ قطع رحمی کرے گا) کہا ناتے نے' ہاں راضی ہوں میں۔ اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پس یہ (میرا) وعدہ تیرے لئے ثابت ہے۔"

ملاحظہ:۔ یہ حدیث شریف قرابت کے حقوق اور رشتہ ناتا کی ذمہ داریوں کی اہمیت واضح کرنے کے لئے ایک زبردست اور جامع مانع درسِ اخلاق ہے۔ اس فرمانِ مصطفوی کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام خلق کو پیدا فرمایا تو رحم (Womb) نے اللہ کے دامنِ عظمت وجلال کو تھام کر عرض کیا۔ کہ دنیا میں میرے ہی وجود سے اولاد آدم میں رشتہ ناتا کا ظہور ہوگا۔ میری ہی ذات قرابت کا باعث ہوگی۔ گویا میں خود ناتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ دنیا میں

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب و تقطعوا ارحامکم۔ حدیث ۴۸۳۰۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها حدیث ۲۵۵۴۔

ناتا ملا رہے۔ صلہ رحم ہو اور ناتا کے ٹوٹنے یعنی قطع رحم سے میں تیری جناب میں پناہ پکڑتا ہوں۔ یعنی رشتہ ناتا قطع کرنے سے مجھے) اپنی پناہ میں لے لے۔ کوئی مجھے کاٹے نہیں قطع نہ کرے' اس پر اللہ نے رحم (قرابت' ناتے) سے وعدہ کیا کہ جو تجھے کاٹے گا اس کو میں بھی (اپنی رحمت نعمت اور احسان سے) کاٹ دوں گا۔ قطع تعلق کرلوں گا۔ اور جو تجھے ملائے رکھے گا۔ صلہ رحمی رکھے گا۔ اس کو میں بھی (اپنی رحمت' نعمت' احسان سے) ملاؤں گا۔ اس سے میل ملاپ اور لگاؤ رکھوں گا۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ دنیا میں جو شخص (بلا عذر شرعی) رشتہ داروں سے بول چال' میل ملاپ قطع کرتا ہے۔ وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا تعلق واسطہ قطع کرلیتا ہے۔ اور اللہ اس پر سخت ناراض اور غضب ناک ہوجاتا ہے۔ اللہ ان قرابتوں رشتہ داروں کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ جنہوں نے (بغیر عذر شرعی) نفسانی خواہشات ذاتی رنجشوں' دلی کدورتوں' اور حسد و بغض کی بنا پر آپس میں ملنا جلنا چھوڑ دیا ہو۔ علیک سلیک ترک کردی ہو' ایسے تمام لوگ اللہ کے معتوب اور اس کے غضب میں ہیں۔ اگر آخرت کی نجات چاہتے ہیں۔ اپنے حج' زکوٰۃ اور نماز' روزہ کو میدان حشر میں بار آور دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی تائب ہوکر آپس میں بول چال شروع کرلیں۔ میل ملاپ بحال کرکے ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کی راہ (راہ بہشت) کھول دیں۔

رحم رحمٰن سے مشتق ہے

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ وَّصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ))(بخاری) (۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رَحِم (بہ معنی بچہ دان) رحمٰن سے مشتق ہے۔ (یعنی لفظ رحمٰن سے رحم لیا گیا ہے) پس فرمایا اللہ (رحمٰن) نے (رحم کو) جو شخص تجھے ملائے' تیرے حقوق کی رعایت کرے ملاؤں گا میں اس کو (اپنی رحمت و نعمت اور فضل و احسان سے) اور جو شخص کاٹے تجھے (یعنی تیرے حقوق منقطع کرے) کاٹوں گا میں اس کو (اپنی رحمت و بخشش سے محروم کرکے)۔''

رحم عرش سے معلق ہے

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ))(بخاری و مسلم) (۲)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من و صل وصلہ اللہ حدیث ۵۹۸۸۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الآداب باب من و صل و صلہ اللّٰہ حدیث ۵۹۸۹۔صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم و تحریم قطیعتھا حدیث ۲۵۵۵۔

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔رحم (بچہ دان مراد نا تا) عرش کے ساتھ لٹکایا گیا ہے۔(اور بطور دعا کے) کہتا ہے۔جو شخص ملائے مجھ کو (سلسلہ قرابت قائم رکھے) ملائے گا اس کو اللہ (اپنی رحمت سے) اور جو شخص کاٹے مجھ کو (رشتے ناتے توڑے) کاٹے گا (اپنی رحمت سے) اس کو اللہ۔''

نوٹ :۔ رحم لٹکایا گیا ہے عرش سے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رحم رحمٰن کے عرش کو پکڑے ہوئے ہے۔فریاد کرنے کے لئے۔قطع رحمی سے پناہ مانگتا ہے۔رب العرش کی جناب میں' اور ساتھ ہی قطع اور وصل کے انجام کی خبر بھی دیتا ہے۔اپنے خالق کے حکم سے۔

﴿فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!﴾ (سورة الحشر : ۲)

''قاطع رحم بہشت میں نہ جائے گا۔''

قاطع رحم بہشت میں نہ جائے گا

((وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ))(بخاری' مُسلم)(۱)

''حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔رحم کا کاٹنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔''

ملاحظہ:۔ رحم کا کاٹنے والا یعنی (بغیر شرعی عذر کے) رشتہ داروں کو نفسانی کدورتوں' اور ذاتی بغض وعناد کی وجہ سے نہ ملنے والا۔قطع رحمی کی حرمت کو جانتے ہوئے۔بلا وجہ رحم کاٹنے والا' دولت' مال' اور عز وجاہ کے گھمنڈ میں غریب ناتے داروں کو چھوڑنے والا۔اول نجات پائے ہوؤں کے ساتھ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔حاجیو! نمازیو! روزہ دارو! زکوۃ دینے والو! آج ہی اپنی عاقبت کی اصلاح کی فکر کرلو! اور بدعمل مسلمانو! تم اپنی دوہری اصلاح کے لئے تگ ودو کرلو۔کتاب وسنت کے عامل بنو۔اور رشتے ناتے ملالو۔

محدث بیہقیؒ شعب الایمان میں عبداللہ بن اوفیؓ کی روایت لائے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ))(۲)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع حدیث ۵۹۸۴۔صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها حدیث ۲۵۵۶۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلة حدیث ۴۹۳۱ بحوالہ شعب الایمان للبیهقی ۲۲۳/۶ حدیث ۷۹۶۲۔شرح السنة ۲۸/۱۳ حدیث ۳۴۴۰۔الادب المفرد باب لا تنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم حدیث ۶۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۶۵۳/۳ حدیث ۱۴۵۶۔

''اس قوم پر رحمت نہیں اُترتی۔ جس میں ناتے کا کاٹنے والا ہو۔''

اور ابوداؤد میں عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔

''اللہ برکت والا بلند قدر فرماتا ہے۔ میں ہوں اللہ اور میں ہوں رحمٰن۔ میں نے رحم (ناتے) کو پیدا کیا' اور نکالا میں نے (لفظ) رحم اپنے نام (رحمٰن) سے۔ پھر جو کوئی ملائے رحم کو۔ ملاؤں گا میں اس کو' اور جو کوئی کاٹے اس کو۔ کاٹوں گا میں اس کو۔'' (ابوداؤد) (۱)

قرابتی میل جول کا ثمر

((وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَا لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ)) (بخاری شریف) (۲)

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے رزق میں وسعت اور اپنی عمر میں برکت چاہتا ہے۔ اسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیئے۔''

برائی کا جواب نیکی سے دو

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی سے پیش آتے ہیں' میں ان سے نرمی کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ پر سختی کرتے ہیں (اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟) حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو درست بیان کر رہا ہے۔ تو تو ان کو گرم راکھ کھلا رہا ہے۔ (یاد رکھ) اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شر سے بچانے کے لئے ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ جب تک کہ تو اس سلوک کو جاری رکھے گا۔'' (مُسلم) (۳)

مزاح اور خوش کلامی

اچھی بات صدقہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)) (بخاری) (۴)

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الزکاۃ باب فی صلة الرحم حدیث ۱۶۹۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث ۱۶۹۴۔

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب من احب البسط فی الرزق حدیث ۲۰۶۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها حدیث ۲۵۵۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها حدیث ۲۵۵۸۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب من اخذ بالرکاب و نحوہ حدیث ۲۹۸۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف حدیث ۱۰۰۹۔

''اچھی بات (کہنی) بمنزلہ صدقہ کے ہے۔''

ملاحظہ:۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے۔ کہ گفتگو میں نرمی' لینت اور شیریں پن کا ہونا صدقہ یعنی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش کلامی سے راضی ہوتا ہے۔ وہ بندے خدا کو پیارے لگتے ہیں' جو میٹھی زبان سے بات کرتے ہیں۔ جن کے منہ سے ہنگامِ کلام پھول جھڑتے ہیں۔

کلامِ خیر کی ترغیب

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ))(بخاری)[۱]

''حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

اسلام میں خوش کلامی

((عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِيْبُ الْكَلَامِ))(مسند امام اعظم)[۲]

''عمرو بن عبسہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے رسول! (فرماؤ) اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا۔ خوش کلامی۔'' (مسند امام اعظم)

نوٹ:۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک دِین دار متقی مسلمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خوش گفتار ہو۔ نرم کلام اور شیریں زبان ہو صرف اتنی بات سے ہی اسلام کی معراج نہیں حاصل ہو جاتی۔ کہ نماز پڑھ لی۔ روزہ رکھ لیا۔ اور تسبیح پھیر لی۔ لیکن جب کسی سے بات کرنے کا موقع آیا۔ تو زبان کی درشتی سے گفتار کے وہ پتھر پھینکے کہ دوسرے کے آئینہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بدزبانی اور بدکلامی اِسلام کو زیب نہیں دیتی۔ مسلمانوں کو اپنے اخلاق کی اصلاح کی طرف بہت توجہ کرنی چاہئے۔

خوش کلامی سے آگ کا بجھنا

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلایوذ جارہ حدیث ۶۰۱۸۔ صحیح مسلم کتاب الحث علی اکرام الجار والضیف والزوم الصمت الاعن الخیر و کون ذلک کلہ من الایمان حدیث ۴۷۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان حدیث ۴۶۔ بحوالہ مسند احمد ۴/۳۸۵۔ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)) (بخاری شریف)(۱)

''عدی بن حاتم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ کی آگ سے (صدقہ کر کے) بچو۔ اگرچہ صدقہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور اگر اتنا بھی میسر نہ آئے تو اچھی بات کہہ کر (اسی صدقہ سے ہی) دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ۔''

ملاحظہ:۔ قرآن مجید میں بھی اچھی بات کہنے کے لئے اللہ کا اِرشاد موجود ہے۔

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (سورة بنی اسرائیل : ۵۳)

''اور (اے پیغمبر ﷺ!) میرے بندوں کو کہہ دے کہ وہ اپنے منہ سے وہ بات نکالیں۔ جو (میٹھی۔ شیریں، نرم اور سراسر) اچھی ہو۔''

اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیریں کلامی اور نرم گفتاری مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جبھی تو اللہ نے اسے قرآن میں عمل کے لئے بیان کیا ہے۔ ہم لیاقت کی ڈینگیں تو بہت مارتے ہیں۔ لیکن کردار کے لحاظ سے اِنسانیت بہت اُونچی ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں، اور شہرہ آفاق عالموں (اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ) کے حال، اور عوام کے ان کے ساتھ سابقہ اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ ان کے علم وورع کے چشمہ کے اِردگرد بداخلاقی کے مار وکژدم کچھ اس طرح پھنکارتے ہیں۔ کہ کوئی رستم کے لگے کا ماں کا جایا بھی قریب نہیں پھٹک سکتا کیا مجال کہ کوئی زبان کی تیغ ''جوہردار'' کی تاب لا سکے۔ بھائیو اور بہنو! یاد رکھو۔ اپنی گفتگو کو اتنا شیریں، نرم، اور دلنشیں بناؤ۔ کہ جو کوئی بھی آپ سے ایک مرتبہ مل کر جائے۔ تازیست آپ کی میٹھی باتیں اس کو یاد رہیں۔

خوش طبعی کی حقیقت

ترمذی باب المزاح میں ہے۔ کہ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ (حضور ﷺ) آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں۔ (صحابہؓ نے تعجب سے پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا۔

((لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا))(۲)

''(بے شک لیکن) میں سچی بات کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔''

ملاحظہ:۔ حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو مزاح،(۳) یعنی خوش طبعی فرماتے تھے۔ آپ کی

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقة قبل الرد حدیث ۱۴۱۳۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او کلمة طيبة ..... حدیث ۱۰۱۶۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی المزاح حدیث ۱۹۹۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۵۔ حدیث ۱۹۹۰۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۴/۳۰۴۔ حدیث ۱۷۲۶۔

(۳) مزاح اس خوش طبعی کو کہتے ہیں جس میں ایذا نہ ہو کسی کا دل نہ دکھے، بری نہ لگے۔ افراط تفریط سے پاک ہو اور اس پر مداومت=

اس گفتگو میں حق ہی حق ہوتا تھا۔ جھوٹی باتیں بنا کر اور مبالغہ آمیز قصے گھڑ کر لوگوں کو ہنسانا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کا حال آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ خوش طبعی بھی صرف وہی جائز ہے۔ جس میں جھوٹ اور مبالغہ امیزی ہرگز نہ ہو۔ حضورِ انور ﷺ گاہے بگاہے حقیقت و صداقت پر مبنی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اس سے مُراد یہ تھی۔ کہ آدمی ہر وقت منہ بسورے ماتھے پر شکن ڈالے نہ بیٹھا رہے۔ کیونکہ عبوسی چہرے لوگوں کو بجائے نزدیک لانے کے دور کرتے ہیں۔ اور نفرت پیدا کرتے ہیں۔

دو کان والے

((وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَه يَاذَا الْاُذُنَيْنِ)) (ابو داؤد' ترمذی)[۱]

''روایت ہے انسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ اے دو کان والے۔''

نوٹ :۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ انسؓ کے دو کان نہ تھے۔ پھر انہیں کہنا۔ ''اے دو کان والے، اس سے طبیعت کے دریا میں ظرافت کی ہلکی ہلکی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور مزاح کے رکاؤ میں روانی سی آ جاتی ہے۔ اور غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرتِ انور ﷺ نے حضرت انسؓ کو دو کان والے کہہ کر ان کی سماعت' ذہانت' زیرکی اور عقل و شعور کی تعریف بھی کی ہے۔ گو یاذَا الْاُذُنَيْنِ میں مزاح بھی ہے۔ اور انسؓ کی تعریف بھی!

ابو عمیر کیا ہوئی نغیر

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِّيْ صَغِيْرٍ يَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ كَانَ لَه نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِه فَمَاتَ)) (بخاری' مسلم)[۲]

''حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فرماتے۔ میرے چھوٹے بھائی سے مزاح کے طور پر اے ابو عمیر! کیا ہوئی نغیر! اور نغیر (سرخ چونچ کی چڑیا) میرے چھوٹی بھائی کے پاس تھی۔ جس سے وہ کھیلتا تھا۔ پھر وہ ''چڑیا'' مرگئی۔''

= نہ کی جائے۔ اور پھر اس میں جھوٹ اور خلاف واقعہ کوئی بات نہ ہو پس یہ مزاح مباح ہے۔ حضورِ انور ﷺ بھی فرماتے تھے اور آپ کی مزاح میں سوائے حق کے اور کوئی بات نہ ہوتی تھی' ایسی مزاح کو ہم سنت مستحبہ کہہ سکتے ہیں۔ افسوس ہماری آجکل کی خوش طبعی عام طور پر اخلاق اور تہذیب کی قیود سے آزاد ہوتی ہے' جھوٹ' مبالغہ' ادب و اخلاق کے خلاف باتیں ہماری مزاح کا لازمہ ہیں۔ اور بعض اوقات ہماری خوش طبعی بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک نوبت لے آتی ہے۔ مسلمان بھائیو! اعتدال کی راہ اختیار کرو۔ (محمد صادق)

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح حدیث ۵۰۰۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۳/۲۲۸۔ حدیث ۵۰۰۲۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس حدیث ۶۱۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب جواز تکنیة من لم یولد لہ۔ و کنیة الصغیر۔ حدیث ۲۱۵۰۔

ملاحظہ:۔ حضرت انسؓ کا ایک چھوٹا ماں شریک بھائی کبشہ بن ابوطلحہ زید بن سہل انصاری تھا۔اس کے پاس نغیر یعنی سرخ چونچ کی چڑیا تھی۔جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔اور ہاتھ میں لے کر حضرت انور ﷺ کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ چڑیا اچانک مرگئی۔پر جب وہ لڑکا (انسؓ کا بھائی) حضور ﷺ کے پاس آتا۔تو آپ خوش طبعی کے طور پر اسے فرماتے ابوعمیر کیا ہوئی نغیر! گویا نغیر کے مقابلہ میں اس کی کنیت ابوعمیر فرما کر اس کی خوش طبعی کا سامان پیدا کرتے۔ اس پر وہ لڑکا مسکرا دیتا۔

سواری کے لئے اُونٹنی کا بچہ

((وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ اَحْمِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ))(ترمذی' ابوداؤد)[1]

"حضرت انسؓ سے روایت ہے۔کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کی۔حضور ﷺ نے فرمایا میں تجھے سواری کے لئے اُونٹنی کا بچہ دوں گا۔اس نے کہا (حضور ﷺ) میں اُونٹی کے بچہ کو لے کر کیا کروں گا؟ (بچہ نے سواری کا کام تھوڑا دینا ہے؟) آپ نے فرمایا۔اُونٹ بھی تو اُونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔"

بوڑھی عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی

((وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاِمْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّه لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا))(مشکوٰۃ شریف)[2]

"حضرت انسؓ سے روایت ہے۔اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کی۔کہ حضور ﷺ نے (ازراہ خوش طبعی) ایک بوڑھی عورت کو فرمایا۔(جب کہ اس نے بہشت کے لئے دعا کی درخواست کی) بہشت میں کوئی بوڑھی عورت' داخل نہ ہوگی۔اس نے (حیران ہوکر) کہا۔کیوں داخل نہ ہوں گی بہشت میں جب کہ وہ قرآن پڑھنے والی مسلمان ہوں گی) اور تھی وہ عورت قرآن پڑھی ہوئی۔حضور ﷺ نے اسے

---

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی المزاح حدیث ۱۹۹۱۔سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح حدیث ۴۹۹۸۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲/۳۷۵۔حدیث ۱۹۹۱۔صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۲۸ حدیث ۴۹۹۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المزاح حدیث ۴۸۸۸۔شرح السنة ۱۳/۱۸۳۔حدیث ۳۶۰۶۔الشمائل المحمدیة للترمذی باب ماجاء فی صفة مزاح رسول اللہ ﷺ حدیث ۲۴۱۔یہ حدیث حسن ہے۔مختصر الشمائل المحمدیة حدیث ۲۰۵غایة المرام فی تخریج احادیث الحلال و الحرام حدیث ۳۷۵۔

فرمایا۔کیا تو نے قرآن میں (یہ) نہیں پڑھا اَنْشَاءُ نٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔ تحقیق پیدا کریں گے ہم بہشت کی عورتوں کو پس کریں گے ہم ان کو کنواریاں۔"

یعنی قیامت کے دن ہم بوڑھیوں کو بھی باکرہ اُٹھائیں گے۔ پس بوڑھیاں بڑھاپے کی صفت کے ساتھ بہشت میں نہ جائیں گی۔ دوشیزگی اور شباب کے عالم میں بہشت کی زینت بنیں گی۔"

رحمت دو عالم نے کوالے بھرے

حضرت انسؓ[1] سے روایت ہے کہ ایک شخص زاہر بن حرام گاؤں کا رہنے والا' رسول اللہ ﷺ کے لئے (شہر آتا تو) تحفہ باہر کا (ساگ' ککڑی' کدو وغیرہ) لے آتا۔ اور جب وہ (مدینہ سے) باہر (اپنے گاؤں) کو جانے لگتا۔ تو حضور انور ﷺ بھی اس کا سامانِ سفر درست کر دیتے۔ (کچھ شہر کی چیزیں اسے دے دیتے) اور اس کے حق میں (مزاحاً) فرماتے۔ زاہر ہمارا باہر کا گماشتہ ہے (کہ ہمارے لئے باہر کی چیزیں لاتا ہے) اور ہم اس کے شہر کے گماشتے ہیں (کہ ہم اسے شہر کی چیزیں دیتے ہیں) اور رسول اللہ ﷺ کو اس سے بڑی محبت تھی۔ اور تھا وہ بظاہر کریہہ النظر (Illooking) ایک روز رسول اللہ ﷺ (بازار) آئے تو دیکھا کہ زاہر اپنا (باہر سے لایا ہوا) اسباب بیچ رہا تھا حضور ﷺ نے اس کی نظر بچا کر پیچھے سے ہو کر کوالے بھرے (یعنی اس کے پیچھے بیٹھ کر دونوں ہاتھ اس کی بغلوں کے پیچھے سے نکال کر اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ دیئے۔ تاکہ پہچان نہ سکے۔ (اس پر) زاہر نے کہا۔ اَرْسِلْنِيْ مَنْ هٰذَا "چھوڑ دے مجھ کو کون ہے یہ؟" پھر اس نے کنکھیوں سے دیکھا۔ تو پہچان لیا کہ یہ تو حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پھر تو اپنی پیٹھ کر حضرت انور ﷺ کے سینہ پاک سے چپکانے کے لئے لگا جتن کرنے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (ازراہ خوش طبعی) زاہر سے متعلق فرمایا۔ مَنْ يَّشْرِي الْعَبْدَ (ہے کوئی خریدار (اس اللہ کے) غلام کا؟ زاہر نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا "بخدا پائیں گے آپ مجھ کو ناکارہ" (یعنی مجھ بدشکل بے ہنر کو کون خریدے گا) حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ لیکن اللہ کے نزدیک تو ناکارہ (اور بدشکل) نہیں۔ (تیری اللہ کے ہاں بڑی قیمت ہے) (شرح السنته)

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المزاح حدیث ۴۸۸۹ بحوالہ شرح السنة ۱۸۱/۱۳ حدیث ۳۶۰۴ بحوالہ مسند احمد ۱۶۱/۳۔ الشمائل المحمدیة للترمذی باب ماجاء فی صفة مزاح رسول اللہ ﷺ حدیث ۲۴۰ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۲۷۶۔ علامہ شعیب الارناؤط فرماتے ہیں اسنادہ صحیح بتحقیق شرح السنة ۱۸۱/۱۳ حدیث ۳۶۰۴۔ علامہ البانی ؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مختصر الشمائل المحمدیة حدیث ۲۰۴۔ صحیح الجامع الصغیر ۲۰۸۷ صحیح الموارد الظمآن ۳۹۶/۲ حدیث ۱۹۳۳۔

میرا تمام بدن آ ئے

عوف بن مالک[(۱)] اشجعی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوہ تبوک میں حاضر ہوا۔ حضرت انور ﷺ ایک چمڑے کے (چھوٹے سے) خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اندر آ جاؤ۔ میں نے (بطریق خوش طبعی) عرض کیا۔ حضور ﷺ! اَکُلِّی میرا تمام بدن آ ئے؟ قَالَ کُلُّکَ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تمام بدن تیرا۔

نوٹ:۔ خیمہ بہت چھوٹا تھا۔ اس لئے عوف نے کہا۔ کہ میرا تمام بدن آ ئے؟ اس سے بڑی لطیف مزاح' اور خوش طبعی ہوگئی۔ نیز معلوم ہوا کہ مقام بے تکلفی میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضرت اکرم ﷺ سے خوش طبعی کرتے تھے اور اس سے رخصت نکلی کہ تلامذہ اور ارادت کیش اپنے اساتذہ اور مشائخ سے اور احباب واعزہ آپس میں گاہے بگاہے معتدل مزاح کر سکتے ہیں۔ البتہ جھوٹی' ایذا رساں اور مبالغہ آمیز مزاح (سخریہ) ہرگز روا نہیں۔ حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔

((لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ))(ترمذی)[(۲)]

''اپنے بھائی سے (ناجائز) جھگڑا نہ کر اور نہ (ایذادہ) مزاح کر اس سے' اور نہ ایسا وعدہ کر اس سے کہ خلاف کرے تو اس کو۔'' (ترمذی)

ہمسایوں کے حقوق

ہمسایوں کی عزت کرو

((عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْکَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَهٗ))(بخاری)[(۳)]

''ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر' اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ اس کو چاہئے کہ ہمسایہ کی عزت کرے۔''

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح حدیث ۵۰۰۰۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۲۲۸ حدیث ۵۰۰۰۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی المراء حدیث ۱۹۹۵۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۹۹۵۔ اس حدیث کی سند لیث بن ابی سلیم راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ حدیث ۶۰۱۹ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف و لزوم الصمت الاعن الخیر ...... حدیث ۴۸۔

ملاحظہ:۔ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کو ہمسایہ کی عزت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمسایہ کی عزت اور احترام نہ کرنے والوں کا ایمان اللہ اور قیامت پر پورا نہیں ہے۔ چونکہ ہمسایوں کو تکلیف دینے اور انہیں بے آبرو کرنے والوں کو اللہ نے قیامت کے روز پوچھنا ہے۔ اس لئے پڑوسیوں کے ساتھ وہی نیک سلوک کرتا۔ اور ان کی عزت وحرمت بجالاتا ہے۔ جس کا آخرت پر یقین ہو۔ اور اللہ پر ایمان۔ ہمسایوں کو ستانے والو! کل داورِ محشر کو کونسا منہ دکھاؤ گے؟

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ)) (بخاری)(۱)

''جو شخص اللہ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے۔ (اس کے ثبوت میں) اسے چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کو (کسی قسم کی) ایذا نہ دے۔''

نوٹ:۔ ایذا زبان سے بھی دی جاسکتی ہے۔ گالی' گلوچ' طعنہ' الھنا' احسان جتانا' غیبت کرنا' بہتان لگانا' ناحق بدنام کرنا' الزام تراشنا' اس کے خلاف جھوٹی گواہی دینا وغیرہ۔ سب زبان کی ایذائیں ہیں۔ اور دھول دھپا۔ ہاتھا پائی۔ چوٹ' ضرب' دھکا' مار دھاڑ' زدوکوب وغیرہ ہاتھ کی ایذائیں ہیں۔ مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ہاتھ اور زبان کی ایذاؤں سے ہمسایوں کو ستا کر اللہ کے باغی اور آخرت کی پرسش سے بے خوف نہ ہو جاؤ!

اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا

((عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ)) (بخاری)(۲)

''حضرت ابو شریح روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم وہ (اللہ اور روز جزا پر) ایمان نہیں لایا۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ نے فرمایا۔ جس کی ایذاؤں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔''

ملاحظہ:۔ غور کریں کہ اس حدیث میں تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اللہ کی قسم کھا کر کہہ دیا ہے۔ کہ جس کی ایذاؤں اور بدسلوکیوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو وہ ایمان نہیں لایا۔ اب ہمسایوں کو ایذا دینے' ستانے' ان کی بے عزتی' بے حرمتی کرنے اور ان سے بدسلوکی' اور فتنہ وفساد سے پیش آنے والوں کو یقین کر لینا چاہئے۔ کہ وہ ہنوز اللہ اور آخرت کے بارے میں بے ایمان ہیں۔ پھر جس کا ایمان خوف خدا اور پرسش روزِ جزا سے بے جان ہو۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ حدیث ۶۰۱۸۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت الاعن الخیر ...... حدیث ۴۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم من لا یا من جارہ بوائقہ حدیث ۶۰۱۶۔

رسول اللہ ﷺ ہمسایہ کے ایسے بدسلوک کے متعلق اللہ کی حلف اُٹھا کر فرما چکے ہیں۔ کہ وہ ایمان نہیں لایا۔ تو پھر ایسے بدبخت کا وجود انسانی معاشرے میں اسلام کے نام پر ایک بدنما داغ ہے۔ پڑوسیوں کو ناحق ایذا دینے والے شیطان صفت لوگوں کو اسلام ہرگز برداشت نہیں کرتا۔

ہمسایوں کو ایذا اور دُکھ دینا' اُنہیں ستانا' اور بے آبرو کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور انور ﷺ نے یہاں تک فرما دیا۔

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُه جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ))(بیھقی)[۱]

''وہ شخص (بھی) پورا مومن نہیں جو آپ تو پیٹ بھر کر کھالے۔ اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں فاقہ کش ہو۔''

قیامت میں ہمسایوں کے فیصلے

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ))(مسند امام احمد)[۲]

''حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن (حقوق العباد کے سلسلہ میں) سب سے پہلے ہمسایوں کے جھگڑے چکائے جائیں گے۔''

ملاحظہ:۔ مشہور حدیث ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرسش نماز بود

یعنی سب سے پہلے قیامت کے روز نماز کا حساب ہوگا' اور حدیث بالا میں ہے کہ سب سے پہلے ہمسایوں کے تنازعات کے فیصلے ہونگے ان کی تقدیم وتاخیر کی صورت یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی۔ اور حقوق العباد میں سب سے پہلے ہمسایوں کا معاملہ بارگاہِ باری تعالیٰ میں پیش ہوگا۔ تو گویا اللہ کے حقوق میں نماز کی اہمیت ہوگئی۔ اور بندوں کے حقوق میں ہمسائیگی کا رشتہ سرفہرست رہا۔

ہمسایو! ایک دوسرے کے حقوق کو نگاہ رکھو۔ اللہ سے ڈرو۔ اگر قیامت پر ایمان ہے۔ اور دِل مانتا ہے۔ کہ اللہ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة على الخلق حدیث ۴۹۹۱۔ شعب الایمان للبیھقی ۲۲۵/۳ حدیث ۳۳۸۹۔ الادب المفرد باب لا يشبع دون جاره حدیث ۱۱۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۳۸۲۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲۷۸/۱۔ حدیث ۱۴۹۔

(۲) مسند احمد ۱۵۱/۴۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة على الخلق حدیث ۵۰۰۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۵۶۳ صحیح الترغیب والترھیب ۶۸۱/۲ حدیث ۲۵۵۷۔

کے سامنے پیش ہونا ہے۔ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال جان اور عزت و آبرو کے نگہبان رہو۔ پڑوسیوں کی عزت و حرمت کو اپنی آبرو اور ناموس جانو۔ ان کی خیر خواہی اور ہمدردی کو ایمان کا لازمہ سمجھو۔ ایک دوسرے کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہاؤ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرو۔ کہ جس سے ہمسایہ کا دل دُکھے اور اسے ایذا پہنچے۔

جبرائیل کی ہمسایوں کے متعلق تاکید

((عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ))(ابن ماجه)(۱)

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید کرتے تھے حتی کہ مجھے خیال گزرا۔ کہ شاید عنقریب پڑوسی کو (پڑوسی کی) وراثت کا حق بھی مل جائے گا۔''

نوٹ:۔ حضرت جبرائیل کا رسول اللہ ﷺ کو (تعلیم امت کے لئے) ہمسایوں کی خیر خواہی اور ان کے حقوق کی حفاظت کی ہمیشہ تاکید کرتے رہنا۔ ہمسایوں کے تعلقات کو استوار اور پائیدار رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ پڑوسیوں کے درمیان رشتہ موالات و مواخات مضبوط اور مستحکم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ غور کریں کہ ہمسایوں کے حقوق کتنی بلند مرتبہ چیز ہے، جس کی مسلمان پرواتک نہیں کرتے۔

مہربانی اور تعاون و مواخات

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند

((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّه وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ))(مسلم)(۲)

''نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمام مسلمان مانند (اعضاء) ایک شخص کے ہیں۔ (اس طرح کہ) اگر دکھتی ہے آنکھ اس کی تو بے چین ہوتا ہے تمام بدن اس کا۔ اور اگر درد کرتا ہے سر اس کا تو دکھتا ہے تمام بدن اس کا۔''

ملاحظہ:۔ اس مثالی حکم سے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے دُکھ درد، غم و رنج، اور تنگی ترشی میں دل و جان سے شریک ہوں۔ جس طرح آنکھ یا سر کے درد کرنے سے سارا جسم بے چین اور متالم ہو جاتا

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب الوصاءة بالجار حدیث ۶۰۱۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب الوصیة بالجار والاحسان الیه حدیث ۲۶۲۴۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تراحم المومنین وتعاطفهم ولقاضدهم حدیث ۲۵۸۶۔

ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کی تکلیف سے سارے انسانی معاشرے کو آتش زیر پا ہو جانا ضروری ہے اور یہ بات مسلمانوں کے ایمان و اسلام کے تقاضوں سے ہے۔

بخاری مسلم میں ایک روایت نعمان بن بشیر سے آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پاؤ گے تم (کامل) مسلمانوں کو ایمانی برادری کے سبب' ایک دوسرے پر رحم کرنے والے آپس میں محبت کا دم بھرنے والے اور عطوفت و مہربانی کرنے والے مانند حال بدن کے کہ جب درد کرتا ہے ایک عضو بلاتے ہیں ایک دوسرے کو باقی اعضائے بدن (تاکہ ماؤف عضو کی مدد کریں جیسا کہ مرض) بیداری' اور تپ' (کی تکلیف) میں ہوتا ہے۔'' (بخاری' مسلم)[1]

حضرت ابی موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُوْمِنُ لِلْمُوْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُه بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ)) (بخاری)[2]

''مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایک عمارت کے مانند ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔ مثال دیتے ہوئے)۔''

نوٹ:۔ جس طرح عمارت ایک ایک اینٹ کے ملنے جڑنے اور باہم پیوست ہونے سے بنتی ہے۔ اور اس کی مضبوط اینٹوں کے اتحاد اور ضبط پر دار و مدار رکھتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی زندگی من حیث القوم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کامل متحد اور منظم ہونے میں ہے۔ شیر و شکر رہنے میں ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا خیر خواہ' ہمدرد' جانثار' دکھ درد' اور رنج و غم میں کام آنے والا۔ مونس اور غم گسار بن کر رہنا چاہیے۔

مسلمان بھائی ہے مسلمان کا

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(بخاری' مسلم)[3]

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس و البهائم حدیث ۶۰۱۱۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تراحم المومنین و تعاطفهم و تعاضدهم حدیث ۲۵۸۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب تعاون المومنین بعضهم بعضاً حدیث ۶۰۲۶۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تراحم المومنین و تعاطفهم و تعاضدهم حدیث ۲۵۸۵۔

(۳) صحیح بخاری کتاب المظالم باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمه حدیث ۲۴۴۲۔ صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۸۰۔

''حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسلمان (دین کا) بھائی ہے۔ مسلمان کا (اس کو لازم ہے کہ) نہ ظلم کرے اپنے مسلمان بھائی پر' اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے۔ (یعنی مظلومیت پر اس کی مدد کرے) پھر جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی (تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرّ کے ماتحت) ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی (اپنے خاص فضل سے) حاجت روائی کرتا ہے۔ اور جو شخص مسلمان سے کوئی سختی (انسانی کوششوں سے) دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن (بہت بڑی) سختی دور کرے گا۔ (کہ جس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی) اور جو کوئی ڈھانکے کسی مسلمان کا عیب' اللہ قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔''

((وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ))(مسلم)[1]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا (دینی) بھائی ہے۔ (پھر اسے میں اللہ کا حکم سناتا ہوں کہ) نہ ظلم کرے اس پر اور نہ (نیکی میں) اس کی مدد ترک کرے۔ اور نہ حقیر جانے اس کو (زبانی پرہیز گاری کا دعوی کرنے والو۔ سنو)! پرہیز گاری اس جگہ ہے۔ اور اشارہ کیا آپ نے (جگہ بتانے کے لئے) اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار۔ (پھر فرمایا) مسلمانوں کے لئے یہ برائی کافی ہے۔ کہ حقیر جانے وہ اپنے مسلمان بھائی کو۔ (گوش ہوش سے سنو کہ) مسلمان کی سب چیزیں۔ مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون بھی' اس کا مال بھی' اور اس کی آبرو بھی۔''

جوامع الکلم سے اعجازی حدیث

یہ حدیث نصیحت وہدایت کا ایک سمندر ہے جسے کوزہ میں بند کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اس اخلاق آموز حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی دنیا بھی سنور جائے۔ اور آخرت بھی کامیاب ہو جائے۔ اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اللہ کی رحمت بن جائے۔ غور فرمائیں۔ اس حدیث میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں دل میں جگہ دیں۔ کبھی نہ بھولیں۔ اور عمل میں لا کر اخلاق کے تقاضے پورے کریں۔

(۱) اسلامی بھائی چارہ۔

(۲) امداد باہمی۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم المسلم و خذله واحتقاره و دمه و عرضه و ماله حدیث ۲۵۶۴۔

(۳) ظلم کی ممانعت۔

(۴) مسلمان کے خون کی حرمت۔

(۵) مسلمان کو حقیر نہ جانو۔

(۶) مسلمان کے مال کی حرمت۔

(۷) مسلمان کی آبرو کی حرمت۔

(۱) اسلامی بھائی چارہ

مسلمان کو مسلمان کا دینی بھائی قرار دے کر شریعت میں ایک دوسرے کے حقوق متعین کر دیئے گئے ہیں۔ اسے اسلامی بھائی چارہ کہتے ہیں۔ اس سلسلہ مواخات کے رو سے ہر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند کرنی چاہیئے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور ہر وہ بدی یا برائی جو اپنے لئے بری جانتا ہے۔ دوسرے کے لیے بھی بری جانے۔ بخاری، مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (بخاری، مسلم)[۱]

"قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے۔ (سنو) ایمان نہیں لایا وہ بندہ (یعنی اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا) یہاں تک کہ دوست رکھے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز کہ دوست رکھتا ہے واسطے اپنے۔"

پس اس ارشاد نبوی ﷺ میں سارے جہان کی خیر خواہیاں۔ اور ہمدردیاں آ گئیں۔ جو مسلمان کو مسلمان کے ساتھ کرنی لازمی ہیں۔ ہر خیر خواہی، ہمدردی، نیکی، خوبی اور بھلائی، جو اپنی ذات، اور اپنے اہل وعیال کے لئے ہونی چاہیئے۔ بالکل وہی سب کچھ دوسرے مسلمان کی ذات اور اس کے اہل وعیال کے لئے پسند کرے۔ پھر کہیں جا کر ایمان کی تکمیل کی حدوں تک پہنچتا ہے۔ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں۔ نہیں لایا۔ نہیں لایا۔ (کون؟) اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ "وہ شخص کہ جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں، اور برائیوں سے امن میں نہیں ہے۔" معلوم ہوا کہ صرف نماز روزہ سے ہی بہشت کا اجازہ (Permit) نہیں مل جاتا۔ بلکہ بہشت میں جانے کے لئے حقوق العباد کے کئی "غاروں" "کھڈوں" اور خاردار "جنگلوں" سے گزرنا پڑتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ حدیث ۱۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان حدیث ۴۵۔

(۲) امداد باہمی

پھر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا لَا یَظْلِمُہٗ ''کہ نہ ظلم کرے اپنے بھائی پر۔'' نہ قولاً نہ فعلاً۔ کسی طرح اور کسی قسم کا جور و ظلم نہیں کرنا چاہیے۔ گویا جتنے قسم کے ظلم ہو سکتے ہیں۔ سب کی ممانعت فرما دی ہے۔

(۳) ظلم کی ممانعت

وَلَا یَخْذُلُہٗ کے اِرشاد پاک سے مسلمان کی (مصائب وظلم میں) امداد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خلوص دل سے تعاون کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور پورے طور پر اس کا ساتھ دینے کی تاکید کی گئی ہے کہ امداد باہمی کا کوئی پہلو چھوٹ نہ جائے۔

(۴) مسلمان کے خون کی حرمت

چونکہ ہر موحد' کتاب وسنت کا عامل و پابند' اللہ کے نزدیک بہت معزز اور پیارا ہے اس لئے وَلَا یَحْقِرُہٗ کے حکم سے کسی مسلمان کو حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ نفرت کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس حکم کی رو سے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کی عزت کرنی چاہیے۔ بڑی محبت اور اخوت' اور عزت و اکرام' سے پیش آنا چاہیے۔ اِسلامی برادری میں سب سے بڑھ کر مسلمان بھائی ہی عزت و حرمت کے لائق ہو سکتا ہے' شرک و بدعت کے بتوں کو توڑنے والے قرآن وحدیث کی شمع کے پروانے مسلمان بھائی کی خاطر ہی دیدہ و دل فرشِ راہ ہو سکتے ہیں۔

(۵) مسلمان کو حقیر نہ جانو

پھر حضورِ انور نے مسلمان کے خون کو مسلمان پر حرام کر دیا ہے۔ یعنی مسلمان کی خوں ریزی حرام اور اللہ کے غضب کو جوش میں لانے والی ہے۔ کیونکہ خون مسلم اللہ کے نزدیک بے حد عزت و حرمت اور بزرگی کے لائق ہے۔ ایسے پاک اور حرمت والے خون کی عزت و حفاظت کرنی چاہیے۔ نہ کہ اسے رائگاں بہانا' اور ضائع کرنا چاہیے۔

(۶) مسلمان کے مال کی حرمت

ایسے ہی مسلمان کا مال مارنا بھی دوسرے مسلمان پر ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت اور خیر خواہی کرنی لازمی ہے۔ لین دین' بیع و بیوپار' تجارت' دکان داری وغیرہ میں کسی کا مال دھوکا فریب میں کھانا یا اُڑانا حرام ہے۔

(۷) مسلمان کی آبرو کی حرمت

جس طرح چھ باتوں کو حقوق العباد کی جان بتایا گیا ہے۔ ایسے ہی ساتویں بات بھی یاد رکھیں۔ کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ہتک عزت نہ کرے' آبروریزی نہ کرے۔ یعنی اس سے کوئی بات ایسی سرزد نہ ہو۔ کہ جس سے اسلامی بھائی کے وقار' عزت' آبرو میں فرق آئے۔ خبردار! اکرام مسلم کا آئینہ بے حرمتی' اور بے وقری کی ٹھوکروں سے ٹوٹنے نہ پائے۔

مسلمان بھائی کی آبرو بچانا

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو کو (غیبت' بہتان وغیرہ سے) بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس سے قیامت کے روز دوزخ کی آگ دُور کردے۔ (سنن ترمذی)[1]

پانچ خیر خواہیاں

((وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) (مُسلم)[2]

''تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا۔ (حضور ﷺ) یہ خیر خواہی کس کے لئے ہے؟ ارشاد ہوا۔ یہ خیر خواہی واسطے اللہ کے ہے۔ اور اس کی کتاب کے لئے ہے۔ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کے اماموں (حاکموں' عالموں) کے لئے ہے۔ اور سب مسلمانوں کے لئے ہے۔''

قطرہ میں دجلہ کا اعجاز

یہ حدیث بھی رسول کائنات ﷺ کے اعجازی اِرشاد سے ہے پانچ خیر خواہیوں میں سارا دین بیان کر دیا گیا ہے۔ ان خیر خواہیوں کو ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ا۔ اللہ کی خیر خواہی

یہ ہے کہ اس کی توحید اور صفات پر ایمان لائے۔ اور اس کی قولی' بدنی' مالی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نہ ہی عبادت میں ریا کو دخل ہو۔ واجب الاطاعت مطاع حقیقی صرف اسی کو جانے۔ اسی کا بندہ اور غلام ہونے کا

---

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم حدیث ۱۹۳۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳۵۳/۲۔ حدیث ۱۹۳۱۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة حدیث ۵۵۔

اقرار کرے۔اس کا مقام کسی کو نہ دے۔اس سے بڑھ کر کسی سے نہ ڈرے۔اور نہ ہی اس سے زیادہ کسی کی محبت کا دم بھرے' اس کی فرماں برداری کرے۔اور اس کے حکم کے معارضہ میں ہر کسی کے حکم کو ٹھکرا دے۔توحید کی اشاعت' اور شرک کا استیصال کرے۔اللہ کی نعمتوں' اور بخششوں کا شکر بجالائے۔الحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ پر عمل پیرا رہے۔ زندگی کو امتثالِ اوامر اور اجتناب نواہی کے سانچے میں ڈھالے۔

۲۔اللہ کی کتاب کی خیر خواہی

یہ ہے کہ قرآن کو الہامی اور منزل من اللہ مانے' اور پھر قرآن اپنے ماننے والے پر جو ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔اس سے بخوشی عہدہ برا ہو۔اس کی محبت اور خلوص سے تلاوت کرے۔اس کا ترجمہ سیکھے۔اور پھر اس پر عمل پیرا ہو۔اپنے تمام اہل و عیال کو قرآن پڑھائے۔اور اس کے معنی سکھائے۔جن کاموں سے قرآن منع کرے۔باز رہے۔اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دے۔انہیں ہر قیمت پر بجالائے۔جب کلام الٰہی کو پڑھے۔تو ایسی محبت اور خلوص و رجوع سے پڑھے۔کہ گویا اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے۔قرآن کی خلاف ورزی کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کرے۔اور اس کے محبوں اور عاملوں سے محبت کرے۔مساجد میں اس کے درس کا انتظام اور اس کے احکام و مطالب کی تبلیغ واشاعت کرے۔قرآن پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دے' جلب زر کی خاطر جو پیشہ ور واعظ' اور مہاجنی کمانے والے مشائخ اس کی سطور کو چلیپا بنائیں۔آیتوں کو موڑ توڑ کر خواہش کے مطابق سنائیں۔تو خیر خواہ قرآن ایسے لوگوں کی غلط بیانی کی تردید کردیں' بالبراہین والدلائل!

۳۔اللہ کے رسول کی خیر خواہی

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں۔آپ کو خاتم النبیین مانیں۔آپ کے بعد' تا قیامت مدعی نبوت کو دجال اور کذاب جانیں۔رحمت دو عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو ہدایت باری تعالیٰ اور وحی الٰہی کا سرچشمہ سمجھیں حضور ﷺ کو اپنی جان و مال' اہل و عیال' ماں باپ' اور سارے جہان سے زیادہ پیارا اور محبوب جانیں۔

اس عملی ثبوت کے ساتھ آپ کی سنت اور حدیث کو اپنانے اور عمل میں لانے کی صورت میں کوئی بھی مانع نہ ہو۔قَالَ الرَّسُوْل کے مقابلہ میں ہر چیز دب کر گرد راہ ہو۔حضور ﷺ کی اطاعت واجب جانیں اور یقین کریں کہ ہر قسم کی عبادت صرف آپ کے طریقہ پر بجالائی ہوئی ہی اللہ کے ہاں قبول ہو سکتی ہے۔

۴۔ائمۃ المسلمین کی خیر خواہی

یہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں' حاکموں کی معروف میں فرمان برداری کریں۔ان کی عزت و حرمت مدنظر رکھیں۔ ان پر خروج نہ کریں۔اور نہ ہی ان کے نظم و نسق میں خرابی لائیں۔اور جب وہ اپنے فرائض سے غافل اور بے راہ

ہوں۔ تو انہیں خبردار کریں۔ اور احسن پیرایہ میں انہیں کتاب وسنت کا راستہ دکھائیں۔

۵۔ مسلمانوں کی خیر خواہی

اس سے مُرادان کو قران وحدیث سنانا۔ صراط مستقیم کی طرف بلانا' دین ودنیا کی بھلائیوں سے آگاہ کرنا۔ ان کو فائدے پہنچانا اور ضرروں سے بچانا ہے۔ جس طرح اپنی جان' مال' اہل وعیال' اور مال ومنال کی حفاظت وعزت پیاری ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ان سب چیزوں کی نگرانی وآبرو بھی عزیز ہونی چاہئے۔

باری تعالیٰ! جس قدر تیرا علم وسیع ہے۔ تو اتنی ہی اپنی رحمتیں حضرت محمد ﷺ کی ذات پر بھیج کر انہوں نے ہمیں پانچ خیر خواہیوں (Five Good wills) کی تعلیم سے سارا دین سکھایا ہے۔ یہ حدیث کیا ہے۔ اُوْتِیتُ جَوَامِعَ الْکَلِم کا مہر نیم روز ہے۔ جو ختم المرسلین کی شان سے ہمیشہ ضوفشاں رہے گا۔

توقیر بزرگاں وشفقت خورداں

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا)) (ترمذی)[1]

''حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (بڑا) ہمارے چھوٹوں پر رحم (شفقت ومہربانی) نہ کرے اور جو (چھوٹا) بڑوں کی توقیر نہ کرے۔ وہ ہم (اہل ملت) سے نہیں ہے۔''

ملاحظہ:۔ باپ' دادا' پردادا' چچا' ماموں' خالو' بڑا بھائی' برادری' پڑوس' محلہ' شہر اور کسی جگہ کا ہر واقف وناواقف بزرگ' ماں' دادی' پردادی' خالہ' چچی' ممانی' بڑی بہن اپنی پرائی' کوئی بڑی بوڑھی۔ یہ سب بمقابلہ چھوٹوں کے بزرگ اور بڑے کہلاتے ہیں۔ حضرت انور ﷺ نے حکم دیا ہے۔ کہ تمام چھوٹے اپنے بڑے بزرگوں کا ادب کریں۔ ان سے نرمی اور تواضع سے پیش آئیں۔ نہایت مودبانہ طور پر کلام کریں۔ ان کے مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے عزت سے بٹھائیں۔ ان کی بات کا پوری شائستگی سے اور تمیز سے جواب دیں۔ عزت وتکریم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ان کا کوئی کام ہو تو کر دیں۔ ان کے پاس کوئی چیز ہو تو اٹھا کر انہیں گھر تک چھوڑ آئیں۔

غرض اپنے وقت' ہمت' فرصت' اور توفیق کے پیش نظر جتنی عزت وتوقیر' اور ادب وخدمت آپ کر سکتے ہیں۔ دریغ نہ کریں۔

افسوس! بعض بڑوں' بوڑھوں' اور بوڑھیوں کے بچے' بد بخت اور نابکار بچے مذاق اُڑاتے ہیں۔ انہیں گالیاں

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی رحمة الصبیان حدیث ۱۹۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۴۹۔۳۴۸ حدیث ۱۹۱۹۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵/۲۳۰۔ حدیث ۲۱۹۶۔

دیتے' ٹھٹھا کرتے' تالیاں مارتے اور ستاتے ہیں۔ ایسی اولاد کے والدین کو شرم آنی چاہئے۔ اور انہیں اپنی پہلی فرصت میں ایسے شریر بچوں کی خبر لینی چاہئے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا۔ لَیْسَ مِنَّا وہ ہماری ملت' جماعت اور معاشرے سے نہیں ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بزرگوں کو سنا دیا۔ کہ اگر وہ چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کریں گے۔ بلاوجہ سختی' زیادتی' بے رحمی' اور ظلم کریں گے۔ خواہ چھوٹے ان کے اپنے ہوں یا بیگانے۔ اس صورت میں یہ بڑے بزرگ بھی لَیْسَ مِنَّا کے عتاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ پس ہر بڑے کو ہر چھوٹے پر محبت[1] 'شفقت اور رحم کرنا چاہئے۔ زبان میں مٹھاس' شیرینی' اور نرمی لازمی ہے پیار' سلوک اور مہربانی سے بلانا ضروری ہے۔ حیثیت کے مطابق انہیں اچھا پہنانے' کھلانے' پلانے اور محبت کے باغوں میں سیر کرانے سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہئے اِلَّا اصلاح کے لئے ادب کی لاٹھی اُٹھا نہ رکھیں۔

بڑھاپے میں عزت کی اُمید

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو جوان بڑھاپے کی وجہ سے کسی بوڑھے کی عزت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسا آدمی مقرر کر دیتا ہے۔ مَنْ يُكْرِمُه عِنْدَ سِنِّه جو (جوان) اس کی پیری کے وقت اس کی عزت کرے۔" (ترمذی)[2]

حضرت انور ﷺ نے بوڑھے مسلمان کی عزت وادب کی خاطر ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامُ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ)) (مشکوٰۃ)[3]

"بوڑھے مسلمان (کتاب وسنت کی شمع کے پروانے) کا اکرام (عزت کرنا) اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔"

---

(۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا (حضور ﷺ!) آپ تو بچوں کا بوسہ لیتے ہیں ہم تو کبھی ان کا بوسہ نہیں لیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے محبت نکال لی ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ (بخاری)

صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد و تقبله و معانقته حدیث ۵۹۹۸۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمة ﷺ الصبیان والعیال و تواضعه و فضل ذلك حدیث ۲۳۱۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی اجلال الکبیر حدیث ۲۰۲۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۰۲۲۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة علی الخلق حدیث ۴۹۷۲ بحوالہ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلهم حدیث ۴۸۴۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۱۸۹/۳ حدیث ۴۸۴۳۔

نوکروں اور خادموں کے ساتھ برتاؤ

''حضرت ابوسعیدؓ[(۱)] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اگر تم (بضرورت) اپنے خادم (نوکر) کو مارنے لگو۔ اور وہ کہہ دے۔ اللہ کے واسطے مجھے چھوڑ دو۔

فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ تو تم اپنے ہاتھ (مارنے سے) اُٹھالو۔'' (ترمذی)

ساتھ بٹھا کر کھلاؤ

حضرت ابوذرؓ[(۲)] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تمہارا نوکر تمہارے لئے کھانا پکا کر سامنے لائے۔ تو اس کو بھی پاس بٹھا کر کھلاؤ۔ اور اگر کھانے والے زیادہ ہوں۔ اور کھانا کم ہو۔ تو پھر نوکر کو علیحدہ طور پر تھوڑا کھانا دے دو۔ کیونکہ کھانا پکاتے وقت اس نے آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے خادم تمہارے بھائی ہیں۔ (مسلم)

خادم تمہارے بھائی ہیں

حضرت ابوذرؓ[(۳)] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پھر اللہ نے جس کے بھائی کو اس کا خادم بنایا ہو۔ اسے چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے۔ اور جو خود پہنے۔ وہی اسے پہنائے اور خادم کو اس کام کی تکلیف نہ دے۔ جو وہ نہ کر سکے اور اگر کسی مشکل کام کی تکلیف دے۔ تو اس کام میں آپ اس کی مدد کرے۔'' (بخاری)

خادم کی غلطیاں معاف کردو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریابی کا شرف پاکر پوچھا۔ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ (حضور ﷺ!) خادم کی کتنی غلطیاں ہمیں معاف کرنی چاہئیں۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ اس نے پھر عرض کیا۔ حضور ﷺ اب بھی خاموش رہے' جب اس نے تیسری مرتبہ درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی العفو عن الخادم حدیث ۱۹۵۰۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۶۳۲۔ حدیث ۱۴۴۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب الاکل مع الخادم حدیث ۵۴۶۰۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوك مما یاکل والباسه مما یلبس ...... حدیث ۱۶۶۳۔

(۳) صحیح بخاری کتاب العتق باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم فاطعموهم مما تاکلون حدیث ۲۵۴۵۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوك مما یاکل والباسه مما یلبس۔ حدیث ۱۶۶۱۔

((اُعْفُوْا عَنْهُ فِيْ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً)) (ابو داؤد)[(۱)]

''دِن میں ستر بار معاف کرو''

نوٹ:۔ ستر بار سے مُراد یہ ہے۔ کہ حتی الامکان معاف ہی کرتے جانا اچھا ہے۔ جتنی زیادہ مرتبہ معاف کرو گے اتنا ہی بہتر ہے۔

نقصان تقدیر میں ہوتا ہے ملامت نہ کرو

حضرت انسؓ[(۲)] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں آٹھ برس کا تھا۔ جب مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ دس برس میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ (اس دوران میں) اگر میرے ہاتھ سے کچھ نقصان ہوتا۔ تو آپ کبھی مجھے ملامت نہ کرتے۔ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهٖ پھر آپ کے گھر والوں سے اگر کوئی مجھے ملامت کرتا۔ تو آپ فرماتے۔ چھوڑ دو اسے فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْئٌ كَانَ ''اس لئے کہ جو چیز (ضائع ہونی) تقدیر میں ہو۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔

عیادت کے فضائل

مریض کی تسلی کے الفاظ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب مریض کی عیادت کے لئے اس کے پاس جاتے تو اسے فرماتے:

((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى))(بخاری)[(۳)]

''فکر نہ کرو۔ اللہ نے چاہا۔ تو یہ بیماری (گناہوں سے) پاکیزگی کا باعث ثابت ہوگی۔''

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق المملوك حدیث ۵۱۶۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۳/۲۶۷۔ حدیث ۵۱۶۴۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۸۸۰ حدیث ۴۸۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفضائل باب فی اخلاقه و شمائله حدیث ۵۸۱۹۔ مصابیح السنة۔ کتاب الفضائل و الشمائل باب فی اخلاقه و شمائله ۴/۵۸۔۵۷ حدیث ۴۵۳۸۔ شعب الایمان ۶/۲۵۸ حدیث ۸۰۷۰ کتاب القدر للبیهقی ۳۹ب حدیث ۲۱۲۔ یہ روایت صحیح ہے۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب القدر باب فیما لم یقدر حدیث ۱۸۱۶۔ مسند احمد ۳/۲۳۱ وغیرہ میں اس کے شواہد بھی ہیں۔ علامہ البانی ؒ نے صحیح الموارد الظمآن ۲/۲۰۸ حدیث ۱۵۲۵ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس کی تائید صحیح بخاری کتاب الوصایا باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر اذ کان صلاحاً له و نظر الام او زوجها للیتیم حدیث ۲۷۶۸۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقه ﷺ حدیث ۲۳۰۹۔ سے بھی ہوتی ہے۔

(۳) صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام حدیث ۳۶۱۶۔

نوٹ:۔ آپ بھی عیادت کے لئے جائیں۔تو مریض کے پاس بیٹھ کر اس کو تسلی دیا کریں۔اور کہا کریں۔

((لَا بَاسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی))

"کچھ فکر نہیں انشاء اللہ بیماری گناہوں سے پاک کردے گی۔"

مرض سے گناہ دُور

اس میں کچھ شک نہیں کہ مرد مومن کو جو تکلیف اور ایذا دنیا میں پہنچتی ہے۔ وہ اس کے گناہوں کو مٹاتی۔اور درجے بلند کرتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتّٰى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))(بخاری' مسلم)(۱)

"نہیں پہنچتا مسلمان کو کوئی رنج اور نہ کوئی دُکھ اور نہ کوئی فکر' اور نہ ہم' اور نہ ایذا' اور نہ غم' یہاں تک کہ کانٹا پہنچایا جاتا ہے اس کو مگر جھاڑتا ہے اللہ تعالیٰ بسبب اس کے گناہ اس کے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور آپ بخار میں تھے۔ مَیں نے اپنا ہاتھ انہیں لگایا۔اور (بدن کو بہت گرم پاکر) کہا۔اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو سخت بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔یہ اس لئے ہے کہ آپ کو دوگنا اجر ملے۔آپ نے فرمایا۔ہاں! پھر فرمایا۔

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ اَذًى مِّنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهِ سَيِّاٰتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))(بخاری)(۲)

"(کہ) مسلمان کو مرض سے' یا اس کے سوا کسی اور چیز سے ایذا پہنچتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس (ایذا) کے سبب اس کے گناہ دور کرتا ہے۔جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔"

مسلمان کی مصیبتوں کی مثال

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُمِيْلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ الْبَلَاءُ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ

---

(۱) صحیح بخاری کتاب المرضیٰ باب ماجاء فی کفارۃ المرض حدیث ۵۶۴۲۔۵۶۴۱۔صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرضی او حزن او نحو ذلك ...... حدیث ۲۵۷۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب المرضی باب وضع الید علی المریض حدیث ۵۶۶۰۔صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرض او حزن او نحو ذلك ..... حدیث ۲۵۷۱۔

حَتّٰی تُسْتَحْصِدَ)) (بخاری، مُسلم)[1]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مثل مومن (موحد صالح) کی مانند کھیتی (ہری بھری) کے ہے۔ ہوائیں ہمیشہ اس کو جھکاتی رہتی ہیں۔ اور (اسی طرح) ہمیشہ مومن کو بھی تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں۔ اور مثال منافق کی مانند درخت صنوبر کے ہے۔ نہیں ہلتا یہاں تک کہ (یکبارگی بن وبیخ سے) اکھاڑا جاتا ہے۔''

ملاحظہ:۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کو دُنیا میں جو دُکھ درد رنج، غم، مرض، کرب وغیرہ تکالیف پہنچتی رہتی ہیں۔ وہ سعادت اور نیک بختی کی نشانیاں ہیں۔ بشرطیکہ وہ پورے صبر وضبط اور شکر و رضا کے ساتھ برداشت کرے۔ کھیتی کی طرح کہ ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر لرزاتی گراتی، ہلاتی اور جھکاتی رہتی ہیں۔ حتی کہ ہوا کے ان ہی جھونکوں اور تھپیڑوں کو سہتے سہتے پک جاتی ہے۔ مومن صابر کے ایمان کی کھیتی بھی بلاؤں کی آندھی کے دھکوں، جھڑپوں اور تھپیڑوں میں ہی پکتی اور نکھرتی ہے۔

عیادت پر ستر ہزار فرشتوں کی دُعا

((عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِیَّةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّةِ))(ترمذی، ابوداؤد)[2]

''حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ جو کوئی مسلمان عیادت کرے مسلمان کی اول روز (قبل دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے شام تک (رحمت اور مغفرت کی) دعا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی عیادت کرے اس کی آخر روز (بعد دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے صبح تک (رحمت اور مغفرت (کی) دعا کرتے ہیں، اور بہشت میں اس کے لئے باغ (تیار) ہوتا ہے۔''

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص سنوار کر وضو کرے۔ اور پھر عیادت کرے۔ مسلمان بھائی کی بغرض اجر وثواب، تو دوزخ سے دور

---

(۱) صحیح بخاری کتاب المرضی باب ماجاء فی کفارۃ المرض حدیث ۵۶۴۴۔ صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین باب مثل المؤمن کالزرع والمنافق والکافر کالارزۃ۔ حدیث ۲۸۰۹۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی عیادۃ المریض حدیث ۹۶۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲۹۷/۱ حدیث ۹۶۹۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۳۵۳/۳۔ حدیث ۱۳۶۷۔

کیا جاتا ہے۔ ساٹھ برس کی مقدار کے برابر۔" (سنن ابوداؤد)[۱]

نوٹ :۔ وضوء کر کے عیادت کے لئے جانا اس لئے فرمایا۔ کہ عیادت بھی اللہ کی نافلہ عبادت ہے اور وضوء سے عبادت کامل' اور مقبول ہوتی ہے۔ وضوء کی حالت میں جب بیمار کے لئے دعا کرے گا تو قبول ہوگی۔ عبادت کے لئے وضوء کی مسنونیت میں یہی راز ہے کہ بیمار پرسی کرنے والے کی دعا یقینی طور پر مستجاب ہو۔ اور اللہ اس کو اپنے فضل سے صحت عاجل عطا فرمائے۔ گویا وضوء بھی مریض کی خیر خواہی کے لئے کرایا گیا ہے۔ کہ باوضوء مریض کے لئے دعا کی جائے۔ اور دعا عبادت ہے۔

((عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدُ الْمَرِيْضِ فِيْ مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ)) (مسلم)[۲]

"حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیمار پرسی کرنے والا جب تک بیمار کے پاس رہتا ہے۔ وہ (اتنے وقت تک) باغ بہشت میں ہوتا ہے۔"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی کسی کی عیادت کے لئے جاتا ہے۔ تو وہ رحمت کے دریا میں داخل ہو جاتا ہے' اور پھر جب مریض کے قریب بیٹھ جاتا ہے۔ تو دریائے رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔" (موطا امام مالکؒ)[۳]

مریض سے دُعا کراؤ

((وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْلَكَ فَاِنَّ دُعَائَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ))(اِبن ماجه)[۴]

"حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تو مریض کے پاس جائے۔ تو اس کو کہہ کہ تیرے لئے دعا کرے۔ کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہے۔"

نوٹ :۔ بیمار پرسی کرنے والا مریض کے پاس جا کر اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہو جاتا ہے۔ اللہ کی رحمتوں اور

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی فضل العیادۃ علی وضوء حدیث ۳۰۹۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۰۹۷۔ اس حدیث کی سند فضل بن دلہم واسطی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادۃ المریض حدیث ۲۵۶۸۔

(۳) موطا امام مالک کتاب العین باب عیادۃ المریض والطیرۃ ۲/۹۴۶۔ مسند احمد ۳/۳۰۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب والترہیب ۳/۳۵۹ حدیث ۳۴۷۷۔

(۴) سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی عیادۃ المریض حدیث ۱۴۴۱۔ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجه حدیث ۲۷۱۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۵۴ حدیث ۱۰۰۴۔

بخششوں کے دریا میں غوطے لگاتا ہے۔ پھر اسے چاہئے۔ کہ اس مریض کی شفا کے لئے دُعا کر کے اللہ کے پاس اور ماجور ہو۔ جب دُعا کرے گا۔ تو مریض کی خیر خواہی کے سبب اللہ اس پر اور خوش ہوگا۔ پھر ہوسکتا ہے کہ خود اس کو بھی کسی غرض کے لئے دعا کی ضرورت ہو۔

حضرت انور ﷺ نے فرمایا:

''عیادت کرنے والے۔ اب مریض سے اپنے حق میں تو بھی دعا کرالے۔ کیونکہ مریض کی دعا ملائکہ کی دعا کے مشابہ ہوئی ہے۔ اس لئے کہ دورانِ مرض وہ گناہ سے بچتا رہا ہے۔ اللہ کو پکارتا اور عاجزی' زاری' التجا' اور آہ و بکا میں شب و روز گزارتا رہا ہے۔''

مریض کیلئے دُعائے شفا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''جو کوئی مسلمان عیادت کرے مسلمان بیمار کی' اور پھر سات بار (ان الفاظ کے ساتھ) دعا کرے۔ تو وہ بیمار شفا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔ (وہ دعا یہ ہے۔ مریض کے پاس سات بار پڑھیں)

((اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ))(ابو داؤد' ترمذی)[۱]

''سوال کرتا ہوں میں اللہ بزرگ پروردگار عرشِ عظیم سے کہ (اے بھائی میرے) وہ شفا دے تجھ کو۔''

کھانے اور پینے کے احکام

عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ کہا اُنہوں نے۔ میں لڑکپن میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا۔ اور (کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ رکابی میں جولانی کرتا تھا۔ (یعنی میں رکابی میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ))(بخاری' مُسلم)[۲]

''بسم اللہ کہہ کر' اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھا' اور اپنے آگے سے کھا۔''

---

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب الدعاء للمریض عندالعیادۃ حدیث ۳۱۰۶۔ سنن ترمذی ابواب الطب باب ما یقول عند عیادۃ المریض حدیث ۲۰۸۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۲/۲۷۶۔۲۷۵۔ حدیث ۳۱۰۶۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۱۴۔۲۱۳ حدیث ۲۰۸۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین حدیث ۵۳۷۶۔ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب وأحکامھا حدیث ۲۰۲۲۔

نوٹ:۔ یادرکھیں کہ کھانا کھاتے وقت شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ اگر شروع میں یاد نہ رہے۔ تو کھانے کے دوران میں جب یاد آئے۔ اسی وقت یوں پڑھ لیں۔

((بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَه وَ اٰخِرَهٗ......))(۱)

روایت حضرت عائشہؓ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔

یادرکھیں۔ کھانا کھاتے وقت ضرور بِسْمِ اللّٰہ لیا کریں' ورنہ شیطان شریک طعام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّا یُذْکَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ))(مسلم)(۲)

''تحقیق شیطان حلال جانتا ہے کھانے کو بسبب اس کے کہ نہ نام لیا جائے اللہ کا اس پر''

یعنی جس کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کو اتنی قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے کھانے میں شریک ہو سکتا ہے اور پھر اس کھانے کی برکت' یمن' اور خوبی لے جاتا ہے

دائیں ہاتھ سے کھاؤ پیو

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاکُلْ بِیَمِیْنِهٖ وَ اِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِهٖ)) (مسلم)(۳)

''جب کوئی تمہارا کھانے لگے تو اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے اور پینے لگے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پئے''

نوٹ:۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے ہی کھائے' اور پئے۔ صحیح مسلم(۴) میں ایک روایت آئی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی تم میں سے اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پئے کیونکہ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِهٖ وَ یَشْرَبُ بِهَا شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے''

برتن صاف کرو

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کھانے کے بعد انگلیاں(۵) اور رکابی چاٹو یعنی

(۱) سنن ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام۔ حدیث ۱۸۵۸۔ سنن ابوداؤد کتاب الاطعمة باب التسمیة علی الطعام حدیث ۳۷۶۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۲۰۔ حدیث ۱۸۵۸۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۴۴۲۔۴۴۱۔ حدیث ۳۷۶۷۔ ارواء الغلیل ۷/۲۴۔ حدیث ۱۹۶۵۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب آداب الطعام والشراب واحکامهما حدیث ۲۰۱۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب آداب الطعام والشراب و احکامهما حدیث ۲۰۲۰۔

(۴) حوالہ سابق۔

(۵) اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ (مسلم) حضور ﷺ نے حکم دیا انگلیاں اور رکابی چاٹنے کا۔

صاف کرو"(مسلم)[1]

تین اُنگلیوں سے کھاؤ

((وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلٰثَةِ اَصَابِعَ وَيَلْعَقُ يَدَهُ قَبْلَ اَنْ يَمْسَحَهَا))(مُسلم)[2]

"کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے (یعنی انگوٹھا' شہادت کی انگلی' اور بیچ کی انگلی کے ساتھ) اور (کھانے سے فارغ ہوکر) ہاتھ چاٹتے تھے پہلے (رومال وغیرہ کے ساتھ) پونچھنے کے"

تکیہ لگا کر نہ کھاؤ

حضرت ابوجحیفہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔"(بخاری)[3]

ملاحظہ:۔ تکیہ لگا کر کھانے سے تکبر پایا جاتا ہے۔اس لئے حضور ﷺ نے منع فرمایا۔تکیہ کی ایک صورت تو ظاہر ہے کہ دیوار یا کسی اور چیز سے پیٹھ لگا کر بیٹھیں۔ یہ صورت بھی منع ہے۔دوسری صورت تکیہ کی یہ ہے۔کہ ایک پہلو زمین پر رکھ کر کھاؤ۔تیسری حالت یہ ہے کہ چارزانو ہوکر کھائیں۔چوتھی وضع ایک ہاتھ زمین پر ٹیکنا اور دوسرے سے کھانا ہے' یہ سب صورتیں تکیہ لگا کر کھانے کی ہیں' جو منع ہیں۔

کھانے کی صورتیں

کھانا کھاتے وقت یا تو دوزانو بیٹھ کر کھائیں یا اقعا کی صورت میں یعنی چوتڑ ٹیک کر اور دونوں زانو کھڑے کر کے کھائیں۔یا دونوں پاؤں پر بیٹھ جائیں۔یعنی اکڑوں' یا دایاں زانو کھڑا رکھیں۔اور بائیں زانو پر بیٹھ جائیں' ان ہیئتوں پر بیٹھ کر کھانا' کھانا چاہیے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب استحباب لعق الاصابع و الصحفة و اکل اللقمة الساقطة بعد مسح ما یصیبها من اذی ...... حدیث ۲۰۳۳۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب استحباب لعق الاصابع و الصحفة ...... حدیث ۲۰۳۲۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب الاکل متکئاً حدیث ۵۳۹۸۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْعِيًا يَاْكُلُ تَمْرًا۔(مُسلم) (صحیح مسلم کتاب الاشربة باب استحباب تواضع الاکل و صفة قصوره حدیث ۲۰۴۴) حضرت انسؓ روایت کر کے کہتے ہیں۔کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا۔ کہ آپ ہیئت اقعا پر کھجوریں کھاتے تھے۔

کھانے سے قبل وبعد ہاتھ دھوئیں

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے' کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَه وَالْوُضُوْءُ بَعْدَه))(ترمذی' ابوداؤد)(۱)

''برکت کھانے کی وضو(ہاتھ دھونا) ہے پہلے کھانے کے۔اور وضوء(ہاتھ دھونا) ہے پیچھے اس کے۔''

(ترمذی' ابوداؤد)

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔ کہ یہ کام باعث برکت ہے کھانے کے لئے۔

جوتی اُتار کر کھانا کھاؤ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاَخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَاِنَّه اَرْوَحُ الْاَقْدَامِكُمْ)) (مشکوٰۃ)(۲)

''جب کھانا رکھا جائے۔تو جوتیاں (پاؤں سے) نکال دو۔ کیونکہ جوتیوں کا اُتارنا تمہارے پاؤں کو بہت راحت بخشنے والا ہے۔''

تین سانس میں پانی پیو

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلٰثًا))(بخاری)(۳)

''رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے درمیان تین باردم لیتے تھے۔''(۴)

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام و بعد حدیث ۱۸۴۶۔سنن ابوداؤد کتاب الاطعمة باب فی غسل الید قبل الطعام حدیث ۳۷۶۱۔یہ حدیث ضعیف ہے۔ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۸۴۶۔ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۷۶۱۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۱/۳۰۹حدیث ۱۶۸۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمة حدیث ۴۲۴۰بحوالہ سنن الدارمی کتاب الصید باب فی خلع النعال عندالاکل ۲/۱۴۸حدیث ۲۰۸۰۔یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر حدیث ۷۱۹۔سلسلة الاحادیث الضعیفة ۲/۳۱۱حدیث ۹۸۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاشربة باب الشرب بنفسین اؤ ثلاثة حدیث ۵۶۳۱۔صحیح مسلم کتاب الاشربة باب کراھة النفس فی نفس الاناء واستحباب النفس ثلاثاً خارج الاناء حدیث ۲۰۲۸۔

(۴) اور صحیح مسلم میں اتنا زیادہ آیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا۔تین باردم لے کر پینا خوب سیراب کرتا ہے اور پیاس دور کرتا۔اور صحت بخشتا ہے۔(محمد صادق)

کھانا کھانے کے بعد کی دُعا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی تمہارا کھانا کھائے۔ پھر (بعد طعام) اسے یہ کہنا چاہیے۔

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ)) (۱)

"باری تعالیٰ! برکت دے ہمارے لئے اس کھانے میں اور کھلا ہم کو بہتر اس سے۔"

اور اگر دودھ پئے کوئی تمہارا۔ تو یہ پڑھے۔

دودھ پینے کی دُعا

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ)) (۲)

"یا اِلٰہی برکت دے ہمارے لئے اس دودھ میں اور زیادہ دے ہم کو اس سے۔"

ابوامامہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ کھانا کھا لیتے تو فرماتے۔ (یہ پڑھتے:)

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا))

"سب تعریف اللہ کے لئے، تعریف بہت پاکیزہ (ریاو سنانے سے پاک) بابرکت، نہ کفایت کی گئی اور نہ چھوڑی گئی اور نہ بے پرواہی کی گئی اس سے اے پروردگار ہمارے (قبول کر لے)۔"

حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ)) (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه) (۳)

"سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ کہ جس نے کھلایا اور پلایا ہم کو۔ اور کیا ہم کو مسلمان۔"

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الاشربة باب ما یقول اذا شرب اللبن حدیث ۳۷۳۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۴۳۲۔ حدیث ۳۷۳۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب ما یقول اذا فرغ من طعامه حدیث ۵۴۵۹۔ ۵۴۵۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا فرغ من الطعام حدیث ۳۴۵۷۔ سنن ابوداؤد کتاب الاطعمة باب ما یقول الرجل اذا طعم حدیث ۳۸۵۰۔ سنن ابن ماجه کتاب الاطعمة باب ما یقال اذا فرغ من الطعام حدیث ۳۲۸۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۴۵۷۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۸۵۰۔ ضعیف سنن ابن ماجه حدیث ۶۲۸۔

گداگری

گداگری کا حشر

((وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْاَلُ النَّاسَ حَتّٰی یَاْتِیَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَیْسَ فِیْ وَجْھِہٖ مُضْغَۃُ لَحْمٍ)) (بخاری، مُسلم)[1]

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مانگتا رہتا ہے لوگوں سے (اس کا یہ حال ہوگا کہ) آئے گا دن قیامت کو کہ نہ ہوگی اس کے منہ پر بوٹی گوشت کی۔''

نوٹ:۔ یعنی اللہ تعالیٰ گداگر کو حشر کے میدان میں ذلیل کرے گا جو لوگوں سے مانگتا رہتا ہے۔ اس کے چہرہ پر گوشت کا نام تک نہ ہوگا۔ بدشکل چہرہ ہڈیوں ہی کا ہوگا۔ ایسے شخص سے مُراد دریوزہ گر تو ہے ہی۔ لیکن جو نعت خوان اور پیشہ ور واعظ، جن کا ذریعہ معاش ہی نعت خوانی اور وعظ گوئی ہے۔ اور اس طرح وہ لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں، یقیناً یہ گداگر بھی وعید حدیث میں داخل ہیں۔ عام گداگر بھی مختلف قسم کی صدائیں لگا کر روٹی مانگتے ہیں۔ اور وعظ گو وغیرہ بھی اپنی اپنی ''صداؤں'' سے رزق کماتے ہیں۔ نتیجہ دونوں صداؤں کا مانگنا ہی ہے۔ کسی نے ''فضل مولا'' کہہ کر شام تک دو سیر آٹا جمع کر لیا۔ اور کسی پیشہ ور نے (بغرض گدا) قصہ کربلا سنا کر۔ عورتوں کو رُلا کر، کان کی بالیاں اُتروالیں۔

مانگنے اور سوال کرنے والوں، پیشہ بنانے والوں، کا حال تو آپ نے اُوپر پڑھ لیا ہے۔ پھر جو لوگ سوال کر کر مال جمع کرتے ہیں۔ ایسے ظالموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَھُمْ تَکَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْاَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ لِیَسْتَکْثِرْ))(مُسلم)[2]

''جو شخص مانگتا ہے لوگوں سے مال ان کے بڑھانے کے لئے سوائے اس کے کہ نہیں مانگتا ہے وہ انگار آگ کا۔ چاہے کم مانگے یا بہت مانگے۔'' (نری آگ ہی ہے)

ملاحظہ:۔ جس قدر اِسلام نے گداگری کی مذمت کی ہے اور اسے دُنیا و دِین کی ذلت، اور رسوائی بتایا ہے۔ کسی مذہب اور تہذیب نے اتنی شدت کے ساتھ اس کی مخالفت نہیں کی۔ لیکن افسوس! کہ جس قدر گداگر مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی قوم میں نہیں پائے جاتے مسلمان قوم کے لئے ان دریوزہ گروں کا وجود باعث ننگ ہے، قوم سے ہماری مُراد اب اپنی قومی حکومت حکومت پاکستان ہے۔ ریاست کا فرض ہے۔ کہ جہاں وہ دوسری برائیوں کا

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب من سال الناس تکثرا حدیث ۱۴۷۴۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب کراھۃ المسألۃ للناس حدیث ۱۰۴۰۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب کراھۃ المسألۃ للناس حدیث ۱۰۴۱۔

قلع قمع کرے وہاں گداگری کی روک تھام' اور مانگنے والوں کے پیٹ کا انتظام کرے۔

کما کر کھانے کی تعلیم

حضرت زبیر بن عوامؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر کوئی تم میں سے رسی لے لے' اور (جنگل سے) لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (لاد کر) لائے اور اسے (بازار میں) بیچ دے۔ اور اللہ اس (مزدوری) کے سبب اس کی آبرو (مانگنے کی ذلت سے) بچالے۔ تو یہ بہتر ہے۔ اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے' پھر وہ اسے دیں یا نہ دیں۔" (بخاری)[1]

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ وَ الْيَدُ الْعُلْيَاهِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلىٰ هِيَ السَّائِلَةُ)) (بخاری' مُسلم)[2]

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کہ آپ منبر پر تھے۔ اور ذکر کر رہے تھے صدقہ (دینے) کا۔ اور سوال سے بچنے کا۔ (آپ نے فرمایا۔ سنو! اُونچا ہاتھ بہتر ہے ہاتھ نیچے سے۔ اور اُونچا ہاتھ وہ ہے خرچ کرنے والا۔ اور نیچا ہاتھ وہ ہے سوال کرنے والا۔"

ملاحظہ:۔ گداگروں کا تو ذکر ہی چھوڑیئے۔ گدائی کی رذالت' اور دنایت سے کون متنفر نہیں؟ منگتوں کا ہاتھ ہمیشہ نیچے اور دینے والوں کا اُونچا ہوتا ہے۔ پھر اُونچے ہاتھ والا انسان بہتر' اور نیچے ہاتھ والا ضرور گھٹیا ہوا۔ اب مذہبی بزرگوں' اور پیشواؤں کا وہ طبقہ جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اہل وعیال اور اعزہ و اقرباوالے ہیں۔ تصوف اور درویشی کی گدیوں پر بیٹھ کر صرف مریدوں کی نذر و نیاز کی آمدن سے اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں۔ غور فرمائیں۔ کہ جب یہ بزرگ حضرات مریدوں سے روپیہ پیسہ' آٹا' دانا' کپڑا' اور اثمار و فواکہ لیتے ہیں۔ تو ازراہِ انصاف بتایئے کہ کس کا ہاتھ اُونچا ہوتا ہے اور کس کا نیچا؟۔ مرید ہی دیتے ہیں نا! تو پھر مریدوں کا ہاتھ اُونچا ہوا۔ اور اُونچے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ نے بہتر فرمایا ہے۔ تو پھر مرید ہی بوجہ دینے کے (بطور پیشہ لینے والے) پیر سے بہتر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ پر قربان جائیں۔ اللہ کا آپ پر بے شمار درود و سلام ہو کس لطیف اور حکیمانہ پیرایہ میں دست بالا (ید العلیا) کو دست زیریں (ید السفلی) کے مقابلہ میں بہتر کہہ کر ہر رنگ میں مانگنے' لینے' سوال کرنے سے منع کیا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب الاستعفاف عن المسألۃ حدیث ۱۴۷۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب لاصدقۃ الا عن ظهر غنی حدیث ۱۴۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی حدیث ۱۰۳۳۔

مُرید کی طرح کما کر کھانے' کھلانے اور ہاتھ اُونچا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یَدُ السُّفلیٰ کی عبرت کے تازیانہ سے' سفلی ذہنیت کو ضرب لگائی ہے خودی جگائی ہے۔

خلق سے نا اُمید ہونا تونگری ہے

((وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعلَمُنَّ اَیُّھَا النَّاسُ اَنَّ الطَّمعَ فَقرٌ اَنَّ الْاَیَاسَ غَنِیٌّ وَاَنَّ الْمَرْءَ اِذَا یَئِسَ عَنْ شَیْئٍ اسْتَغْنٰی عَنْهُ)) (مشکوٰۃ)(۱)

''حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جانو تم اے لوگو! بے شک طمع (ہی) محتاجگی ہے۔ اور (خلق خدا سے) نا اُمید ہونا تونگری ہے۔ اور جب آدمی ایک چیز سے مایوس ہوتا ہے۔ تو اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے دل کی تونگری' اور دولت مندی کا راز بتایا ہے اور مانگنے اور سوال کرنے سے بڑی حکمت اور دانائی سے روکا ہے' فرمایا کہ طمع فقر (Poverty) ہے۔ یعنی طمع سے فقر و افلاس پیدا ہوتا ہے۔'' اور طمع کے معنی یہ ہیں کہ اس شک پر کسی مال پر ناحق نگاہ رکھنا کہ شاید مل جائے۔ پس مال ملنے کی خام آرزو اور موہوم خیال ہی محتاجگی' افلاس اور فقر کی بنیاد ہے۔ یعنی طمع سے احتیاج جنم پاتی ہے۔ پس احتیاج یا محتاجگی سے بچنے کے لئے طمع سے اجتناب لازمی ہے۔ پھر یاد رکھیں۔ کہ جس طرح طمع سے فقر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح خلق سے نا اُمید ہونا فقر کی ضد۔ تونگری پیدا کرتا ہے۔ یہ بات روزمرہ کے تجربہ میں ہے کہ جب آدمی کسی چیز سے مایوس اور نا اُمید ہو جاتا ہے۔ تو اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ بس اسی بے پروائی کو ہی تونگری اور غنا کہتے ہیں۔

پھر جو شخص تونگر اور غنی ہونے کا خواہش مند ہو۔ اسے چاہئے کہ خلق سے مایوس' اور نا اُمید رہے۔ جتنا زیادہ لوگوں سے نا اُمید ہوگا۔ اتنا ہی غنا زیادہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اللہ کی مخلوقات سے شکستہ دلی' اور نا اُمیدی سب سے بڑی بادشاہی ہے۔ اور مردِ مومن جب فقر(۲) کے اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسباب کی حدود بھی پھاند جاتا ہے۔

گر بہ اللہ الصمد دل بستہ
از حد اسباب بیروں جستہ

(اقبال)

۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاۃ باب من لا تحل له المسالة و من تحل له حدیث ۱۸۵۶۔ اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہو سکی۔ تنقیح الرواۃ ۲/۱۵۔

۲) فقر کے معنی محتاجی کے ہیں۔ ہر انسان چھوٹا' بڑا' پیغمبر' اُمتی اللہ کا محتاج ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾ (سورۃ الفاطر: ۱۵)

''اے لوگو! تم (سب بنی آدم) محتاج ہو طرف اللہ کی) اور (صرف) اللہ وہی ہے بے احتیاج تعریف کیا گیا۔''

معلوم ہوا کہ مومن و موحد مرد وہی ہے جو تمام مخلوق باری تعالیٰ سے نا اُمید و بے آس ہو کر صرف اللہ ہی کا محتاج ہو۔ ان ہی معنوں=

عدم سوال پر بہشت کی ضمانت

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْئَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ)) (ابو داؤد' نسائی)[1]

''جو شخص میرے ساتھ یہ عہد کرے کہ نہ مانگے گا لوگوں سے کچھ' پس ضامن ہوتا ہوں میں اس کے لئے بہشت کا۔'' (ابوداؤد' نسائی)

نوٹ :۔ غور فرمائیں کہ اسلام نے مسلمانوں کو کتنا خوددار' اور غیور بنایا ہے' استغنائے خلق کی کتنی اُونچی تعلیم دی ہے اور ہر حال میں لوگوں سے سوال سے بچنے والے کو خاتمہ بالخیر (بہشت) کی ضمانت دی ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ[2] کو بلا کر کہا۔ میرے ساتھ دو باتوں کی شرط کر۔ پہلی یہ کہ:

((اَنْ لَّا تَسْاَلِ النَّاسَ شَيْئًا))

''کہ نہ مانگنا لوگوں سے کچھ''

دوسری یہ کہ:

= میں پہلے نیک لوگ اپنے آپ کو فقیر الی اللہ کہا کرتے تھے' اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح فقر الی الخلق (گداگری) نہایت مذموم اور دین و دنیا کی ذلت کا باعث ہے' اسی طرح مخلوق سے پورا پورا بے تعلق فقر الی اللہ دل کی بادشاہی اور دارین میں عزت الٰہی ہے جب انسان خلق اللہ سے پورے طور پر بے نیاز و بے پروا' بے آس و آسرا ہو جاتا ہے۔ فقر خانقاہی کے اندوہ و دلگیری سے نجات پالیتا ہے تو پھر حقیقی فقر کی دولت سے اس کا دل مالا مال ہو جاتا ہے اسے قلب سلیم کہتے ہیں سوائے اللہ کے احتیاج اور محبت کے ایسے دل میں اور کچھ نہیں ہوتا۔ جب یہ فقر دل میں گھر کر لیتا ہے تو پھر اس سے اسرار جہانگیری کھلنے لگتے ہیں۔ غیر اللہ کا ڈر' خوف' حاجت و احتیاج دور ہو جاتے ہیں اور پھر اقبال فرماتے ہیں

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہو قلب سلیم

خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم کو یہی فقر ہی بے ساز و یراق پروانہ وار آتش نمرود میں لے گیا۔ اور پھر اسی کی بدولت ہی آگ کا صحرا بہشت کی کیاریوں میں تبدیل ہو گیا۔ دراصل فقر ہی توحید ہے۔ اور توحید کو ہی فقر کہتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں ایسی توحید یا فقر حاصل ہے۔ علائق ماسوی اللہ سے بے نیاز و مایوس اور واحد القہار کو نرگسی آنکھ سے دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ پس فقر الی اللہ شاہی ہے اور فقر الی الخلق گدائی ہے' گدائی طمع سے پھوٹتی ہے۔ اور شاہی استغنائے خلق سے حاصل ہوتی ہے۔ (محمد صادق)

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الزکاۃ باب کراھیۃ المسألۃ حدیث ۱۶۴۳۔ سنن نسائی کتاب الزکاۃ باب فضل من لا یسأل الناس شیئا حدیث ۲۵۹۱۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد حدیث ۱۶۴۳۔ صحیح سنن نسائی حدیث ۲۵۸۹۔

(۲) مسند احمد ۱۷۲/۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکاۃ باب من لا تحل لہ المسألۃ و من تحل لہ حدیث ۱۸۵۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب و الترھیب ۴۹۵/۱۔ حدیث ۸۱۰۔

((وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰی تَنْزِلَ اِلَیْهِ فَتَاْخُذَهٗ))

''سوال سے یہاں تک بچے کہ) اگر تیرا چابک (سواری سے) گر پڑے۔تو خود اُتر کر اس کو اُٹھا لے۔''

(رواہ احمد)

ترک سوال میں کمال مبالغہ پایا گیا ہے۔حالانکہ کسی کو کہنا' کہ میرا چابک گر پڑا ہے۔ذرا پکڑا دو۔یہ کوئی مانگنا نہیں ہے۔اس سے مراد فی الواقع سوال کی ذلت سے بچنے کی تعلیم دینا ہے۔

تین آدمیوں کو سوال کی اِجازت

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین آدمیوں کو جائز ہے۔پہلا وہ شخص جس نے کسی کے قرضہ کی ضمانت دی۔پس اسے قرضہ کی مقدار کے برابر سوال کرنا جائز ہے۔دوسرا وہ آدمی جس پر کوئی آفت آجائے۔اور اس کا مال ضائع ہو جائے۔وہ بھی ضرورت بھر سوال کرسکتا ہے۔تیسرا شخص وہ ہے جسے اس قدر فاقہ پہنچے اور اس کی یہ تنگ دستی اتنی مشہور ہو جائے۔کہ اس کی قوم کے (کم از کم) تین دانا آدمی کھڑے ہو کر بیان کریں کہ واقعی اس کو سخت ناداری اور فاقہ کشی پہنچی ہے' ایسے شخص کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہے۔فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ یَا قَبِیْصَةُ سُحْتٌ یَاکُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔قبیصہ! ان تین صورتوں کے سوا سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے والا حرام کھانے والا ہے۔''(صحیح مسلم)[1]

لباس کے آداب

لباس انسان کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔اس کے ننگ کو چھپاتا' بدن کو ڈھانپتا' اور جسم کو زینت بخشتا ہے۔بندوں کو اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کرنا چاہئے۔کہ اس نے ان کے لئے بے شمار قسم کی نعمتیں پیدا کی ہیں۔اگر کوئی گننا چاہے۔تو شمار نہیں کرسکتا۔ان تمام نعمتوں میں سے لباس بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے۔جس کے لئے شکر واجب ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو یہ پڑھتے:۔

نیا کپڑا پہننے کی دُعا

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ))(ترمذی)[2]

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب من تحل له المسألة حدیث ۱۰۴۴۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الدعوات۔ باب ۱۰۷۔احادیث شتی من ابواب الدعوات' حدیث ۳۵۶۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۵۶۰۔ اس حدیث کی سند میں ابوالعلاء راوی مجہول ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۱۰۔۱۷۹۔۱۷۸احدیث ۴۶۴۹۔

''سب تعریف واسطے اللہ کے ہے۔جس نے پہنایا[1] مجھ کو وہ کپڑا کہ چھپاتا ہوں میں ساتھ اس کے ستر اپنا۔اور زینت کرتا ہوں میں ساتھ اس کے اپنی زندگانی میں۔''

نعمت اِلٰہی کا اِظہار

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهٖ))(رواہ احمد)[2]

''جس کو اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے۔پس اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔اس بات کو کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے۔''

نوٹ:۔ رسول اللہ ﷺ کے اس اِرشاد کا یہ مطلب ہے۔کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مال و دولت وغیرہ کا انعام کرے تو اس آدمی کو اللہ کی اس نعمت کے اثر کو ظاہر کرنا چاہئے۔اور اظہار اثر کی صورت یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے

---

(۱) معاذ بن انس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جو شخص پہنے کپڑا پھر کہے(یہ) تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں(دعا یہ ہے)اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ(ابوداود)سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے پہنایا مجھ کو یہ کپڑا۔اور دیا مجھ کو یہ بغیر حیلے اور قوت میری کے۔''

سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب ما یقول اذا لبس ثوباً جدیداً حدیث ۴۰۲۳۔یہ حدیث حسن ہے۔صحیح سنن ابوداؤد ۵۰۲/۲۔۵۰۱ حدیث ۴۰۲۳۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لے کر(مثلاً) پگڑی' کرتہ یا چادر(یہ دعا پڑھتے) اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْهِ اَسْئَلُکَ خَیْرَهٗ وَ خَیْرَمَاصُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ (ترمذی'ابوداؤد)باری تعالیٰ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اس پر کہ پہنایا تو نے مجھ کو کپڑا۔یاالٰہی میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی مانگتا ہوں۔(کہ میرے بدن پر بعافیت رہے۔اور مانگتا ہوں بھلائی اس چیز کی۔کہ جس کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔(کہ اسے پہنے ہوئے تیری عبادت کروں)اور پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے اس کپڑے کی برائی سے اور اس چیز سے کہ جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔(یعنی اسے زیب تن کرکے گناہ کا ارتکاب نہ کروں۔''

سنن ترمذی ابواب اللباس باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدًا حدیث ۱۷۶۷۔سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب ما یقول اذا لبس ثوباً جدیدًا حدیث ۴۰۲۰۔یہ حدیث صحیح ہے۔صحیح سنن ترمذی ۲۸۴/۲۔حدیث ۱۷۶۷۔صحیح سنن ابوداؤد ۵۰۱/۲۔حدیث ۴۰۲۰۔

نوٹ:۔ کپڑا پہننے کی تینوں دعائیں یاد کرلیں۔اور جب نیا کپڑا پہنیں۔تو ان کو ضرور پڑھ لیا کریں۔ایسا کرنا بے شمار برکتوں کا موجب ہوگا۔(محمد صادق)

(۲) مسند احمد ۴۳۸/۴۔المعجم الکبیر للطبرانی ۱۳۵/۱۸۔حدیث ۲۸۱۔مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس حدیث ۴۳۷۹۔علامہ شعیب الارناؤط اور اُن کے رفقاء فرماتے ہیں۔اسنادہ صحیح۔ اس کی سند صحیح ہے۔تحقیق المسند ۱۶۰/۳۳ حدیث ۱۹۹۳۴۔

مطابق لباس پہنے اور کھائے پیئے اگر خدائے قدوس نے کافی دے رکھا ہے تو یہ نہ کرے کہ (از راہ امساک وبخل) انار دانہ اور پیاز کی چٹنی پر بسر اوقات کرے۔ پیسے بچانے کی خاطر سالن وغیرہ نہ پکائے۔ اہل وعیال کو کھلانے پلانے اور پہنانے میں دانستہ تنگ رکھے۔ خود بھی روکھی سوکھی کھائے۔ اور میلے کچیلے کپڑوں میں گذارہ کرے۔ یہ روش اللہ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اللہ کی نعمت کا ناشکر گزار ہے۔ کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال اور رزق میں جان بوجھ کر تنگی کا اظہار کرتا ہے۔ جو اخفائے نعمت ہے۔ حالانکہ اسے اپنی مال داری' اور تمول کے لحاظ سے خود بھی اچھا کھانا' اور عمدہ لباس پہننا چاہئے اور اپنے گھر والوں کے لئے بھی بہتر ملبوسات اور عمدہ ماکولات' بہم پہنچانے چاہئیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ اسلام کی (ان معقول رخصتوں کے پیش نظر اس پر قربان ہو جاؤ کہ وہ ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق معیار زندگی قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

لباس میں اسراف نہ ہو

روایت ہے عمرو بن شعیب سے اس نے نقل کی اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے۔ کہا اس نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

((کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَالَمْ یُخَالَطَ اِسْرَافٌ وَّلَا مَخِیْلَةٌ)) (نسائی' ابن ماجه)[1]

''کھاؤ اور پیو (ضرورت کے موافق) اور جو (فالتو ہو اُس میں' سے) لِلّٰہ دو اور (حسب حیثیت) پہنو۔ کہ نہ ہو اسراف اور نہ تکبر۔''

مردوں کو ریشم حرام ہے

((وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْرَبَ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ نَاْکُلَ فِیْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَیْهِ)) (بخاری' مُسلم)[2]

''حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ منع کیا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے اور منع کیا پہننے ریشم اور دیباج (ریشمی کپڑا ہے) سے اور ریشمی کپڑے پر بیٹھنے سے۔''

---

(۱) سنن نسائی کتاب الزکاۃ باب الاختیال فی الصدقة حدیث ۲۵۶۰۔ سنن ابن ماجه کتاب اللباس باب البس ما شئت ما اخطاك سرف أو مخيلة حديث ۳۶۰۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن نسائی حدیث ۲۵۵۸۔ صحیح سنن ابن ماجه حدیث ۲۹۲۰۔

(۲) صحیح بخاری کتاب اللباس باب افتراش الحرير حديث ۵۸۳۷۔

قمیض دائیں طرف سے پہنو

((وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ قَمِیْصًا بَدَاَ بِمَیَامِنِهِ))(ترمذی)[1]

''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قمیض پہنتے۔ تو شروع کرتے ساتھ دائیں طرف قمیض کے۔''

جبریلؑ نے ریشمی قبا اُتر وادی

حضرت جابرؓ[2] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (ریشم کی نہی کے نزول سے قبل) رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ریشمی قبا پہنی۔ جو حضور ﷺ کو ہدیہ دی گئی تھی۔ پھر آپ نے اسے جلد ہی اُتار کر حضرت عمرؓ کی طرف بھیج دیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے قبا کو اتنی جلدی اُتار دیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ نَهَانِیْ عَنْهُ جِبْرِیْلُ جبریل نے اللہ کے حکم سے) اس کے پہننے سے مجھے منع کیا (یہ سن کر) حضرت عمرؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا۔ کَرِهْتَ اَمْرًا وَاَعْطَیْتَنِهِ آپ نے ایک چیز کو ناپسند جانا (یعنی قبا کے پہننے کو) اور اُسے مجھے (پہننے کو) دے دیا۔ (ہائے میرا کیا حال ہوگا) آپ نے اِرشاد فرمایا:

((اِنِّی لَمْ اُعْطِکَهُ تَلْبَسَهُ اِنَّمَا اَعْطَیْتُکَهُ تَبِیْعُهُ))(صحیح مسلم)

''میں نے تجھے قبا پہننے کے لیے نہیں دی تھی بلکہ بیچنے کے لیے دی تھی فَبَاعَهُ بِاَلْفَیْ دِرْهَمٍ۔ پھر حضرت نے وہ قبا دو ہزار درہم میں فروخت کر دی۔

((وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ))(بخاری)[3]

''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جو چیز از قسم اِزار (کپڑا' تہ بند' شلوار' پاجامہ) وغیرہ ٹخنوں سے نیچے ہو۔ وہ آگ میں ہے۔''

نوٹ:۔ یعنی ٹخنوں سے نیچے جتنے حصے تک کپڑا لٹکتا ہے۔ وہ حصہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ واضح رہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنا۔ زمانہ جاہلیت کے متکبروں کا دستور ہے اور اسلام میں تکبر کی سزا دوزخ مقرر کی گئی ہے۔ اس لئے

(۱) سنن ترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی القصص حدیث ۱۷۶۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۲۸۴۔ حدیث ۱۷۶۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة باب تحریم لبس الحریر و غیر ذلك للرجال۔ حدیث ۲۰۷۰۔

(۳) صحیح بخاری کتاب اللباس باب ما اسفل من الکعبین فهو فی النار حدیث: ۵۷۸۷۔

کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر کا نشان ہونے کے باعث حرام اور موجب آتش قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت بخاری۔ مُسلم میں موجود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (۱)

''جو شخص دراز کرے کپڑا اپنا (ٹخنوں پر) یہاں تک کہ گھسٹتا جائے (زمین پر) از راہِ تکبر کے۔ تو نہیں دیکھے گا اللہ تعالیٰ (بخشش کی نظر سے) طرف اس کے قیامت کے دن۔''

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَه بَطَرًا)) (۲)

''جو شخص تکبر اور اترانے کے طور پر اپنی ازار (تہ بند' دھوتی' شلوار) ٹخنوں سے نیچے کرتا ہے۔ اللہ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے ہونا مردوں کے لئے نہایت خطرناک اور باعث عذاب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند' شلوار باعث عذاب ہوگی۔ جو تکبر کی نیت سے لٹکائی جائے۔ اور جو اترانے کے خیال سے نہ ہو۔ اس کا مضائقہ نہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا لٹکانا بروئے شرع چونکہ خطرے سے خالی نہیں' اور اس فعل پر دوزخ کی وعیدیں آئی ہیں۔ اس لئے بہرحال ہر قسم کا لباس ٹخنوں سے ضرور اوپر ہی رہنا اچھا ہے۔ بہ تقاضائے احتیاط ٹخنے ضرور ضرور ننگے رہنے چاہئیں۔ تکبر کی نیت سے ازار لٹکانا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق باعث عذاب ہے ہی۔ اور بغیر نیت تکبر کے لٹکانا اہل نار سے مشابہت کرنا بھی کسی صورت میں گوارا نہیں ہوسکتا۔

''مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں صحیح حدیث موجود ہے۔ کہ ایک شخص ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا۔ کہ وضو بھی پھر کر' اور دوبارہ نماز پڑھ۔ تو کتنا خطرناک ہوا ٹخنوں پر پاجامہ و شلوار کا لٹکانا۔ کہ نماز بھی باطل ہوگئی۔ اور وضوء بھی از سر نو کرنا پڑا۔ (مشکوٰۃ) (۳)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب اللباس باب من جر ازارة من غیر خیلاء حدیث ۵۷۸۴۔ صحیح مسلم کتاب اللباس و الزينة باب تحریم جر الثوب خیلاء و بیان حدما یجوز الخاؤه الیه و ما یستحب۔ حدیث ۲۰۸۵۔

(۲) صحیح بخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبة من الخیلاء حدیث ۵۷۸۸۔ صحیح مسلم کتاب اللباس و الزینة باب تحریم جر الثوب خیلاء و بیان حد ما یجوز ارخاؤه الیه و ما یستحب۔ حدیث ۲۰۸۷۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاۃ باب السر حدیث ۷٦۱ بحواله سنن ابوداؤد کتاب الصلاة باب الاسبال فی الصلوٰۃ حدیث ٦۳۸ و کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار حدیث ۴۰۸٦۔ محقق العصر حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ تخریج ریاض الصالحین مترجم ۱/٦۴۱۔ حدیث ۷۹۷۔ =

غضب وتکبر اور حسد

غصہ خرابی ایمان ہے

((وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ)) (مشکوٰۃ)[1]

"بہز بن حکیم سے روایت ہے۔ اس نے اپنے باپ سے نقل کی اس نے نقل کی بہز کے دادا سے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تحقیق غصہ البتہ خراب کرتا ہے ایمان کو جس طرح خراب کرتا ایلوا (مصبر) شہد کو۔"

ملاحظہ:۔ غضب یعنی غصہ طبیعت کی ایک حالت کا نام ہے جو حرکت نفس بجانب خارج کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غصہ کی حالت میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور رگیں پھول جاتی ہیں' آواز میں جوش وخروش پیدا ہوتا ہے اور ہاتھوں کی حرکت میں غیر معمولی تیزی آ جاتی ہے۔ اور پھر حالت غضب میں انسان زبان سے بالعموم ایسی ناجائز باتیں نکالتا ہے اور اسکے اعضاء وہ غیر پسندیدہ حرکتیں کرتے ہیں۔ کہ جو بروئے شرع سراسر ناجائز اور شیطانی ہوتی ہیں۔

حتیٰ کہ بعض اوقات انسان کے افعالِ غضب سے ابلیس بھی پناہ مانگنے لگتا ہے۔ کہ طبیعت اعتدال کا توازن کھو کر بے راہ رو ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت انسان کے ایمان کو خراب اور برباد کر دیتی ہے' اسی لئے بانی اخلاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا۔ کہ غصہ ایمان کو بگاڑتا اور خراب کرتا ہے۔ شہد کتنی میٹھی' شیریں' پاک اور لذیز چیز ہے۔ اگر

= وضاحت: اِس روایت سے بعض علماء استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار' پاجامہ لٹکانے والے کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظ اللہ تعالیٰ مشکوٰۃ المصابیح میں اِس روایت پر تعلیق میں لکھتے ہیں کہ "اِس حدیث کی سند ضعیف ہے اِس میں راوی ابو جعفر ہے اس سے بیان کرنے والا۔ یحیٰ بن ابی کثیر ہے۔ اور وہ انصاری مدنی موذن ہے جو کہ مجہول ہے جس طرح ابن القطان نے کہا ہے اور تقریب میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ جس نے اِس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اِسے وہم ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد ا ص ۲۳۸) لہٰذا جب یہ روایت کمزور ہے اور کسی محدث نے اِسے نواقض وضو میں شمار نہیں کیا تو جس آدمی کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے اِس کا وضوء نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہ ہے اور احادیث میں اِسکی شدید وعید آئی ہے۔ جیسا کہ نمبر اس سے پہلے احادیث گزری ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۱۸ بحوالہ شعب الایمان ۳۱۱/۶ حدیث ۸۲۹۴۔ اس کی سند محسن بن عثیم کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس میں مصبر پیس کر ملا دیا جائے تو یہی شہد منہ میں ڈالتے ہی طبیعت تھوک دے گی۔ ایسے ہی ایمان جو بڑا میٹھا اور پیارا ہے۔ غصہ کی حالت میں بگڑ کر نہایت کڑوا' کسیلا' بدمزہ اور بودار ہو جاتا ہے۔ اللہ اسے کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ غصہ بہت بری[1] چیز ہے۔ عدل و انصاف کا خون کراتا منہ سے واہی تباہی نکلواتا اور ایمان کے لئے موجب فساد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اخلاقیات میں غصہ' رذائل میں داخل ہے۔

ترک غضب کی وصیت

حضرت ابو ہریرہؓ[2] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ "غصہ مت کر" اس نے پھر (وصیت کے لئے) درخواست کی کئی بار آپ نے (بار بار) یہی فرمایا کہ "غصہ مت کر۔" (غالباً اس شخص میں صفت غضب غالب ہو گئی)

پہلوان کون ہے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَه عِنْدَ الْغَضَبِ))(بخاری' مُسلم)[3]

"پہلوان وہ نہیں ہے جو پچھاڑے (اور اکھاڑے میں گرائے لوگوں کو' سوائے اس کے نہیں۔ کہ (درحقیقت) پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پائے۔"

غصہ کے گھونٹ کی فضیلت

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ

---

(۱) غصہ جو دین اور حمایت حق کے لئے ہو۔ وہ محمود ہے اور حکومت کے مقصود سے ہے' گناہوں بدیوں' برائیوں اور غیر شرع باتوں کو دیکھ کر اپنی عزت و عصمت پر ناروا حملوں کو پا کر غصہ کرنا۔ اور اعتدال پر چلتے ہوئے منکرات و مکروہات کو دفع کرنا غیرت ایمانی کا ثبوت دینا ہے' ان صورتوں میں غصہ نگران دین' منتظم سیاست' اور محافظ بدن' اور سبب بقائے زندگی ہے۔ پھر سمجھیں کہ روح حیوانی اگر حمایت حق میں خارج کی طرف برق رفتاری سے کوندے تو سراسر رحمت ہے اور اگر نفس کے انتقام کی طرف جھپٹے تو یہ غصہ بالکل شیطانی حرکت ہے۔ (صادق)

(۲) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۶۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل من یملك نفسه عندالغضب وبای شیء یذهب الغضب حدیث ۲۶۰۹۔

عَزَّوَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى)) (رواه احمد)[1]

"ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک اس غصے کے گھونٹ سے کوئی گھونٹ افضل نہیں ہے۔ جو (صرف) اللہ کی رضا مندی کے لئے بندہ پیتا ہے۔"

غصہ میں وضو کرو

عطیہ بن عروہ سعدیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَ اِنَّمَا تُطْفَئُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّا)) (ابوداؤد)[2]

"بیشک غصہ (جونفس کے لئے ہو) شیطان (کے بہکانے) سے ہے۔ اور شیطان یقیناً آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ پھر جب تمہیں غصہ آئے اس کے لئے وضو کرنا چاہئے۔

ملاحظہ:۔ سلیمان بن صرو کی ایک روایت میں غصہ کو دور کرنے کے لئے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی آیا ہے۔ (بخاری شریف)[3] اس لئے غیظ غضب کی حالت میں پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔ پھر وضو[4] کرے۔ اور ٹھنڈا پانی بھی پئے۔ انشاءاللہ غصہ کی آگ بجھ جائے گی۔"

حشر میں متکبروں کی ذِلّت

((عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۱۶ بحوالہ مسند احمد ۲/ ۱۲۸ یہ حدیث مسند احمد میں دو سندوں سے مروی ہے جس میں سے ایک صحیح ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۴/ ۳۸۵ حدیث ۱۹۱۲ یہ حدیث سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب العلم حدیث ۴۱۸۹ میں بھی موجود ہے۔ علامہ البانی ؒ نے اس حدیث کو صحیح سنن ابن ماجہ ۴/ ۳۶۸۔۳۶۷ حدیث ۳۳۹۶ میں صحیح کہا ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقال عندالغضب حدیث ۴۷۸۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۷۸۴۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۵۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل من یملک نفسہ عندالغضب۔ حدیث ۲۶۱۰۔

(۴) ترمذی میں ابوذرؓ کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ غصہ کی حالت والا اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ پھر بھی اگر غصہ فرو نہ ہو تو لیٹ جائے۔

سنن ابوداؤد کتاب الأدب باب ما یقال عندالغضب حدیث ۴۷۸۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/ ۱۷۵۔ حدیث ۴۷۸۲۔

الْمُتَكَبِّرُوْنَ أَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ)) (ترمذی)[۱]

"روایت ہے عمرو بن شعیب سے۔ اس نے اپنے باپ سے' اس نے اپنے دادا سے نقل کی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ قیامت کے روز تکبر کرنے والے چھوٹی چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کیے جائیں گے۔ بصورت مرد ماں ہر جگہ سے ذلت (جمع ہو ہو کر) ان کو ڈھانکے گی۔ پھر وہ دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام بولس ہے ہانکے جائیں گے۔ جہاں ان پر آتشوں کی آتش غالب آئے گی۔ اور انہیں دوزخیوں کا نچوڑ (کچ لہو اور پیپ) پینے کو دیا جائے گا۔ جس کا نام طِيْنَةِ الْخَبَالِ ہے۔"

ملاحظہ:۔ جو شخص دوسرے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر ان کے مقابلہ میں بڑائی غرور' گھمنڈ اور فخر کرتا ہے۔ لوگوں کو بے قدر' اور بے وقار جان کر اپنے نفس کو مقابلتہ اچھا' اُونچا' اور برتر سمجھتا ہے ان پر سبقت اور بلندی از راہِ کبر چاہتا ہے۔ تو ایسا شخص بیشک متکبر ہے۔ اور متذکرۃ الصدر حدیث کی زد میں ہے۔ حشر کے روز اللہ تعالیٰ تمام متکبروں کو جو دُنیا میں غرور کی راہ سے لوگوں میں اُونچائی چاہتے تھے۔ چیونٹیوں کی مانند چھوٹے۔ حقیر اور ذلیل بنائے گا اور اہل محشر انہیں روندیں گے۔ پامال کریں گے۔ اور عجب و کبر کی پاداش میں پاؤں سے مسلیں گے۔ ان گردن فرازوں' مغروروں' سرکشوں' اور متکبروں کو محشر کے کونے کونے سے ذلت و رسوائی آ ڈھانپے گی۔ پھر ان ذلت کے پتلوں کو فرشتے پکڑ کر جہنم کے قید خانہ بولس میں لے جائیں گے اور وہاں ان پر نار الانیار[۲] یعنی آتشوں کی آتش مسلط ہوگی۔ اور پینے کے لئے ان کو طینۃ الخبال دیا جائے گا۔ عصارہ اہل نار۔ یعنی دوزخیوں کے بدن سے نکلا ہوا کچ لہو اور پیپ! (خداوندا! ہم تیرے عذابوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں)

تکبر کرنے والوں کو اتنی سنگین سزا دینے کی وجہ یہ ہے۔ کہ تکبر صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اس کی خاص صفت ہے صرف خدائے واحد القہار ہی اپنی عاجز مخلوق کے مقابل ردائے کبر اوڑھ سکتا ہے۔ اور انسان کی شان اور عظمت آن اسی میں ہے کہ وہ خالق برتر کے سامنے اپنی انتہائی پستی اور عاجزی کا ثبوت دے۔ اور عجز و صغر کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اللہ کی ردائے کبر چھیننے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے لباس تکبر کو اپنے قامت فانی پر یونہی فٹ نہ کرتا پھرے۔ اور

---

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب ماجاء في شدة الوعيد للمتكبرين حديث ۲۴۹۲۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۶۰۲ حدیث ۲۴۹۲۔

(۲) نار الانیار کے معنی ہیں آتشوں کی آتش اور آتشوں کی آتش سے مُراد وہ آگ ہے جو دوسری ہر قسم کی آتشوں کو جلا کر راکھ سیاہ کر دیتی ہے۔ جس طرح عام آگ دوسری چیزوں کو جلا دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح نار الانیار دوسری تمام آگوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ یہ ظالم آگ متکبروں پر مسلط ہوگی۔ (صادق)

پروردگار عرش عظیم کی شان کبریائی میں شرکت کا دم نہ مارے۔ پھر جو شخص تواضع کے برعکس تکبر کی دو آتشہ پیتا ہے۔ عجب کے نشہ میں اللہ کے بندوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے' بڑا مولوی اپنے علم کے گھمنڈ میں کم علم مولویوں کو حقیر سمجھتا اور عام مسلمانوں کو ملنے سے نفرت کرتا ہے۔ مال دار کو دولت کے غرور سے غریب عوام مکھی مچھر دکھائی دیتے ہیں۔ پہلوان قوت کی لے میں زمین پر پاؤں مارتا۔ اور گردن فرازی کرتا ہے "بوٹ" "پاپوش" سے نافر "سوٹ" "تہ بند" پر خندہ زن' شہری کو دیہاتی سے گھن اور گلفام کو حسن کی شہ پر "کالے رنگ" سے متلی آئے۔۔۔۔

یاد رہے کہ ایسے تمام گردن کش اور متکبر اللہ کی ردائے کبر کو کھینچتے ہیں۔ اس کی شان کبریائی میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ محشر کو شدید عذاب کے پاٹوں میں پسیں گے۔ مسلمان بھائیو اور بہنو! توبہ کرو' تا زیست تکبر اور غرور نہ کرنا۔ اس آگ سے بچنا۔ پھر بچنا اور بار بار بچنا۔ کہ کبر ذلت محشر' موجب بولس و نیران ہے۔

رائی بھر تکبر کا انجام

ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِه مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ))(مُسلم)(۱)

"نہیں داخل ہوگا (سابقین کے ہمراہ) بہشت میں وہ شخص کہ جس کے دل میں دانہ رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔"

حسد سے نیکیاں برباد

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ))(ابو داؤد)(۲)

"حسد سے بچو۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔"

ملاحظہ:۔ کسی کے علم و ہنر' دولت' مال' مکان' تجارت' زمین' گائے' بھینس' موٹر' حسن و جمال' اچھا لباس' زیور اور دیگر نعمتیں' دیکھ کر' ان کا زوال چاہنا' اور دل میں جلنا اور کڑھنا حسد کہلاتا ہے۔ یہ اتنی بری چیز ہے۔ کہ آگ کی مانند نیکیوں کو مٹاتا ہے۔ اور جلاتا ہے' چونکہ حاسد لوگوں کو اچھے حال میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ بلکہ اچھے حال کا زوال چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ اس کی دوسری نیکیوں کو حسد کی سزا میں قبول نہیں کرتا۔ کتنی بری چیز ہے حسد اور کس قدر کمینی اور

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہ حدیث ۹۱۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد حدیث ۴۹۰۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۴۹۰۳۔ اس حدیث کی سند ابراہیم بن اسد کے دادا کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۴/۳۷۵ حدیث ۱۹۰۲۔ بتخریج ریاض الصالحین مترجم الحافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ تعالیٰ ۲/۴۳۵۔ حدیث ۱۵۶۹۔

رذیل صفت ہے یہ۔ حسد کی مذمت میں اللہ نے فرمایا:

﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (سورۃ النساء : ۵۴)

کیا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز پر کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے؟ مسلمانو! حسد سے بچو۔ اپنے بھائیوں کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہوا کرو۔ اور اپنے لئے بھی اللہ سے اچھے حال کی دعا کیا کرو۔

عفو وحیا اور شکر گزاری

سب سے عزت والا

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ میرے پروردگار تیرے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ خدا نے جواب دیا وہ شخص کہ جو بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور معاف کردے۔" (مشکوۃ)(۱)

ملاحظہ:۔ کسی کی بدی، برائی، سختی، زیادتی، گالی گلوچ، ظلم وستم کو باوجود قادر الانتقام ہونے کے معاف کر دینا، اخلاق کی بہت بڑی بلندی پر دال ہے۔ اللہ کے نزدیک معزز ہونا اور اس کا قرب پانا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ایک دوسرے کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کردیا کریں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا))(۲)

"جو شخص کسی کی غلطی معاف کردے۔ اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔" (مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ برائی کے عوض برائی نہ کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور درگزر کرتے۔" (ترمذی)(۳)

جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ابوداؤد میں ہے وہ کہتی ہیں۔

((مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْئٍ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۲۰ بحوالہ شعب الایمان ۶/۳۱۹ حدیث ۸۳۲۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر۔ حدیث ۳۰۶۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع حدیث ۲۵۸۸۔

(۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ حدیث ۲۰۱۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۳ حدیث ۲۰۱۶۔

بِهَا)) (ابوداؤد)[1]

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنے نفس کے لئے بدلہ نہیں لیا۔ ہاں اللہ کے دین کی بے حرمتی پر ضرور اللہ کے حکم سے انتقام لیتے (یعنی حدیں اور تعزیریں لگاتے۔''

حیا سب سے عمدہ خلق ہے

زید بن طلحہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَ خُلُقَ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ))(مشکوٰۃ)[2]

''بے شک ہر دین کے لئے ایک (نفیس اور قابل تعریف) خلق ہے اور اسلام کا (وہ نفیس اور غالب خلق) حیا ہے۔''

نوٹ:۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے۔ کہ جتنے دین ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ ان میں ایک نہ ایک اچھی خصلت نمایاں طور پر موجود رہی ہے۔ سوائے حیا کے' یعنی حیا کو اسلام کے اندر تمام اخلاق میں جو بلند مقام اور غالب حیثیت حاصل ہے۔ وہ پہلے ادیان میں نہ تھی۔ اسلام سے قبل اگر حیا ستارہ بن کر چمکتی تھی تو اسلام میں اسے آفتاب کا درجہ حاصل ہے۔ حیا کی اس نمایاں مقدرت اور اہمیت سے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ جہاں وہ دوسرے اخلاق حسنہ کو اپنائیں۔ ان میں حیا کو امتیازی درجہ دیں۔ اخلاق میں حیا سرفہرست ہو۔

حیا کا مطلب

ہر بدی اور برائی سے نفس کے انقباض کو حیا کہتے ہیں یعنی حیا ایک حالت ہے جو بدی کو دیکھ کر اللہ کے خوف سے طبیعت پر وارد ہوتی ہے۔ اور پھر انسان اس سے بچتا ہے۔

زنا کاری' شراب خوری' جوا' پرائی عورتوں کو شہوانی جذبات سے قصداً دیکھنا' جھوٹ بولنا' عمداً وعدہ خلافی کرنا۔ مسلمانوں کی ہتک عزت کرنا' انہیں لین دین اور معاملہ داری میں دھوکہ دینا۔ گالیاں نکالنا' مغلظات بکنا' اور تمام غیر شرع برائیوں پر دھڑلے سے عمل کرنا۔ بے حیائی ہے۔ اور ان تمام بدیوں سے طبیعت کا جھپنا' کنی کترانا' کنارہ پکڑنا' اور بجانب الواقع حیا ہے' یہ حیا ہی تو ہے۔ جو انسان کو اللہ کی نافرمانیوں' سرکشیوں' بغاوتوں' قانون شکنیوں اور تمام جرائم و معاصی سے روکتی ہے۔ اس سے آپ بہ آسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ واقعی حیا اخلاقیات میں ریڑھ

(۱) صحیح بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ حدیث ۳۵۶۰۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب مباعدته ﷺ للآثام' واختیاره من المباح اسهله وانتقامه لله تعالیٰ عند انتهاك حرماته حدیث ۲۳۲۷۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الرفق والحیاء و حسن الخلق حدیث ۵۰۹۰ بحوالہ مؤطا امام مالك كتاب حسن الخلق باب ماجاء فی الحیاء ۲/۹۰۵ و سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب الحیاء حدیث ۴۱۸۱۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ صحیح الترغیب والترهیب ۳/۵ حدیث ۲۶۳۳۔۲۶۳۲۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۱۶ حدیث ۹۴۰۔

کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے۔ سیرت کے فلک بوس ایوان کی بنیاد اور اصل و اساس ہے۔ اور اخلاق حسنہ کے تاج میں جگمگاتا ہیرا ہے۔ اگر حیا ہے تو دوسرے فضائل بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نہیں ہے۔ تو کسی اچھائی کا اعتبار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ))

''حیاء ایمان کا جزو ہے۔''

((وَالْاِیْمَانُ فِي الْجَنَّةِ))

''اور ایمان بہشت میں لے جاتا ہے۔''

((وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ))

''اور بے حیائی بدکاری ہے۔''

((وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ))

''اور بدکاری دوزخ میں لے جاتی ہے۔'' (ابن ماجہ)(۱)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتِ انور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا))

''حیا اور ایمان اکٹھے کیے گئے ہیں۔''

فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا پھر جب ان میں سے ایک اُٹھ جاتا ہے۔''

رُفِعَ الْاٰخَرُ ''تو دوسرا بھی (خود بخود) چلا جاتا ہے۔'' (مشکوٰۃ)(۲)

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

حضرت ابن مسعودؓ(۳) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ انبیائے سابقین سے یہ بات لوگوں تک پہنچی ہے کہ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ''جب تو حیا نہیں کرتا۔ تو پھر جو چاہے کر۔'' یعنی جب حیا نہ

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الحیاء حدیث ۲۰۰۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۱۔ حدیث ۲۰۰۹۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۸۹۳ حدیث ۴۹۵۔

(۲) مشکوٰة المصابیح کتاب الآداب باب الرفق والحیاء و حسن الخلق حدیث ۵۰۹۳ بحوالہ شعب الایمان ۶/۱۴۰۔ حدیث ۷۷۲۷۔ یہ حدیث مستدرك حاکم کتاب الایمان ۱/۷۳ حدیث ۵۸ طبع جدید و طبع قدیم ۱/۲۲ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۶۰۳۔ صحیح الترغیب والترھیب ۳/۶ حدیث ۲۶۳۶۔

(۳) صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۴۔ حدیث ۳۴۸۴۔ و کتاب الادب باب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت حدیث ۶۱۲۰۔

رہی۔ تو ایمان بھی نہ رہا۔ اور جب ایمان و حیا دونوں اٹھ گئے۔ تو پھر کھلی چھٹی ہوئی۔ جو چاہے بے حیا کرتا پھرے۔ کیونکہ حیا ہی بدیوں سے روک تھی۔ جب حیا نہ رہی تو روک جاتی رہی"۔

محسن کی شکرگزاری کا اِرشاد

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰهَ))(ترمذی)[1]

"حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو (احسان کرنے والے) لوگوں کا شکر نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کرتا۔"

ملاحظہ:۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم اتنی پاکیزہ' کامیاب' مقبول اور ہمہ گیر ہے۔ کہ اس میں محسن کی شکرگزاری کو مذہبی درجہ حاصل ہے۔ جو شخص آپ کی خیر خواہی کرے' آپ کا کوئی کام کر دے۔ آپ کے ساتھ کسی قسم کی نیکی' یا احسان کرے۔ تو آپ کا اخلاقی طور پر فرض ہے۔ کہ اس محسن بھائی کا شکریہ ادا کریں۔ جزاک[2] اللہ کہیں۔ تبسم ریز شکریہ کے پھول پیش کریں۔ ایسا کرنے سے ایک تو محسن کی اس شکرگزاری پر اللہ بھی خوش ہوگا۔ اور اگر اس صورت کے برعکس کوئی کسی کی خیر خواہی کی قدر نہ جانے۔ اس کے منہ پر خوشی کا اظہار نہ کرے' نہ اس کو دعا دے اور نہ شکریہ کے الفاظ منہ سے نکالے۔ تو ایسا شخص اللہ کا ناشکرگزار ہے۔ نیکی اور احسان کا ناقدردان۔ عجب و غرور کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناقدر شناس خیر کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

بھائیو! یاد رکھو! اگر کوئی آپ کا معمولی سا کام بھی کر دے۔ تو نہایت خندہ پیشانی سے اس کی شکرگزاری کرو۔ اُسے خوش کرو کہ محسن کی شکرگزاری کو اِسلام نے اللہ کی شکرگزاری کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو کچھ عطیہ دیا جائے۔ اُسے چاہئے کہ اگر ہو سکے۔ تو اس کا بدلہ (عطیے کی شکل میں) دے اور اگر عطیہ نہ پائے فَلْیُثْنِ بِہٖ "تو معطی کی تعریف کر دے۔" فَمَنْ اَثْنٰی بِہٖ فَقَدْ شَکَرَہٗ "کیونکہ اس کی تعریف کر دینے سے اس کی شکرگزاری کا حق ادا ہو جائے گا۔" وَمَنْ کَتَمَہٗ فَقَدْ کَفَرَہٗ اور (خبردار! عطیہ نہ دے سکنے کی صورت

---

(۱) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیك حدیث ۱۹۵۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۶۱۔ حدیث ۱۹۵۴۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۶/۷۷۶۔ حدیث ۴۱۶۔

(۲) حضور فرماتے ہیں جو شخص (کم از کم) اپنے محسن کو جزاک اللہُ خَیْرًا کہہ دے تو اس نے اپنے محسن کی تعریف کا پورا حق ادا کر دیا۔" (ترمذی)

سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الثناء بالمعروف حدیث ۲۰۳۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۹۲ حدیث ۲۰۳۵۔

میں) جس نے معطی کی تعریف بھی نہ کی۔ تو اس نے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا۔" (ابوداؤد)[1]

عورتوں کا کفران نعمت

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے (دراز نماز کسوف میں) دوزخ کو دیکھا۔ اور جس ہولناک صورت میں آج دیکھا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ (سنو)! میں نے دوزخ میں اکثر عورتوں کو دیکھا ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا (حضور ﷺ) اس کی وجہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا بِكُفْرِهِنَّ عورتیں اپنے کفر کی وجہ سے بکثرت دوزخ میں ہیں۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا۔ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ کیا وہ اللہ کی منکر ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں (بلکہ) اپنے خاوندوں کا کفران نعمت کرتی ہیں۔ اور ان کی احسان فراموش ہوتی ہیں۔

((لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ))[2]

اگر تو ساری عمر عورت کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا رہے۔ پھر اگر وہ تجھ سے ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف دیکھے تو (ساری عمر کے کئے کرائے پر پانی پھیر کر) کہتی ہے۔ میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔" (بخاری شریف)

ملاحظہ:۔ ہم اپنی معزز بہنوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں۔ کہ اپنے خاوندوں کی پوری پوری فرمان برداری کیا کریں۔ جو کچھ وہ کما کر لائیں۔ اور آپ کو اس سے کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔ آپ ان کا بے حد شکریہ ادا کریں۔ ان کے حق میں بکثرت دعائیں مانگا کریں اور ان کی خیر خواہی، اور خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ان کی ہر بڑی سے بڑی، اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور احسان کی پوری قدر کیا کریں۔ اور خبردار! یہ کلمہ کبھی منہ سے نہ نکالیں۔ میں نے تیرا کیا دیکھا ہے۔ یہ کلمہ ہی سب سے بڑھ کر کفرانِ نعمت کا موجب ہے۔ اور عورتوں کو دوزخ میں لے جانے کا باعث!

رفق وحلم اور انکسار

رفق موجب عطا ہے

((عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ وَيُعْطِىْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف حدیث ۴۸۱۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۱۸۳ حدیث ۴۸۱۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب کفران العشیر وھو الزوج وھو الخلیط من المعاشرة حدیث ۵۱۹۷۔ صحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من امر الجنة والنار حدیث ۹۰۷۔

يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ))(ابن ماجه)[۱]

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی کرنے والا) ہے۔ اور جو کچھ وہ رفق (نرمی) پر عطا فرماتا ہے۔ وہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔''

نرمی اور بردباری کی برکت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کو نرمی سے حصہ مل گیا۔ اُسے دُنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ مل گیا اور جو شخص نرمی اور بردباری کے حصہ سے خالی رہا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم رہا۔'' (مشکوٰۃ)[۲]

دوزخ کی آگ حرام

((وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ)) (ترمذی)[۳]

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں۔ کہ حرام ہو آگ پر' اور وہ شخص کہ آگ حرام ہو اس پر۔ (سنو)! حرام ہے آگ ہر آہستہ مزاج' نرم طبیعت! ملنسار' اور نرم خو پر۔''

نوٹ:۔ معلوم ہوا کہ آہستہ مزاجی' نرم طبعی' ملنساری' حوصلہ مندی بردباری' اور برداشت اللہ کو بہت پسند ہیں۔ دراصل یہ اوصاف حمیدہ' اور خصائل پسندیدہ سیرت کی دلہن کا سنگار ہیں۔ کہ مومن موحد کو حلیم و رفیق اور متحمل و بردبار ہونا اخلاق کے تقاضوں سے ہے۔ ایک اور حدیث بطریق ارسال حضرت مکحول کی روایت سے ترمذی میں ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه كتاب الادب باب الرفق حديث ۳۶۸۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجه ۳/۲۱۹ حدیث ۲۹۸۹۔ یہ الفاظ صحیح مسلم كتاب البر والصلة باب فضل الرفق حديث ۲۵۹۳ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی موجود ہیں۔

(۲) مشكوٰة المصابيح كتاب الآداب باب الرفق والحياء و حسن الخلق حديث ۵۰۷۵ بحوالہ شرح السنة للبغوی ۱۳/۷۴ حدیث ۳۴۹۱۔ اس حدیث میں پہلا حصہ مسند احمد ۶/۱۵۹ میں بھی موجود ہے۔ جبکہ یہ حدیث سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء في الرفق حديث ۲۰۱۳ میں سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۳۸۲ حدیث ۲۰۱۳۔ اس روایت کی مکمل تخریج کے لیے ملاحظہ ہوں۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۴۸ حدیث ۵۱۹۔

(۳) سنن الترمذی ابواب صفة القيامة باب فضل كل قريب هين سهل۔ حديث ۲۴۸۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۶۰۱ حدیث ۲۴۸۸۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۶۱۱ حديث ۹۳۸۔

حضور فرماتے ہیں:۔

((اَلْمُوْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ))(ترمذی)[(۱)]

''مومن نرم خو' بردبار' اور منقاد ہوتے ہیں۔ مثل اُونٹ مہار دار کے۔ اگر (اُونٹ کو) کھینچا جائے۔ تو کھچ جائے' اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے۔ تو بیٹھ جائے۔''

نوٹ :۔ اس حدیث میں مومن کی پہچان بردباری' فرمانبرداری' اور نرم خو ہونا بتایا گیا ہے۔ اور شریعت کی تابعداری میں وہ مثل اُونٹ اِدھر اُدھر مڑتا' اُٹھتا بیٹھتا' اور چلتا پھرتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی جسکی نکیل شریعت کے ہاتھ میں ہے۔ اشاوں پر چلتا ہے۔ اسوہ رسول ﷺ کی پیروی میں نہایت خلیق' شگفتہ مزاج' نرم خو' اور شیریں کلامی سے بیگانوں کو اپنا بنانے والا ہوتا ہے۔

انکسار اختیار کرو

((عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِنِ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ)) (ابن ماجه)[(۲)]

''عیاض بن حمار جاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی (خفی) بھیجی۔ کہ تم (سب لوگ) انکسار و تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی شخص کسی شخص پر (علم' ہنر' مال' طاقت' حسن' اولاد' سرداری میں) فخر نہ کرے۔''

رحمت للعالمین کا انکسار

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز (سواری کے لئے) تین تین

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآدب باب الرفق والحیاء و حسن الخلق حدیث ۵۰۸۲۔ بحوالہ ترمذی۔ یہ روایت مرسل ہے۔ سنن ترمذی میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب شرح السنة بغوی ۱۳/۸۲ میں یہ روایت تعلیقاً موجود ہے۔ اس طرح یہ روایت حلیة الاولیاء ۵/۲۰۵ حدیث ۶۸۶۵ اور امام عبداللہ بن مبارک ؒ کی کتاب الزھد ۱۳۰/۳۸۷ میں موجود ہے۔ یہ مرسل صحیح الاسناد ہے۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۱۰۔۶۰۹ حدیث ۹۳۶۔ سنن ابن ماجه المقدمة باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین حدیث ۴۳ کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ فانما المومن کالجمل الانف حیثما قید انقاد۔ بے شک مومن اس اونٹ کی مانند ہے جس کی ناک میں (لکڑی) ڈالی گئی ہے جدھر کھینچو اُدھر چلتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابن ماجه ۱/۳۳۔۳۲ حدیث ۴۱۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۲/۶۱۰ حدیث ۹۳۷۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها حدیث ۲۸۶۵۔ سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب البراءة من الکبر والتواضع حدیث ۴۱۷۹۔

آدمیوں کے لئے ایک ایک اُونٹ تھا۔ اور ہم باری باری (ایک اُونٹ پر) سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابولبابہؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ شریک تھے (چلتے چلتے) جب حضرتِ انور ﷺ کی پیادہ چلنے کی باری آئی۔ تو آپ کے ہمراہیوں نے عرض کیا۔ (آپ سوار ہیں) ہم آپ کی جگہ پیدل چلتے ہیں۔ آپ نے (اُونٹ سے اُتر کر) فرمایا۔ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰی مِنِّیْ وَمَا اَنَا اَغْنٰی عَنِ الْاَجْرِ مِنْکُمَا ابولبابہؓ' علیؓ (سنو)! تم دونوں مجھ سے کوئی زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔ اور میں تم دونوں میں سے اجروثواب کا کسی سے کم محتاج نہیں ہوں۔'' (مشکوٰۃ)(۱)

ملاحظہ:۔ عالموں' واعظوں' خطیبوں' پیروں' صوفیوں' گدی نشینوں' سرداروں اور سب مسلمانوں کو حضرت انور ﷺ کے متذکرۃ الصدر انکسار کی طرف غور کرنا چاہیے۔ کہ شمع رسالت کے پروانے آپ کی باری میں پیدل چلنا چاہتے ہیں۔ لیکن رحمت دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ اور کیسی حکمت' اور آئینہ دلی سے ان کی دردخواہی' کرتے ہوئے' ان کو سفر کی مشقت سے بچاتے ہیں۔ کہ تم کوئی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔'' کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہی رہوں' نہیں۔ بلکہ اب تم اپنی باری سے سوار ہو جاؤ۔ اور میں پیدل چلوں گا اور یہ بھی اِرشاد فرمایا۔ کہ میں ثواب کا تُم سے کم محتاج نہیں ہوں۔

یا اللہ! ایسے غمخوارِ اُمت اور ہمدرد بے کساں رسول اللہ ﷺ پر درختوں کے پتوں' بارش کے قطروں' اور آسمان کے ستاروں برابر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ درود وسلام کی برکھا برسا۔

حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (حضور ازراہِ تواضع) بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے یا ان کا کام کرنے میں عار نہیں کرتے تھے۔'' (نسائی شریف)(۲)

کتے اور سور سے خوار تر

حضرت عمرؓ نے برسرِ منبر فرمایا لوگو! تواضع اور انکسار اختیار کرو۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جو شخص اللہ کی خوشی کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ اس کا رتبہ بلند کر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی نظر میں خود کو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجھاد باب آداب السفر حدیث ۳۹۱۵ بحوالہ شرح السنۃ ۱۱/۳۵ حدیث ۲۶۸۶۔ مسند احمد ۱/۴۲۴، ۴۲۲، ۴۱۸ و ۴۱۱ مستدرك حاکم کتاب المغازی و السرایا ۳/۲۳ حدیث ۴۲۹۹ طبع جدید و طبع قدیم ۳/۲۰۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب السیر باب الخروج و کیفیۃ الجھاد ۱۱/۳۵ حدیث ۴۷۳۳۔ علامہ شعیب الارناؤط فرماتے ہیں اسنادہ حسن۔ اس کی سند حسن ہے۔ بتحقیق صحیح ابن حبان ۱۱/۳۵ حدیث ۴۷۳۳۔ بتحقیق شرح السنۃ ۱۱/۳۶ حدیث ۲۶۸۶۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الموارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ۲/۱۳۵ حدیث ۱۴۰۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۵/۳۲۶ حدیث ۲۲۵۷۔

(۲) سنن نسائی کتاب الجمعۃ باب ما یستحب من تقصیر الخطبۃ حدیث ۱۴۱۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۱/۴۵۶ حدیث ۱۳۱۳۔

چھوٹا (حقیر) سمجھتا ہے۔لیکن وہ لوگوں کی نظروں میں بڑا عزت والا ہوتا ہے۔اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔اور اس میں اپنی عزت جانتا ہے۔وہ درحقیقت لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔حتیٰ کہ (جب وہ بڑا مغرور اور متکبر ہوجاتا ہے تو) لوگ اس کو کتے' اور سور سے بھی زیادہ ذلیل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ)[1]

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الحجر : ۸۸)

"اے پیغمبر! ایمان والوں کے لئے اپنا بازو (بازوئے رحمت) جھکا دے۔"

جب رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں مسلمانوں کے لئے تواضع اور انکسار کا ارشاد ہورہا ہے۔تو اس سے امت کو تواضع کی اہمیت پر غور کرنا چاہئے۔اور پھر تازیست سراپائے انکسار بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔

اِرسالِ ہدایا اور مہمان نوازی

ارمغان سے کینے دُور

((وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ)) (ترمذی)[2]

"حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرکے روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (مسلمانو)! آپس میں ایک دوسرے کو) تحفے بھیجا کرو۔کہ تحفے بھیجنا کینوں کو دور کرتا ہے۔"

ملاحظہ:۔ دل کی رنجشوں' کدورتوں' کینوں' اور بغض وعناد کو دُور کرنے کے لئے تحفہ سب سے بڑا تریاق' اور علاج الامثال ہے۔تحفہ نہ صرف دل کے ان روگوں کو مٹاتا ہے۔بلکہ آپس میں اُلفت ومحبت' اور یگانگت پیدا کرتا ہے۔ایک دوسرے کے درمیان میل ملاپ' اور محبت کی راہیں کھولتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں' اور دینی بھائیوں اور دوستوں' آشناؤں کو ضرور ضرور تحفے بھیجا کریں۔اور اس نیک پاک مسنون طریق کو سماج میں رواج دیں۔ارسال ہدایا کی رسم کو عام کریں شجرۃ العطایا کے میٹھے پھل بکثرت کھایا کھلایا کریں۔تاکہ اسلامی معاشرہ کینے کی بیماریوں سے پاک ہوجائے۔اور اُلفت واتحاد کی نسیم

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب الغضب والکبر حدیث ۵۱۱۹ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی ۲۷۶/۶ حدیث ۸۱۴۰۔اس کی سند ضعیف ہے۔تفسیر ابن کثیر ۲۳۴/۳ طبع جدید مع تخریج طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع باب فی الھبۃ والھدیۃ حدیث ۳۰۲۷۔مؤلف ؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔ترمذی میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔مشکوٰۃ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔یہ حدیث مسند الشہاب ۳۸۳/۱ حدیث ۶۶۰ پر موجود ہے۔اس حدیث کی سند میں ابو یوسف یعقوب بن محمد بن عبید الکوفی کذاب رجل سوء تھا۔لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

جانفزا سے پھلے پھولے بڑھے اور ترقی کرے اور قوم کی ترقی کی راہ میں سنگ میل ثابت ہو۔

خوشبودار پھل کا تحفہ

پھر یہ ضروری نہیں کہ تحفہ بڑا قیمتی ہی ہو۔ بلکہ کم قیمت تحائف' اچھے رہتے ہیں۔ کہ نہ لینے والے پر گراں گزرتے ہیں۔ اور نہ دینے والے کی جیب پر بوجھ پڑتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے فرمایا۔ تحفے بھیجا کرو۔ کہ وہ سینوں کے کینوں کو دور کرتے ہیں۔ اگر ایک پڑوسن' دوسری پڑوسن کو بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا (مراد نہایت کم قیمت تحفہ بھیجے۔ تو اسے حقیر نہ جاننا چاہیے۔" (ترمذی)[1]

معلّم کتاب وحکمت' بانی اخلاق' پیغمبر آفاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيحِ))(مسلم)[2]

"جس شخص کو خوشبودار پھول (تحفہ) دیا جائے تو اسے واپس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں احسان تھوڑا ہے۔ اور خوشبو بہت ہے۔"

مہمان نوازی کے آداب

جب کوئی مہمان گھر آئے۔ تو دل وجان کے ساتھ اس کا استقبال' بڑی محبت سے اس سے مصافحہ' اور دیر سے ملیں تو معانقہ بھی کرنا چاہیے۔ پھر اسے بڑی عزت سے اچھی جگہ بٹھا کر خیریت وعافیت پوچھیں۔ رشتہ دار دوست آشنا ہو۔ تو دوسرے متعلقین کی خیریت بھی دریافت کریں۔ اور یہ سب باتیں ایسی محبت' خوشی' اور خندہ پیشانی سے بجا لائیں کہ اس حسن سلوک اور تپاکانہ ملاپ سے اس کی بھوک پیاس ایک حد تک فرو ہو جائے۔ اور وہ محسوس کرے' کہ کسی صاحب اخلاق محبت کے پتلے' اور مروت کے مجسمہ سے ملا ہے۔ اس کے لئے چائے یا پانی کا انتظام کریں۔ پھر وقت پر اسے اچھا کھانا کھلائیں اور جہاں تک ہو سکے' مہمان کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ اور اس کی

(۱) سنن ترمذی ابواب الولاء والهبة باب فی حث النبی ﷺ علی الهدیة حدیث ۲۱۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۱۳۰۔ اس حدیث کی سند ابومعشر راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ الادب المفرد للبخاری باب قبول الهدیة حدیث ۵۹۴ میں یہ روایت موجود ہے۔ تهادوا تحابوا۔ ایک دوسرے کو ہدیے دو اس سے تم باہم محبت کرو۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ صحیح الادب المفرد حدیث ۴۶۲۔ ارواء الغلیل حدیث ۱۶۰۱۔ اسی طرح اس حدیث کا آخری حصہ "کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو (یا اس کے ہدیے کو) حقیر نہ سمجھے اگرچہ اس کا بھیجا ہوا ہدیہ بکری کا آدھا پایا ہی ہو۔" صحیح بخاری کتاب الهبة و فضلها والتحریض علیها حدیث ۲۵۶۶ اور صحیح مسلم کتاب الزکاة باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل ولا تمتنع من القلیل لاحتقاره حدیث ۱۰۳۰۔ میں موجود ہے۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب وغیرها باب استعمال المسك وانه اطیب الطیب و کراهة رد الریحان والطیب حدیث ۲۲۵۳۔

عادت' اور معمول کے مطابق اس سے سلوک کریں۔ اور نہایت کوشش کریں کہ اس کے مزاج کے خلاف آپ سے کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ مبادا اسے کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ عبادت وغیرہ کے لیے اسے مناسب سہولتیں بہم پہنچائیں۔ مسجد میں اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ الحاصل مہمان نوازی کے دوران میں اس کا پورا پورا خیال رکھیں۔

مہمانی تین دن تک ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے ضرور ہے کہ مدت تکلف میں مہمان کی خاصی عزت کرے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ مدت تکلف کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ یوم ولیلۃ ایک دن اور ایک رات۔ **والضیافۃ ثلاثۃ ایام** 'اور مہمانی تین دن تک ہے۔ **فما بعد ذلک فھو صدقۃ علیہ** ---- اور تین دن کے بعد مہمانی نہیں صدقہ ہے۔ **ولا یحل لہ ان یثوی عندہ حتی یحرجہ** --- اور مہمان کو نہ چاہئے۔ کہ وہ میزبان کے پاس اتنا عرصہ براجمان رہے کہ وہ تنگ آ جائے''۔ (بخاری)(۱)

نوٹ:۔ جو حضور نے فرمایا کہ تین دن تک مہمانی اس کے بعد صدقہ ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تین دن تک مہمان کی خوب خاطر مدارات کرنی چاہئے۔ اس کا اجر اور ثواب بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ تین دن اچھا کھلانے کے لیے شریعت نے حکم دیا ہے۔ اس کے بعد جو کھانا کھلایا جائے گا۔ اس کا ثواب صدقہ کا ہے۔ عام نیکی کرنے کا درجہ رکھتا ہے۔ جو ثواب میں پہلے تین دن کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا اور یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ تین دن کے بعد مہمان کو میزبان کے ہاں سے کھانا (صدقہ کھانا) ناجائز ہے۔

مہمان کا اکرام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ کہ میزبان (رخصت کرتے وقت) اپنے مہمان کے ہمراہ گھر کے دروازے تک جائے''۔ (ابن ماجہ)(۲)

ہمیں بھوک نہیں ہے

''حضرت اسماء بنت یزیدؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک بار رسول خدا ﷺ کے روبرو کھانا لایا گیا۔ اور ہمارے آگے بھی کھانا رکھا گیا۔ ہم نے (بھوک رکھتے ہوئے) کہہ دیا۔ ہمیں بھوک نہیں ہے۔ آپ نے (قرینے

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ حدیث ۶۰۱۹ و باب اکرام الضیف و خدمتہ ایاہ بنفسہ۔ حدیث ۶۱۳۵۔ صحیح مسلم کتاب اللقطۃ باب الضیافۃ و نحوھا حدیث ۴۸۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب الضیافۃ حدیث ۳۳۵۸۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ ضعیف سنن ابن ماجہ حدیث ۶۷۲۔ اس حدیث کی سند علی بن عروۃ کی وجہ سے موضوع ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۱/۳۲۴ حدیث ۲۵۸۔

یا وحی سے معلوم کر کے) فرمایا۔ لاتجمعن جوعا و کذبا ------ ''بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرو''۔ (ابن ماجہ)[1]

بخل و امساک ---- اور ---- سخاوت و خیرات

بخیل کون ہوتا ہے

جو شخص مال دار' صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہ دے۔ اس کو بخیل کہتے ہیں۔ یہ بخیل بے رحم۔ سنگ دل۔ تنگ خیال۔ بے مروت۔ ناسپاس' حق تلف' اور قوم کش ہو کر اللہ کے نزدیک معتوب اور مسلمانوں کے ہاں مطرود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾(سورة آل عمران : ۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے اور وہ اس کے ساتھ بخل کرتے ہیں۔ (زکوٰۃ و خیرات نہیں دیتے) انہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ایسا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ یہ (بخل) ان کے لیے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے روز اسی بخل کئے گئے (بے زکوٰۃ) مال کو طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا''۔ (آل عمران)

بخیل کا انجام

ظاہر ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ صدقہ فرض سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ وہ نافلہ طور پر کس طرح صدقات و خیرات دے سکتا ہے۔ اسلام نے بخل اور امساک کی سخت مذمت کی ہے۔ اور ایسے کنجوس' طامع' حریص اور تنگ دل انسان کو سخت جھنجھوڑا ہے۔ گوشمالی کی ہے۔ اور اللہ کے عذابوں سے سخت ڈرایا ہے۔ خود حضرت انور ﷺ نے بخل سے پناہ مانگتے ہوئے امت کو اس رذالت سے بچنے کا سبق دیا ہے۔[2] ارشاد نبوی ﷺ ہوتا ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ .... مِنَ الْبُخْلِ .... ''خداوندا! میں بخل سے تیری جناب میں پناہ چاہتا ہوں''۔[3] پھر حضور ﷺ نے فرمایا اَلسَّخِیُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ .... قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ

(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمة باب عرض الطعام حدیث ۳۲۹۸۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۱۲۵/۳ ابن ماجہ حدیث ۲۶۸۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من عذاب القبر حدیث ۶۳۶۵۔

(۳) سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی السخاء حدیث ۱۹۶۱ء یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۹۶۱۔ اس حدیث کی سند سعید بن محمد الوراق کی وجہ سے انتہائی ضعیف ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۲۸۵/۱ حدیث ۱۵۴۔

.... قَرِيبٌ مِّنَ النَّاسِ . بَعِيدٌ مِّنَ النَّارِ........... ''سخی (زکوٰۃ) خیرات اور صدقات دینے والا) نزدیک ہے اللہ تعالیٰ کے' نزدیک ہے بہشت کے نزدیک ہے لوگوں (کے دلوں) کے' اور دور ہے دوزخ سے۔ وَالْبَخِيْلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللهِ . بَعِيدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ .... بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ ''اور بخیل (زکوٰۃ' خیرات' صدقات نہ دینے والا) دور ہے اللہ تعالیٰ سے' دور ہے بہشت سے' دور ہے لوگوں (کے دلوں) سے' نزدیک ہے دوزخ کے''۔ وَالْجَاهِلُ السَّخِيُّ اَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ۔ ''اور جاہل مخیر خدا کے نزدیک عابد کنجوس سے زیادہ محبوب ہے''۔ (ترمذی)

صدقہ آگ سے بچاتا ہے

حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول ﷺ خدا نے فرمایا:۔

((اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)) (نسائی)[1]

''صدقہ کر کے آگ سے بچو۔ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو''۔

صدقات وخیرات کا وقت

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا' کونسا صدقہ ثواب میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں کرے۔ جب کہ مال اکٹھا کرنے کی تجھے حرص ہو۔ افلاس کا خوف اور مالداری کی امید ہو' نہ اس وقت کہ ﴿اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا. وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ ......﴾۔ ''جب جان نکل رہی ہو۔ تو تو کہے یہ چیز فلاں شخص کو دے دو۔ اور یہ مال فلاں کے لیے ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں (اور مال ودولت) خود بخود اس وقت دوسروں کی ہو جاتی ہیں''۔ (بخاری)[2]

پردہ پوشی اور ذکر رفتگاں

پردہ پوشی کا شرعی حکم

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا اِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسلم)[3]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ و القلیل من الصدقۃ حدیث ۱۴۱۷۔صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ و انها حجاب من النار حدیث ۱۰۱۶۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح حدیث ۱۴۱۹۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب بشارۃ من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا بان یستر علیہ فی الآخرۃ حدیث ۲۵۹۰۔

’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالے گا' قیامت کے روز اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔‘‘

مسلمان بھائیوں کے عیب چھپاؤ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے قیامت کے روز اللہ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کرتا ہے (کہ رسوا ہو) اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ظاہر کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں اس کو رسوا کر دے گا۔ (ابن ماجہ)[1]

زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کا احیا

حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من رای عورة فسترها كان كمن احياموودة** ’’جس شخص نے دیکھا کسی کا عیب' پھر پردہ ڈالا اس پر۔ اس کو اتنا ثواب ہے کہ گویا اس نے زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال کر جان بچائی‘‘۔[2]

نہ عار دلاؤ نہ عیب ڈھونڈو

حضرت ابن عمرؓ[3] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) منبر پر چڑھے۔ اور بلند آواز سے (نہایت اہم وعظ) فرمایا‘‘۔ اے لوگو! جو زبانی تو ایمان لائے ہو۔ لیکن دل پر ایمان نہیں اترا۔ (سنو!) تم مسلمانوں کو (کسی قسم کی) ایذا نہ دو۔ انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کے عیب نہ ڈھونڈو۔ ان کی پوشیدگیوں کے پیچھے (بلاوجہ) نہ پڑو ان کی لغزشیں انہیں ذلیل کرنے کی غرض سے نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے' اللہ اس کے عیبوں' اور پوشیدگیوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اور جس کے عیبوں کے پیچھے اللہ پڑ جائے۔ اللہ اُسے بدنام کر کے رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں بھی اس کی بدنامی اور رسوائی ہو جاتی ہے‘‘۔

---

(۱) سنن ابن ماجه كتاب الحدود باب الستر علي المومن ورفع الحدود بالشبهات حديث ۲۵۴۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح سنن ابن ماجه ۲/۳۱۹۔۳۱۸ حديث ۲۰۷۹۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۵/۲۲۸ حديث ۲۳۴۱۔

(۲) سنن ابوداؤد كتاب الادب باب في الستر علي المسلم حديث ۴۸۹۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعيف سنن ابوداؤد حديث ۴۸۹۱۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة ۳/۴۲۳۔ حديث ۱۲۶۵۔

(۳) سنن ترمذي ابواب البر والصلة باب ماجاء في تعظيم المومن حديث ۲۰۳۲۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحيح سنن ترمذي ۲/۳۹۱ حديث ۲۰۳۲۔

نوٹ :۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ جو شخص مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے انہیں عار دلاتا ہے۔ ان کے عیب ڈھونڈتا ہے وہ نام کا مسلمان ہے۔ اس کا دل نور ایمان سے خالی ہے۔

مرے ہوؤں کو نیکی سے یاد کرو

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَّسَاوِيْهِمْ)) (۱)

"حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے مرے ہوؤں کی نیکی کا ذکر کیا کرو۔ اور ان کی برائیوں کے ذکر سے زبان بند رکھو"۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرے ہوئے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے برائی سے یاد کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

((لَاتَذْكُرُوْا هَلْكَاكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ)) (نسائی) (۲)

"اپنے مرے ہوؤں کو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا کرو"۔

جناب عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

((لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَاقَدَّمُوْا)) (۳)

"مرے ہوؤں کو (خبردار!) برا نہ کہو۔ اس لیے کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے ہیں"۔ (نسائی)

تجسّس بدظنی

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَظَنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا تَنَافَسُوْا)) (بخاری ۔ مسلم) (۴)

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی النھی عن سب الموتی حدیث ۴۹۰۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۹۰۰۔

(۲) سنن نسائی کتاب الجنائز باب النھی عن ذکر الھلکی الا بخاری حدیث ۱۹۳۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن نسائی ۲/۳۹ حدیث ۱۹۳۴۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما ینھی من سب الاموات حدیث ۱۳۹۳۔ سنن نسائی کتاب الجنائز باب النھی عن سب الاموات حدیث ۱۹۳۸۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر حدیث ۶۰۶۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش و نحوھا حدیث ۲۵۶۳۔

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ گمان بد سے بچو۔ کیونکہ گمان بد دروغ ترین گفتار ہے۔ اور خبریں نہ نکالا کرو۔ اور کھوج نہ کیا کرو۔ اور ہو بدی پر اکسایا نہ کرو۔ اور آپس میں حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور جاؤ بندے اللہ کے بھائی بن کر۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ اور (اللہ سے غافل ہو کر) نہ ریجھ جاؤ دنیا میں''۔

آٹھ ممانعتیں

یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے جوامع الکلم سے ایک اعجازی حدیث ہے۔ جو درس اخلاق میں ایک بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ اگر مسلمان اس ایک حدیث پر ہی عمل کریں تو ان کے سینے کے سینکڑوں اخلاقی روگ مٹ سکتے ہیں۔ اور ایک مطمئن زندگی کی موالاتی برکات اور مواخاتی نعمتوں سے سارا معاشرہ مستفیض ہو سکتا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے آٹھ باتوں سے منع فرمایا ہے۔ ہم انہیں آپ کے عمل کی خاطر بالتشریح بیان کرتے ہیں۔

۱ گمان بد سے اجتناب: حضور ﷺ نے گمان بد کو اکذب الحدیث فرمایا ہے۔ گویا بدگمانی تمام بری اور جھوٹی باتوں میں سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی **اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ** (سورۃ الحجرات : ۱۲) کہہ کر گمان بد سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ نفس جب کسی پر کچھ گمان کرتا ہے کہ فلاں ایسا ہے۔ اور درحقیقت وہ ویسا نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ گمان جھوٹ اور شیطانی القا ہوا۔ اور جس گمان کو اکذب الحدیث کہا ہے اور اس سے بہ سختی منع کیا ہے۔ مراد اس سے وہ برا ظن ہے۔ جو دل میں مضبوط، پختہ اور مصمم ہو۔ بغیر کسی قرینہ و دلیل کے۔ گمان بد سے عام طور پر اجتناب کا حکم ہی آیا ہے۔ جب تک کوئی بات یقین کے درجہ کو نہ پہنچ جائے۔ قرائن اور دلائل کے ساتھ اس وقت تک ہر مسلمان پر نیک ظن رکھنے کا ہی حکم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

((حُسۡنُ الظَّنِّ مِنۡ حُسۡنِ الۡعِبَادَةِ)) (۱)

''نیک گمان رکھنا حسن عبادت سے ہے''۔

۲ تجسس کی ممانعت: تجسس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عیبوں اور پوشیدہ باتوں کی (بلا ضرورت شرعی) چھان بین کرنا دریافت اور جستجو میں رہنا۔ کھوج اور سراغ لگاتے رہنا۔ بذات خود مسلمانوں کے عیبوں کا تفحص کرنا۔ شریعت میں ایسا کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ کسی مسلمان کو روا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیبوں کی ٹوہ میں رہے۔ بدیوں کو تلاش کرتا پھرے۔ اس سے بغض و عناد بڑھتا ہے۔ اور فتنہ و فساد کے شعلے

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الظن حدیث ۴۹۹۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۴۹۹۳۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۷/۱۴۰ حدیث ۳۱۵۰۔

بلند ہوتے ہیں۔

۳ تجسس کی بندش:۔ تجسس اور تحسس' دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ خبریں نکالنا۔ جاسوس اور جاسوس خبریں ڈھونڈنے والے کو کہتے ہیں۔ جاسوس وہ ہے۔ جو دوسرے کی خاطر خبریں ڈھونڈ کر لائے۔ اور جاسوس اپنے لیے سراغ لگاتا' اور کھوج نکالتا ہے۔

۴ تناجش سے کنارہ کشی:۔ نجش کے معنی کسی کو بدی اور شرارت پر اکسانا اور ورغلانا تو نجش سے نہی کا یہ مطلب ہوا۔ کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی قسم کی برائی۔ بدی۔ شرارت' اور غیر شرعی بات پر نہ اکسائے۔ نہ رغبت دلائے۔ نہ ورغلائے اور نہ آمادہ کرے۔ اور نجش کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ کہ ایک چیز کی قیمت زیادہ لگانی بغیر خریدنے کے ارادہ کے تاکہ لوگ دیکھا دیکھی اس قیمت پر خرید لیں۔ اس مرض میں مسلمان بکثرت مبتلا ہیں۔ نیلاموں۔ منڈیوں اور بازاروں میں خرید و فروحت کے وقت اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مالکوں نے اپنے آدمی چھوڑ رکھے ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کو ورغلانے اور پھنسانے کے لیے فرضی طور پر مال کی قیمت بڑھا کر آواز دیتے ہیں۔ اور اس طرح دھوکہ فریب کے ذریعہ مال کے بڑے دام وصول کرتے ہیں' یہ تناجش ہے۔ جس کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اخلاقی عیب ہے۔ اور اس طرح کی کمائی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔

۵ تحاسد سے احتراز:۔ حسد بڑی بری بیماری ہے۔ کہ اس کا مریض دوسرے (غیر ظالم) کی خوشحالی' حسن و جوانی' مال و دولت' اور انعام و اکرام کو دیکھ کر زوال چاہتے ہوئے اپنے لیے خواہش کرتا ہے۔ یاد رہے کہ حسد حد درجہ اخلاقی برائی اور بدی ہے' جبھی تو حدیث میں آیا ہے۔ کہ حسد ایمان کو کھا جاتا ہے۔ بالکل اس طرح جس طرح لکڑی کو آگ"۔

۶ بغض سے علیحدگی:۔ بغض دل میں کسی کے متعلق کینہ۔ نفرت اور بیر رکھنے کو کہتے ہیں۔ اس مرض سے قوم میں افتراق و انتشار' اور فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکتے ہیں۔ انسانی ہمدردی اور بھائی بندی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے بغض (نہ بغض للّٰہ) سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ حضرت انور ﷺ نے فرمایا:۔

((اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ))[1]

"حسد اور بغض .... مونڈنے والے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈتے ہیں۔ بلکہ دین کو مونڈتے ہیں۔"

تین دن سے زیادہ ترک ملاقات حرام ہے

حضرت ابو ایوبؓ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں۔ کہ

(۱) سنن ترمذی ابواب صفة القيامة باب في فضل صلاح ذات البين حديث ۲۵۱۰۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۷۰۶ حدیث ۲۵۱۰۔

اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات کرے۔ کہ جب (آتے جاتے) دونوں ملیں۔ پھر منہ پھیر لے' یہ ایک طرف' اور منہ پھیر لے وہ دوسری طرف' اوران دونوں میں بہتر وہ ہے۔ جو کہ ابتدا کرے سلام کے ساتھ"۔ (مسلم)[1]

رشوت' خیانت اور مشورہ

راشی مرتشی ملعون ہیں

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ))(ابن ماجه)[2]

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رشوت دینے والے (راشی) اور رشوت لینے والے (مرتشی) پر خدا کی لعنت و پھٹکار ہو"۔

(نوٹ):۔ خدا کی لعنت نہایت شدید بددعا' اور غضب خدا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کفار مکہ نے احد کے میدان میں سخت ایذا پہنچائی۔ طائف میں جب آپ پر مشرکوں نے پتھر برسائے اور آپ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ تو دوستوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ! ان پر بددعا (لعنت) کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَلٰكِنْ بُعِثْتُ رَحْمَةً))[3]

"خدا نے مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا (لوگوں کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں"۔

غور کریں کہ کافروں اور مشرکوں پر ان کے کمال ظلم کی حالت میں حضور ﷺ نے کبھی لعنت نہیں فرمائی۔ لیکن راشی' مرتشی' پر آپ لعنت فرمار ہے ہیں۔ اس سے رشوت کی برائی کی سنگینی اور سختی کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب باب الھجرة حدیث ۶۰۷۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الھجرة فوق ثلاثة ایام بلا عذر شرعی حدیث ۲۵۶۰۔

(۲) سنن ابن ماجه کتاب الاحکام باب التغلیظ فی الحیف و الرشوة حدیث ۲۳۱۳۔ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابن ماجه ۲/۲۵۰ حدیث ۱۸۸۵۔ یہ حدیث "لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔" کے الفاظ کے ساتھ سنن ابوداؤد کتاب الاقضیة باب فی کراھیة الرشوة حدیث ۳۵۸۰۔ سنن ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم حدیث ۱۳۳۷ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۳۹۳۔ حدیث ۳۵۸۰۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۶۹ حدیث ۱۳۳۷۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا حدیث ۲۵۹۹۔

سفارش کے عوض تحفہ لینا

حدیث شریف میں ایک دوسرے کی طرف تحفے بھیجنے کا ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اور دل صاف ہوتا ہے۔ لیکن یہی تحفہ جب کسی سفارش جائز کے عوض قبول کیا جائے۔ تو ناجائز ہو جاتا ہے۔ حضرت انور ﷺ فرماتے ہیں:

''جو کسی کی سفارش کرے۔ اور سفارش کی عوض وہ اسے تحفہ بھیجے۔ اور وہ قبول کر لے۔ تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا''۔ (۱)

مسلمان خیانت نہیں کرتا

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُوْنُهُ)) (۲)

''حضرت ابوہرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ مسلمان بھائی ہے مسلمان کا۔ پھر وہ (بحیثیت مسلمان) اپنے مسلمان بھائی سے خیانت نہیں کرتا''۔

خیانت سے اللہ کی بیزاری

حضرت ابوہریرہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

((اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ)) (۳)

''میں دو (کاروباری) شریکوں کے ساتھ تیسرا شریک ہوتا ہوں۔ جب تک کہ وہ ایک دوسرے کی خیانت نہیں کرتے' فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا پھر جب ایک شریک دوسرے کی خیانت کرنے لگتا ہے۔ تو میں اس شرکت سے نکل جاتا ہوں''۔

(نوٹ):۔ دو شریکوں میں اللہ کے شریک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب دو شریک ایمان داری اور راست بازی

(۱) سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الهدیة لقضاء الحاجة حدیث ۳۵۴۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲/۳۸۳۔ حدیث ۳۵۴۱۔

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم و خذله و احتقاره و دمه و عرضه و ماله حدیث ۲۵۶۴۔ سنن ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی شفقة المسلم علی المسلم حدیث ۱۹۲۷۔

(۳) سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الشرکة حدیث ۳۳۸۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۳۳۸۳۔ ارواء الغلیل ۵/۲۸۸۔ حدیث ۱۴۶۸۔

سے کاروبار کرتے ہیں۔ تو تیسرا اللہ ان میں شریک ہو کر اس کام کی خیریت و برکت اور یمن و سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ پھر جب ان دونوں میں سے کوئی خیانت کرتا ہے۔ تو اللہ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جگہ شیطان آ جاتا ہے۔ پھر وہ کاروبار بے برکت اور برباد ہو جاتا ہے۔

مشورہ امانت ہے

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ)) (ابن ماجه)[1]

''حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس شخص سے مشورہ پوچھا جائے۔ وہ بمنزلہ امین کے ہوتا ہے''۔

(نوٹ): یعنی مشورہ پوچھنے پر اگر کسی نے دیانت داری سے صحیح صحیح مشورہ دے دیا۔ تو اس نے امانت مشورہ ادا کر دی، اور اگر جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا۔ تو اس نے جرم خیانت کا ارتکاب کیا۔ وہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

((اِذَا اسْتَشَارَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ)) (ابن ماجه)[2]

''تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے مشورہ چاہے تو اسے چاہئے کہ اس کو (ایمانداری سے نیک) مشورہ دے۔''

صلح وصفائی

صلح کروانے کا درجہ

حضرت ابی درداءؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ)) [3]

(۱) سنن ابن ماجه كتاب الادب باب المستشار مؤتمن حديث ۳۷۴۶۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح سنن ابن ماجه ۲۳۱/۳۔حدیث ۳۰۲۵۔سلسلة الاحاديث الصحيحة ۱۹۳/۴۔

(۲) سنن ابن ماجه كتاب الادب باب المستشار مؤتمن حديث ۳۷۴۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعيف سنن ابن ماجه حديث ۷۵۳۔سلسلة الاحاديث الضعيفة ۳۴۲/۵۔حدیث ۲۳۱۷۔اس حدیث کی سند ابی الزبیر کی تدلیس اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) سنن ابو داؤد كتاب الادب باب في اصلاح ذات البين حديث ۴۹۱۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح سنن ابو داؤد ۲۰۶/۳ حديث ۴۹۱۹۔

"کیا میں تمھیں وہ چیز بتاؤں۔ کہ جس کا درجہ روزے نماز اور صدقے کے درجہ سے افضل ہے؟"

صحابہؓ نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمایئے اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا۔ ﴿ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ ﴾ "دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دینا"۔ اور (سنو!)

((فَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ))

"دو آدمیوں کے درمیان فتنہ وفساد ڈالنا دین کو مونڈ نا ہے" (ابوداؤد)[1]

حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسلمانوں کے درمیان ایسی صلح کرانی جائز نہیں۔ جو حلال کو حرام کر دے۔ اور حرام کو حلال کر دے"۔ (ابن ماجہ)

ملاحظہ:۔ صلح کروانے کا بیشک بڑا درجہ ہے۔ دو ناراض آدمیوں یا برادریوں کو آپس میں ملا دینا اجر عظیم کا موجب ہے۔ لیکن صلح کے لیے اگر کوئی فریق غیر شرع شرط پیش کرے۔ یا کسی کو کسی کفریہ شرکیہ رسم ورواج پر عمل کرنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ تو ایسی صلح کرانا ناجائز ہے۔

حیوانوں پر رحم

بدکار عورت کی بخشش:۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غُفِرَتْ لِامْرَاَةٍ مُؤْمِسَةٍ "ایک بدکار عورت بخش دی گئی"۔ (کیسے؟) اس نے ایک کنوئیں کے قریب ایک کتے کو دیکھا۔ جو زبان نکال رہا تھا۔ اور پیاس کے مارے مرنے کے قریب تھا۔ اس عورت نے (پاؤں سے) اپنا موزہ نکال کر اپنے دوپٹے سے باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا۔ اور کتے کو پلایا۔ اس پر اللہ نے اس کو بخش دیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ کیا حیوانوں پر رحم کرنا بھی کار ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا:۔ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ "ہر ایک حیوان پر رحم کرنے سے اللہ اجر دیتا ہے"۔ (بخاری، مسلم)[2]

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الاحکام باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس حدیث ۱۳۵۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الصلح حدیث ۲۳۵۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۲/۷۷ حدیث ۱۳۵۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۲۶۱ حدیث ۱۹۱۹۔ ارواء الغلیل حدیث ۱۳۰۳۔

(۲) صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسه فان فی احدی جناحیه داءٍ و فی الاخری شفاء حدیث ۳۳۲۱۔ و کتاب المظالم باب الابار علی الطرق اذا لم یتاذبها حدیث ۲۴۶۶۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البهائم المحترمة و اطعامها حدیث ۲۲۴۵۔۲۲۴۴۔

ایک عورت عذاب میں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے قبیلہ حمیر کی ایک گندمی رنگ کی عورت کو درزخ میں دیکھا جواس وجہ سے عذاب دی جارہی تھی کہ اس نے (دنیا کی زندگی میں) ایک بلی کو باندھا رکھا تھا اور کھانے کو کچھ نہ دیا۔ اور نہ ہی اسے کھولا کہ وہ حشرات الارض اور چوہے وغیرہ کھالیتی۔ (مسند امام اعظم)[۱]

بے زبان حیوانوں کا حق

حضرت سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ جس کی پیٹھ (کمزوری کی وجہ سے) اس کے پیٹ کے ساتھ مل گئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَةِ۔ ''ان بے زبان حیوانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو''۔ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَةً وَاتْرُکُوْھَا صَالِحَةً۔ ''سواری کرو ان پر جب تک طاقت ور اور قوی ہوں۔ اور ابھی طاقت ور اور مضبوط ہی ہوں تو انہیں چھوڑ دو''۔ (ابوداؤد)[۲]

جانوروں کو آپس میں مت لڑاؤ

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْوِیْشِ بَیْنَ الْبَھَا ئِمِ))[۳]

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے''۔ (ابوداؤد)

آداب محفل

جگہ فراخ کردو

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (آداب مجلس کے متعلق) فرمایا۔ کوئی شخص کسی

(۱) صحیح بخاری کتاب المساقاۃ باب فضل سقی الماء حدیث ۲۳۶۵۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب تحریم قتل الھرۃ حدیث ۲۲۴۲۔

(۲) سنن ابو داؤد کتاب الجھاد باب ما یومر بن من القیام علی الدواب والبھائم حدیث ۲۵۴۸۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابو داؤد ۲/۱۱۰ حدیث ۲۵۴۸۔

(۳) سنن ابو داؤد کتاب الجھاد باب فی التحریش بین البھائم حدیث ۲۵۶۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۲۵۶۲۔

شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ ہاں (جب کوئی آ جائے) تو کھل جاؤ۔ اور فراخ کر دو جگہ کو"۔ (مسلم)(۱)

دو آدمیوں کی مجلس

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اِثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا)) (ترمذی)(۲)

"دو آدمیوں کے درمیان جا کر بیٹھ جانا بغیر ان کی اجازت کے جائز نہیں ہے"۔

قیام تعظیمی کی ممانعت

((وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰی عَصًا فَقُمْنَا لَهٗ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا))(ابوداؤد)(۳)

"حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ عصا پر سہارا کئے ہوئے (ہماری مجلس میں) تشریف لائے۔ ہم آپ کی خاطر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔ کہ بعض ان کا بعض کی تعظیم کرتا ہے"۔

(نوٹ):۔ کسی بزرگ، عالم یا سردار کی آمد پر اہل مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ قیام تعظیمی حرام ہے۔ رسول خدا نے جب اپنے لئے اس قیام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا۔ تو پھر امت میں سے اور کون اس قیام کے لائق ہو سکتا ہے۔ حضرت انورؓ نے یہاں تک فرما دیا:۔

((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ))(ترمذی)(۴)

"جس شخص کہ یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے تعظیماً کھڑے رہیں۔ تو اسے اپنی جگہ آگ میں بنا لینی چاہئے"۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا حدیث ۶۲۷۰۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ حدیث ۲۱۷۷۔

(۲) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ الجلوس بین الرجلین بغیر اذنھما حدیث ۲۷۵۲۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۹۹ حدیث ۲۷۵۲۔

(۳) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل حدیث ۵۲۳۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۵۲۳۰۔

(۴) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۱۰۰ حدیث ۲۷۵۵۔

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو عزیز نہ جانتے تھے۔ پھر جب آپ تشریف لاتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اس بات کو پسند نہیں فرماتے"۔ (ترمذی)[1]

منتہائے مجلس میں بیٹھتے

حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے۔ کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شرف باریابی پاتے۔ تو منتہائے مجلس میں بیٹھ جاتے تھے"۔ (مسند امام اعظم)[2]

(نوٹ):۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب کوئی مجلس میں آئے۔ تو منتہائے مجلس میں ہی بیٹھ جائے۔ یہ کوشش نہ کرے کہ آگے ہی جا کر بیٹھے۔ یہ بات تہذیب اور اخلاق کے خلاف ہے۔

دوسرے کی جگہ پر نہ بیٹھو

حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا ایک آدمی دوسرے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ حضرت نافعؓ سے پوچھا گیا۔ یہ حکم نماز جمعہ کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جمعہ کے لیے بھی۔ اور اس کے سوا بھی"۔ (بخاری)[3]

محفل کے درمیان آ بیٹھنے کی ممانعت

((عَنْ حُذَيْفَةَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ))(ترمذی)[4]

"حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اس شخص پر لعنت بھیجتے تھے جو حلقہ مجلس کے درمیان آ کر بیٹھ جاتا"۔

(نوٹ):۔ حلقہ مجلس کے درمیان آ کر بیٹھ جانا نہایت معیوب اور متکبرانہ فعل ہے۔ اس سے بچنا چاہئے

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل حدیث ۲۷۵۴۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۳/۱۰۰ حدیث ۲۷۵۴۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی التحلق حدیث ۴۸۲۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد ۳/۱۸۶۔ حدیث ۴۸۲۵۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الجمعة باب لا یقیم الرجل اخاه یوم الجمعة و یقعدمکانه حدیث ۹۱۱۔ صحیح مسلم کتاب السلام باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه حدیث ۲۱۷۷۔

(۴) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیة القعود وسط الحلقة حدیث ۲۷۵۳۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۲۷۵۳۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۲/۹۷ حدیث ۶۳۸۔

اٹھ کر جگہ نہ دو

حضرت سعید بن ابوالحسنؒ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ شہادت دینے کے لیے ہماری مجلس میں تشریف لائے۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی جگہ ان کے لیے خالی کر دی حضرت ابوبکرؓ نے اس کی جگہ پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

((اِنَّ النَّبِی نَهٰی عَنْ ذَا))(ابوداؤد)[(۱)]

''حضرت انور ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے''۔

دعوت طعام

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ اسلام کی کونسی خوبی بہتر ہے؟'' آپ نے فرمایا۔ تُطْعِمُ الطَّعَام۔ [(۲)]''کھلانا طعام کا''۔ (بخاری)۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو کھانا کھلایا کرو۔ اس سے اسلامی اخوت۔ محبت۔ پیار۔ اور ہمدردی' بڑھتی ہے۔ باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔ وَیُجِبْهُ اِذَا دَعَاهُ۔ [(۳)]''جب کوئی کھانے کے لیے بلائے تو اس کی دعوت قبول کرو''۔ (مشکوٰۃ)۔ آج ایک صاحب چند دوستوں کو بلا کر کھانا کھلا دیں۔ کل دوسرے صاحب اور دو چار احباب کو اپنے دستر خوان پر بلالیں۔ مہینے میں ایک دو بار ہر مرد مومن کو چاہیے۔ کہ وہ دعوت کی برکت و سعادت سے اپنے گھر کو اللہ کی رحمتوں سے معمور کیا کرے۔ اس نسخہ موالات پر عمل کر کے دیکھو کہ کس حیرت انگیز طور پر آپس میں برادرانہ' اور دوستانہ تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے تعلقات کہ رشتہ داری کے روابط ان کے سامنے ہیچ ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلاموں کی دعوت بھی قبول فرمالیا کرتے تھے''۔ (ابن ماجہ)[(۴)]

دعوت ولیمہ کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم کو شادی کے کھانا پر بلایا جائے۔ تو قبول کر لینا

(۱) سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسه حدیث ۴۸۲۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابو داؤد حدیث ۴۸۲۷۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام حدیث ۱۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان تفاضل الاسلام و ای اموره افضل حدیث ۳۹۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب اسلام حدیث ۴۶۳۰۔ سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تشمیت العاطس حدیث ۲۷۳۷ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۹۳/۳۔ حدیث ۲۷۳۷۔

(۴) سنن ترمذی ابواب الجنائز باب آخر فی سنة عیادة المریض و شهود الجنازة حدیث ۱۰۱۷۔ سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب البراء ة من الکبر والتواضع حدیث ۴۱۷۸۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۱۰۱۷۔ ضعیف سنن ابن ماجه صفحه ۳۴۹۔ حدیث ۹۶۹۔ ۴۲۵۳۔

چاہئے۔(ابن ماجہ)[1]

((مَنْ لَّمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ))[2]

''جو شخص دعوت (ولیمہ) قبول نہیں کرتا۔وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے''۔

شعر و شاعری

مقفٰی اور مسجع کلام کو کہ کہنے والے نے موزونیت کا قصد کیا ہو۔شعر کہتے ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو شعر کا ذکر کیا گیا۔(یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ شعر اچھا ہے یا برا)۔آپ نے فرمایا:۔

((هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِيحُهٗ قَبِيحٌ))[3]

''شعر (بھی) کلام ہے۔پس اچھا اس کا اچھا ہے۔اور برا اس کا برا ہے''۔(دار قطنی)

اس کا مطلب یہ ہے۔کہ عام کلام کی طرح شعر بھی ایک کلام ہے۔اگر اس کلام کا مضمون اچھا ہے تو شعر بھی اچھا ہے۔بہتر ہے۔جائز ہے۔اس کے کہنے' سنانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔اور اگر شعر کا مضمون برا ہے۔فحش۔غلیظ۔گندہ۔جھوٹ۔اور مبالغہ آمیزی سے بھرا ہوا ہے۔تو ایسا شعر برا اور خراب ہے۔نکما۔ناقص۔ناشائستہ مکروہ اور ناجائز ہے۔ایسے شعر کے کہنے' سنانے میں اخلاق کی خرابی اور بربادی ہے۔

بری شاعری کا نشان

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر میں جا رہے تھے۔تو مقام عرج[4] پر ایک شاعر سے حضور ﷺ کا سامنا ہوا۔وہ شاعر (بڑی بیباکی سے) فحش شعر پڑھ رہا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔خُذُوا الشَّيْطٰنَ۔''پکڑو اس شیطان کو۔ (یعنی منع کرو اس کو ایسے شعر پڑھنے سے) لَأَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّمْتَلِئَ

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح باب حق اجابة الولیمة والدعوة و من اولم سبعة ایام و نحوه حدیث ۵۱۷۳۔صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابة الداعی الی دعوة حدیث ۱۴۲۹۔سنن ابن ماجه کتاب النکاح باب اجابة الداعی حدیث ۱۹۱۴۔

(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب من ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله حدیث ۵۱۷۷۔صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابة الداعی الی دعوة حدیث ۱۴۲۹۔

(۳) سنن الدارقطنی کتاب الوکالة باب خبر الواحد یوجب العمل ۴/۹۰حدیث ۴۲۶۱۔مشکوٰة المصابیح کتاب الآداب باب البیان والشعر حدیث ۴۸۰۷۔علامہ البانی ؒ فرماتے ہیں اسناده حسن۔ مشکوٰة بتحقیق البانی ۳/۱۳۵۵۔سلسلة الاحادیث الصحیحة ۱/۸۰۸۔

(۴) ایک بستی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے راستے میں آتی ہے۔

شِعْرًا O ''البتہ آدمی کا پیٹ اس کے لیے پیپ سے بھرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بھرے ساتھ (ایسے گندے شعر کے''۔ (صحیح مسلم)[1]

اس حدیث میں گندے۔ غلیظ۔ اور فحش شعروں کو پیپ کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔ بلکہ ایسے شعروں سے پیپ کو بہتر کہہ کر فحش کلامی کے براز سے نفرت دلائی گئی ہے۔ یعنی جس کے اندر سے ایسے ناپاک مضمون کے اشعار نکلیں۔ ان اشعار سے تو پیٹ کا پیپ سے بھرا ہونا بہتر ہے۔ سرورِ عالم ﷺ کی شعر سے متعلق اس تصریح سے معلوم ہوا۔ کہ ہمارے اسلامی شعراء کا کلام لچریات۔ لغویات۔ فحاشی۔ عریانی۔ جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے قطعاً پاک ہونا چاہئے۔ نہ حصول زر کی خاطر ان کے اشعار میں لجاجت اور خوشامد ہونی چاہئے۔ اور نہ انہیں کسی کی شہہ پر یا نفس کے اشارہ سے کسی کی ہجو کرنی چاہئے۔ مسلمان شعراء کو اپنے (خم) کلام سے صرف شراب طہور کی سقایت ہی زیب دیتی ہے۔ نہ کہ ''میتھی لیٹڈ سپرٹ'' کی۔

پھر جس طرح عریاں اور فحش شاعری کا مواد پیپ سے بدتر ہے۔ اور اس سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح وہ کلام جس میں جھوٹ' اور مبالغہ بھرا ہوا ہو۔ جو شرک اور بدعت کے میلے کی سنڈاس (LATRINE) ہو۔ اس سے گریز و اجتناب بھی واجب ہے' بہت سے اشعار' نعتیں' نظمیں' غزلیں' مدحیں' اور قصیدے ایسے ہیں۔ جن میں کتاب و سنت کی تعلیم کے برعکس شرکیہ خیالات' اور بدعیہ عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ اگر ایسے تمام اشعار کو ہم اکٹھا کریں۔ تو علیحدہ رسالہ ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ فحش اور عریاں اشعار سے نفرت کرنے کی طرح جو نعتیں اور نظمیں توحید کے عقائد کے منافی اور قرآن و حدیث کی خالص تعلیم کے برعکس ہوں۔ ان کے 'سننے' سنانے' سے بھی بچیں۔ اور یقین کریں۔ کہ عریاں شاعری سے عقائد بگاڑنے والا کلام بدرجہا خطرناک اور مہلک ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل اشعار ایک مرید مرزا قادیانی کے حق میں کہتا ہے۔ اور مرزا صاحب انہیں سن کر پسند کرتے ہیں جگر تھام کر ملاحظہ فرمائیں:۔

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار البدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

دیکھا آپ نے کہ صاف الفاظ میں مرزا قادیانی کو حضرت محمد ﷺ کہہ دیا ہے۔ بلکہ ''پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں''۔ بیان کر کے مرزا کے رتبہ کو حضرت **سید المرسلین رحمت للعالمین خاتم النبیین** ﷺ کے درجہ سے بڑھا دیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ اندھی ارادت۔ ایسی ارادت دین اور ایمان کو لے ڈوبتی ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انتشار الاشعار و بیان اشعر الکلمة و ذم الشعر حدیث ۲۲۵۹۔

اسی طرح ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ مرید اپنے پیر صدر دین صاحب کے بارے میں کہتا ہے۔

برائے چشم بینا از مدینہ برسر ملتان
بشکل "صدر دین" خود رحمۃ اللعالمین آمد

حضرت محمد ﷺ مدینہ سے چل کر پیر صدر دین صاحب کی صورت میں ملتان آ گئے ہیں۔

پیارے بھائیو!...... اور معزز بہنو!...... کیا آپ کا ایمان یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ جناب **محمد مصطفی** ' **احمد مجتبیٰ** . **شافع روز جزاء** ﷺ کی صورت' اور سیرت کا۔ کوئی انسان ہو سکتا ہے؟۔ توبہ معاذ اللہ!...... اس سید البشرؐ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کسی بزرگ صدر دین صاحب کو رحمۃ للعالمین قرار دینا کس قدر اخلاقی اور ایمانی پستی ہے۔ اور یہ سب عقیدت عمیار کے لچھن ہیں۔ بھائیو!...... سوچو اور سمجھو۔ اور ہر ایک کے مرتبے کا لحاظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور بزرگوں اور ولیوں کو ان کے صحیح مقام پر ہی رہنے دو۔ کہ اسی میں جانِ ایمان کی سلامتی ہے۔

اسی طرح ایک شاعر اپنے پیشوا کے گاؤں کا مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے:۔

مدینہ کا ٹکڑا علی پور ہے بے شک
وہاں چل تو اے دل گہر بار ہو گا

(لمعات الصوفیہ جون ۱۹۵۲ء)

بھائیو! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ مدینہ منورہ حرم ہے اور روئے زمین پر کوئی جگہ حرم مدینہ کے ہم پلہ نہیں ہے۔ جس طرح رسول اکرمؐ کے مرتبہ کا جواب نہیں ہے۔ اسی طرح ارض مدینہ کی شرافت اور عظمت لامثال ہے۔ پھر جو شخص اپنے پیر کے گاؤں کو مدینہ کا ٹکڑا کہتا ہے۔ اس کے دل میں مدینہ اور علی پور کی زمین میں کیا فرق رہا؟۔ یہ ہے وہ شاعری جو اندھی محبت' اور تاریک تخیل کی پیداوار ہے۔ ایک اور شعر ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ ذرا غور کریں۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ جس کی صفت استوی علی العرش ہے۔ وہی مصطفےٰ بن کر مدینے میں آ گیا۔ یعنی صرف محمد ﷺ دراصل خدا تھے۔ آپ احمد بلا میم اور عرب بلا عین تھے۔ حقیقت میں خدا ہی انسانی جامہ میں آیا تھا۔ فرمائیے یہ شاعری کیسی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کو خدا کہا گیا ہے۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۃ المائدۃ : ۱۷)

"جنہوں نے کہا۔ کہ مسیح ابن مریم خدا ہے وہ کافر ہو گئے"۔

بھائیو!...... سوچو!...... عیسائیوں نے محبت میں حضرت مسیح کو اللہ کہا۔ تو وہ خدا کہنے سے کافر ہو گئے۔ اور اگر

ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو اللہ کہیں۔ تو کس طرح مسلمان رہ سکتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ ایسی شاعری کو اسلام برداشت نہیں کرسکتا۔ جس کا مضمون قرآن وحدیث اور اسلامی معتقدات کے خلاف ہو۔

مبالغہ آمیز شاعری

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

((اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْنَ یَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ کَمَا یَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا)) (۱)

''تحقیق اللہ دشمن رکھتا ہے۔ اس شخص کو جو مبالغہ کرے فصاحت کلام میں (شعر وشاعری میں) وہ جو پھیرے اپنی زبان کو (مبالغہ گوئی کرتے ہوئے اظہار بلاغت کے لیے) جیسے کھاتی ہیں گائیں چارہ اپنی زبان کے ساتھ''۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

(نوٹ):۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ کلام جو بقدر ضرورت اور حاجت کے حقیقت اور صداقت پر مبنی ہو۔ شریعت کے مطابق ہو۔ بہت اچھا ہے۔ ایسی شاعری محمود ہے اور جو مبالغہ آمیزی' اور جھوٹ سے پر ہو۔ فصاحت' اور بلاغت چھانٹنے کے لیے جس میں زمین' اور آسمان کے قلابے ملائے گئے ہوں۔ کتاب وسنت کے خلاف ہوا باندھی گئی ہو۔ اور جس طرح چارہ کھاتے وقت گائے اپنی زبان کو ہلاتی ہے۔ اسی طرح چارہ (صلہ) حاصل کرنے کے لیے شاعر بھی مدح سرائی' لجاجت' اور مبالغہ آمیزی سے زبان کو ہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالی ایسے شاعر سے بغض اور دشمنی کرتا ہے۔ اور اس سے بیزاری' اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا:۔

''جو شخص سیکھے پھیرنا کلام کا۔ (یعنی مختلف بحروں' اور ردیف کافیہ میں مبالغہ آمیزی کے ساتھ شاعری کرے)۔ تاکہ اس (شاعری کے ہنر) کے ساتھ لوگوں کے دلوں کو پھیرے۔

((لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا)) (۲)

''تو ایسے شاعر سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ نفل قبول کرے گا۔ اور نہ فرض۔'' (ابوداؤد)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَّاْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ کَمَاتَاْکُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا)) (۳)

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الفصاحة والبیان حدیث ۲۸۵۳۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام حدیث ۵۰۰۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۳۸/۳ حدیث ۲۸۵۳۔ صحیح سنن ابوداؤد ۲۲۹/۳ حدیث ۵۰۰۵۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵۴۰/۲ حدیث ۸۸۰۔

(۲) سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام حدیث ۵۰۰۶۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ابوداؤد حدیث ۵۰۰۶۔

(۳) مسند احمد ۱۸۴/۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البیان والشعر حدیث ۴۷۹۹۔ اس کی سند حسن ہے۔ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ۱۳۵۴/۳۔ علامہ شعیب الارناؤط اور اُن کے رفقاء نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ بتحقیق المسند ۱۵۴/۳ حدیث ۱۵۹۷۔

’’قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ نکلے گی ایک قوم (جماعت شعراء) کھائے گی اپنی زبانوں کے ساتھ (لوگوں کی مدح وہجو کرکے) جیسے کھاتی ہے گائے (رطب ویابس) اپنی زبان کے ساتھ‘‘۔

(نوٹ):۔اس حدیث شریف میں ان شعراء کی مذمت آئی ہے۔ جو اپنے شعروں کے ساتھ کسی کی مبالغہ آمیز مدح کرکے ان سے مال حاصل کرتے ہیں۔ یا کسی کی مذمت اور ہجو کرکے اس کی پگڑی اچھالتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنی عزت بچانے کے لیے شاعر کو کچھ دے دلا کر خاموش کرا دیتے ہیں۔ گویا جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی جاتی ہے۔ اور کچھ تمیز نہیں کرتی چارہ میں کہ رطب ہے یا یابس ہے۔ ہرا ہے یا خشک ہے' اسی طرح شعراء سوء بھی اپنی زبان کے ساتھ کھاتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی جھوٹی تعریف اور مزمت کرتے۔ اور فصاحت اور بلاغت پر مبالغہ کی کامیابی کے لیے خوب زور دیتے ہیں۔ تاکہ عوام کلام کے دام زیادہ چکائیں۔ اور کئی لوگ مبالغہ آمیز نظموں' نعتوں' اور غزلوں کو بطور پیشہ کے سنا سنا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

یہ ہے کلام قبیح یا بری شاعری جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی اس پر قدغن لگائی ہے۔

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ اَلَمْ تَرَاَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَّادِيَّهِيْمُوْنَ﴾ (سورة الشعرآء : ۲۲۴، ۲۲۵)

’’اور (غیر شرع مضمون باندھنے والے) شعراء (خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی) پیروی (بھی) گمراہ کرتے ہیں۔ (اے پیغمبر) کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کہ یہ شاعر لوگ (مبالغہ آمیز۔ اور جھوٹی شاعری کے) ہر جنگل میں سرگرداں پھرتے ہیں‘‘۔

اچھی شاعری کا پتہ

جس شعر کا مضمون اچھا اور پاکیزہ ہو۔ کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ حقیقت اور صداقت پر مبنی ہو۔ وہ کلام حسن ہے۔ عمدہ شعر ہے۔ اور ایسی شاعری بروئے شرع سراسر مباح اور حلال۔ اور جائز ہے۔ چنانچہ الاستیعاب[1] لابن عبدالبر کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب البیان والشعر حدیث ۴۷۹۵۔ بحوالہ شرح السنۃ للبغوی ۱۲/۳۷۸ حدیث ۳۴۰۹ بحوالہ مسند احمد ۳/۴۵۶۔ ۳/۴۶۰۔ ۶/۳۸۷۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب الادب باب فی ھجاء اھل الشرک حدیث ۲۰۱۹۔ ۲۰۱۸۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ بتحقیق شرح السنۃ ۱۲/۳۷۸ حدیث ۳۴۰۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الموارد الظمآن ۲/۲۷۴ حدیث ۱۶۹۴ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۱۹۳۴۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۴/۱۷۲ حدیث ۱۶۳۱۔

(حضور ﷺ!) اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کے بارے میں نازل کی ہے وہ چیز کہ نازل کی یعنی (قرآن میں شاعری کی مذمت آئی ہے۔اس پر کچھ روشنی ڈالئے!)۔حضور انور ﷺ نے فرمایا:۔

تحقیق مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار کے ساتھ (بھی) اور زبان (شعر) کے ساتھ (بھی) وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَکَاَنَّمَا تَرْمُوْنَھُمْ بِہٖ نَضْحَ النَّبَلِ ''قسم ہے اس ذات کی۔کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا مارتے ہو تم کافروں کو ساتھ شعر کے مانند مارنے تیر کے''۔

ملاحظہ:۔حضرت انور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا۔کہ جو شعر حمایت حق۔توحید کی تائید۔اور کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے کہا جائے۔وہ نہ صرف جائز ہی ہے۔بلکہ موجب ثواب اور باعث اجر بھی ہے۔حتیٰ کہ کافروں' مشرکوں کی تردید' اور بدعت وشرک کے استیصال کی خاطر شاعر کا کلام اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔بالکل تلوار چلانے' اور تیر مارنے کی مانند شعراء کرام کی خدمت میں ہم صدق دل سے درخواست کرتے ہیں۔کہ وہ اپنی شاعری کے دھارے کا رخ بدلنے کی سعی فرمائیں۔اپنے پاکیزہ کلام سے اسلام کی خدمت کریں۔کتاب وسنت کی شراب طہور کے ساقی بنیں۔حدیث کی فضا میں توحید کو اچھالیں' اخلاق اور کردار پیدا کرنے والی شاعری کی طرح ڈالیں شعر کے تیر سے بدی کو ٹھنڈا کریں۔اور مدحت کے غازہ سے نیکی کے حسن کو چار چاند لگائیں۔اپنے ''بحروں'' کے بحر میں عریانی' فحاشی' اور لادینی' کے جہازوں کو ڈبو دیں۔اور ''قافیوں'' کے ایراد میں بندوں کی خدائی کا قافیہ تنگ کریں۔ملاازم کے خاشاک پر شاعری کی بجلی گرائیں۔اور عروس اسلام کے پریشان گیسوؤں کو غزل کے شانہ سے سنواریں' اور بنائیں۔ یہ ہے وہ شاعری جس کو رسول اللہ ﷺ نے کلام حسن سے تعبیر کیا ہے۔اور جہاد کے لفظ سے نوازا ہے۔ایسے شاعر بے شک بڑے اجر کے مستحق ہیں۔اور اللہ کے نزدیک ان کے مرتبے بہت بلند ہیں۔

مصرعہ حق بزبان رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ[1] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ ......''بہت سچا کلمہ جسے شاعر نے کہا کلمہ لبید کا ہے''۔
اَلَاکُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ ...... ''خبردار!...... ہر چیز سوائے اللہ کے فانی ہے''۔(بخاری شریف)

ملاحظہ:۔معلوم ہوا۔کہ جو اشعار حقائق اور سچائی پر مشتمل ہوں ان کے پڑھنے پڑھانے' اور سننے سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔لبید کا مصرعہ حضرت انور ﷺ کو بہت پسند آیا۔آپ نے اسے بہت سچا کلمہ فرمایا۔صحیح مسلم میں

(۱) صحیح بخاری کتاب الادب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ حدیث ۶۱۴۷۔صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انشاد الاشعار و بیان اشعر الکلمۃ و ذم الشعر حدیث ۲۲۵۶۔

ہے۔ کہ عمرو بن شرید کے والد ایک دن سواری پر حضور انور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ آپ نے مجھے فرمایا:۔

((هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ))(۱)

''کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں سے کچھ یاد ہے؟''

میں نے کہا۔ (حضور ﷺ!) یاد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پڑھ۔ میں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ اور پڑھ۔ ایک شعر میں نے اور پڑھ دیا۔ آپ نے مزید پڑھنے کے لیے فرمایا۔ پھر میں نے سو شعروں تک پڑھ دیئے۔ (مسلم)

حضرت اکرم ﷺ نے جو یہ سو شعر سنے۔ تو یہ تمام کے تمام حقائق اور نصائح سے لبریز تھے۔ ان کا مضمون اخلاق حسنہ پر مبنی تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا۔ کہ آپ بھی اگر کسی شاعر کا کلام پڑھنا چاہیں۔ تو وہی پڑھیں۔ جو سراسر اسلامی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہو۔ نصیحت اور عبرت کا مرقع، اعلی کردار کا حامل۔ بلند اخلاق کا ضامن...... عکاس کتاب وسنت۔ اور اسوہ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہو۔

زندگی کیا لذت عصیاں کی ناداں غور کر
برق رو دھارے پہ اک تنکا ہے جو بہ جائے گا
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جائے گی
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لیے رہ جائے گا

❀❀❀

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الشعر باب فی انشار الاشعار و بیان اشعر الکلمة و ذم الشعر جدیث ۲۲۵۵۔

خاتمہ اور دعا

پیارے بھائیو! اور معزز بہنو! ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (سورۃ القلم : ۴) کے ارشاد خداوندی سے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ اخلاق حسنہ کی معراج پر فائز تھے۔ آپ سے بڑا کوئی معلم اخلاق نہ ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ یہی رحمت دو عالم ﷺ ہیں۔ جن کے نور کردار سے اس کتاب کا فانوس جگمگا رہا ہے۔ اور اقوال و افعال کی اخلاقی شمعیں انسانی زندگی کے گوشہ گوشہ میں فروزاں ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں **"ریاض الاخلاق"** کے مطالعہ کے بعد خلوص دل سے عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

﴿اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا. وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ﴾

ترجمہ:۔ "یا اللہ! ...... ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال۔ اور ہمارے حال کی اصلاح فرما۔ ہمیں سلامتی کے راستے دکھا۔ اور بد اخلاقی کے اندھیروں سے نکال کر اخلاق حسنہ کی روشنی میں لے آ۔ ہمیں ہر قسم کی کھلی یا پوشیدہ بے حیائیوں سے کنارہ کش رکھ۔ ہمارے کانوں آنکھوں اور دلوں کو اپنی برکات سے نواز۔ اور ہماری بیبیوں اور بچوں کو یمن و سعادت کے انوار سے بہرہ ور فرما۔ ہم پر ایک بار (اپنی رحمتوں کے ساتھ) لوٹ آ۔ کہ تو ٹھیک لوٹ آنے والا مہربان ہے...... ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر کرنے کی توفیق دے۔ اور (ازراہ کرم) ہم پر اپنی نعمتوں کی برکھا برسا۔ کہ درحقیقت سب تعریفوں کا تو ہی مالک ہے۔ اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر بے شمار رحمتیں نازل فرما"۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ ن الَّذِىْ صَلّٰى عَلَيْهِ رَبُّنَا فِىْ مُحْكَمِ كِتَابِهٖ وَاَمَرَ اَنْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَ يُسَلَّمَ ط صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ مَانُهِلَّتِ الدِّيَمُ وَمَا جُرَّتْ عَلَى الْمُذْنِبِيْنَ اَذْيَالُ الْكَرَمِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا وَّ شَرَّفَ وَكَرَّمَ

بوستان اخلاق میں دعاؤں کی باد بہاری

روح کو چمکا خودی کو توڑ کر زینے بنا
دو یہ تدبیریں ہیں دنیا میں ابھرنے کے لیے

علم الاخلاق کے تقاضوں میں نفس کی تہذیب اور تزکیہ بھی شامل ہے اور نفس کی تہذیب اور تزکیہ اللہ تعالی کی خالص عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور شرک آمیز عبادت اور ندائیں روح کو میلا اور تاریک کر دیتے ہیں' چونکہ انسان دنیا کی زندگی میں طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے' بے بسی اور بے چارگی اسے نعل در آتش رکھتی ہے' اس لیے اس کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے' جو اسے دکھوں' دردوں' مشکلوں' مصیبتوں' لاچاریوں اور رنج والم کی تاریک رات سے نکال کر امن وعافیت کے روز روشن میں لائے۔ اور وہ ہستی صرف اللہ واحد القہار. عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کی ذات ہی ہے۔

اگر ناچار انسان مصیبت اور مشکل میں سر اللہ کے حضور زمین پر رکھ کر روتا' اور گڑگڑاتا ہے' اسے پکارتا اور آوازیں دیتا ہے۔ تو یقیناً وہ اپنے نفس کو نور کا لباس پہناتا ہے اور تہذیب نفس کا بہت بڑا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور اگر کسی قبر پر جا کر سجدہ ریز ہو کر اہل قبر سے مشکل کشائی کی التجا کرتا ہے' یا اسے پکارتا ہے۔ تو وہ ذلت کا ناپاک اور نجس لباس حوروش اخلاق کو پہنا کر اسے خوار و رسوا کرتا ہے' رسول اللہ ﷺ پر کروڑوں درود وسلام ہوں کہ انہوں نے ہر حال میں ہر کام کے لیے صرف خدائے لم یزل کو پکارنے کے لیے زور دیا ہے' وہ ذات جو غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ ہے صرف اسی کے دروازے کو دستک دینے کا ارشاد فرمایا ہے' اس سلسلہ میں روح کو جلا' نفس کو ضیا اور اخلاق کو نور کا لباس پہنانے کے لیے حضور ﷺ نے دعاؤں کے موتی بکھیرے ہیں:۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ)) (۱)

''چاہئے کہ مانگے ایک تمہارا اپنے پروردگار سے ساری حاجتیں اپنی یہاں تک کہ مانگے تسمہ جوتی اپنی کا جب کہ ٹوٹ جائے''۔

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب یسال احدکم ربه حاجته کلها۔ حدیث ۳۶۰۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۶۰۴م۔۸ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۵۳۷حدیث ۱۳۶۲۔

اور ایک روایت میں بطریق ارسال یہ بھی ہے ﴿حَتّٰی یَسْأَلَهُ الْمِلْحَ﴾
"یہاں تک مانگے اللہ سے نمک"۔ (ترمذی شریف)(۱)

کس قدر عزت نفس کا سبق دیا گیا ہے کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بھی اللہ سے سوال کر۔ یہاں تک کہ نمک بھی اللہ سے مانگ' نفس میں تہذیب کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔

دس غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کہے (یہ کلمات) دن میں سو بار۔ ہو گا اس کے لیے ثواب برابر آزاد کرنے دس بردوں کے' اور لکھی جاتی ہیں اس کے لیے سو نیکیاں' اور دور کی جاتی ہیں اس سے سو برائیاں اور ہوتی ہے اس کے لیے پناہ شیطان سے اس دن شام تک"۔ کلمات یہ ہیں:۔

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ))(۲)

"نہیں کوئی معبود مگر اللہ تنہا نہیں شریک کوئی اس کا' اسی کے لیے ہے بادشاہت اور اسی کے لیے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

حضور نے اس دعا میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیا ہے کہ توحید کے عقیدے نفس کا دھواں اور غبار دور ہوتا ہے اور ایمان کی فضا پاک اور اجلی ہو جاتی ہے۔

سو (۱۰۰) حج کا ثواب

عمرو بن شعیبؒ (۳) سے روایت ہے کہ نقل کی انہوں نے اپنے باپ سے اس نے نقل کی اپنے دادا سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص کہے سو ۱۰۰ بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ اول دن میں اور سو بار آخر دن میں ہوتا ہے وہ مانند اس شخص کے کہ کئے سو حج (نفلی) اور جس نے کہا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سو بار اول دن میں اور سو بار آخر دن میں' ہوتا ہے مانند اس شخص کے سوار کیا اس نے لوگوں کو سو گھوڑوں پر اللہ کی راہ میں (یعنی سو گھوڑے غازیوں کو دیئے کہ اللہ کی راہ میں قتال کریں) اور جس نے کہا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ سو بار اول دن میں اور سو بار آخر دن میں' ہوتا ہے وہ مانند اس شخص کے کہ آزاد کئے اس نے سو بردے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے اور جس نے کہا ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ سو بار اول

---

(۱) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب یسال احدکم ربه حاجته کلها ...... حدیث ۳۶۰۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۶۰۴/م۔۹ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۵۳۷ حدیث ۱۳۶۲۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل التهلیل حدیث ۶۴۰۳۔ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء حدیث ۲۶۹۱۔

(۳) سنن ترمذی ابواب الدعوات باب فی ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر حدیث ۳۶۷۱۔ یہ حدیث منکر ہے۔ ضعیف سنن ترمذی حدیث ۳۴۷۱۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة ۳/۴۸۰ حدیث ۱۳۱۵۔

دن میں اور سو بار آخر دن میں' نہیں لائے گا اس دن (قیامت) میں کوئی شخص ثواب زیادہ اس ثواب سے کہ لائے گا وہ اس کو' مگر جس نے کہا مثل اس کے (وہ برابر اس کے ہوگا یا کہا زیادہ اس سے"۔

(مشکوۃ شریف کتاب اسماء اللہ)

غور کریں کہ ذکر سہل اور آسان کس قدر اجر کا موجب ہے بہ مقابلہ عبادات شاقہ کے اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ آسان اذکار سے اسکی رحمت اور بخشش ہونے لگتی ہے۔

ایک اعرابی کو ذکر الٰہی کی تعلیم

سعد بن ابی وقاصؓ[1] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک اعرابی (زمیندار) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی۔ (حضور) سکھاؤ مجھ کو ایک ذکر کہ (ہر دم) کہتا رہوں میں اس کو (یعنی ورد کروں) فرمایا آپ نے کہو یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔(""نہیں کوئی معبود! مگر اللہ اکیلا' نہیں کوئی شریک اس کا اللہ بہت بڑا ہے بڑا۔ اور تعریف واسطے اللہ کے بہت ہے پاکی ہے اللہ کو پالنے والا سب جہانوں کا۔ نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہیں طاقت عبادت پر مگر ساتھ مدد اللہ غالب حکمت والے کے)"۔

اس اعرابی نے کہا۔ یہ الفاظ تو ہیں واسطے ذکر رب میرے کے' پس کیا ہے واسطے میرے کہ دعا کروں ساتھ اس کے اپنے لیے؟ فرمایا حضور ﷺ نے کہو ﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ ﴾ "اے اللہ بخش مجھ کو اور رحم کر مجھ پر' اور ہدایت کر مجھ کو اور روزی دے مجھ کو اور عافیت سے رکھ مجھ کو"۔ (مشکوۃ کتاب اسماء اللہ)

ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بھاری کلمات

حضور ﷺ[2] فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی۔ کہا اے اللہ! سکھا مجھ کو کوئی ایسی چیز کہ یاد

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر حدیث ۲۳۱۷ بحوالہ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء حدیث ۲۶۹۶۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلی والتکبیر حدیث ۲۳۰۹ بحوالہ شرح السنۃ ۵۴/۵ حدیث ۱۲۷۳۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب الاذکار باب فضل التسبیح والتھلیل والتحمید حدیث ۲۳۲۴۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب التاریخ باب بدء الخلق ۱۰۲/۱۴ حدیث ۶۲۱۸۔ علامہ شعیب الارناؤط نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ضعیف الموارد الظمآن صفحہ ۱۹۲ حدیث ۲۹۵ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث ۱۱۴۱۔ ۸۳۴۔ مستدرک حاکم کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل والتسبیح والذکر ۷۱۰/۱ حدیث ۱۹۳۶ طبع جدید و طبع قدیم ۵۲۸/۱۔ مسند ابی یعلی الموصلی ۵۷۹/۱ حدیث ۱۳۸۹۔

کروں میں تجھ کو ساتھ اس کے اور دعا کروں میں تجھ سے ساتھ اس کے' فرمایا' اللہ تعالیٰ نے' اے موسیٰ ! کہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! سارے بندے تیرے کہتے ہیں یہ' میں ایسی چیز چاہتا ہوں کہ خاص کرے تو مجھ کو ساتھ اس کے (یعنی مجھے کوئی وظیفہ ایسا بتا جو کسی کو نہیں بتایا ہے) فرمایا' اے موسیٰ علیہ السلام! (سن) اگر ساتوں آسمان اور اہل آسمان' اور ساتوں زمینیں رکھی جائیں ایک پلڑے میں' اور رکھا جائے (ثواب) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا ایک پلڑے میں' تو جھک جائے ان چیزوں کے پلڑے سے پلڑا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾۔ کا (مشکوٰۃ شریف)

پس توحید کے عقیدے سے بھرپور اعمال ہی نجات کا باعث ہو سکتے ہیں اور انسان کو اونچے اخلاق کا معیاری مسلمان بناتے ہیں۔

فنا ہو جا جھلک اٹھے گا سینہ شمع عرفاں سے
ابھی تو دل کے آئینے پہ غافل داغ ہستی ہے

❀❀❀

نگارِ من کہ بہ مکتب نرفت وخط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدّرس شد

تحقیق و تخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

ریاض الاخلاق

یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لامثال اخلاقی حدیثوں پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ حدیثیں گلزارِ رسالت کے الگ الگ مہک کے سدابہار پھول ہیں جن کی روح پرور عطر بیزیاں اور جاں نواز عنبر افشانیاں انسانیت کی جان اور طائر لاہوتی کی روح رواں ہیں۔